Checked
1987
دیوانِ ذوق
طبع لطیف استاد خاقانی ہند
ملک الشعرا شیخ ابراہیم ذوق
باضافۂ غزلیات مزید
باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

تو اگر اپنے کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ
اپنا آئینہ مرا دیدۂ پُرآب بنا

آہ کے ساتھ جو نکلا شررِ آتشِ دل
چرخ پر جا کے وہ خورشیدِ جہانتاب بنا

جب کیا عشق کے دریا نے تلاطم اے ذوق
تو کہیں موج بنی اور کہیں گرداب بنا

اُسے ہم نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

جس انسان کو سگِ دنیا نہ پایا
فرشتہ اُسکا ہمپایا نہ پایا

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے
تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا

لحد مین بھی ترے مضطر نے آرام
خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا

کیا تھا یا نہ تھا سب پہ گزرا
فلک تو نے کیا ایسا نہ پایا

سراغِ عمرِ رفتہ ہاتھ کیا آئے
کہین جسکا نشان پایا نہ پایا

کرے کیا سعیِ دل مُلکِ فنا کی
کہ اِس بازار مین سودا نہ پایا

رہِ گم گشتگی مین ہم نے اپنا
غبارِ راہ بھی عنقا نہ پایا

رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

تہِ خنجر ترے بسمل نے ہے ہے
ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا

اُٹھا جاتے سے فلک کے ہم تو کب کے
نکل جاتے مگر رستا نہ پایا

جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا
کبھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا

چراغِ داغ لیکر دل کا ڈھونڈھا
نشان پر صبر و طاقت کا نہ پایا

[illegible] رفتہ ہو [illegible] ہمکو خودی نے
خدائی مین اگر ڈھونڈھا نہ پایا

سیہ بختوں نے تربت پر بھی [illegible]
کچھ لے کے سوا سایا نہ پایا

کہا [illegible] مشتاق [illegible]
کر اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا

کبھی [illegible] بڑھ [illegible]
[illegible] پایا سب کو پا نہ پایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

سوا تیرے خطِ مشکین کے کوئی
مجرب نسخۂ سودا نہ پایا

وہ بولے دیکھکر تصویرِ یوسف
سنا جیسا اُسے ویسا نہ پایا

نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم میں بھی تجھے پورا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

نظیر اُس کا کہاں عالم میں اے ذوق
کہیں ایسا نہ پاوے گا نہ پایا

نام یوں پستی میں بالاتر ہمارا ہو گیا
جسطرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا

میرے نالوں سے جو پانی سنگِ خارا ہو گیا
کوہ کے چشموں کا آنسو ہر شرارا ہو گیا

ذکر دنیا نفسِ مردہ کو ہوا آبِ حیات
مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہو گیا

دانت یوں چمکے ہنسی میں بات اُس مہ پارہ کے
میں نے جانا ماہِ تاباں پارہ پارا ہو گیا

ہر حبابِ بحر کی کھلجائے گی تارا سی آنکھ
عکس افگن گر رخِ روشن تمہارا ہو گیا

شیخ نے افطاریوں کے تر نوالے کھائے خوب
ہے مگر روزوں کی گرمی سے چھوارا ہو گیا

ایکدم بھی ہمکو جینا ہجر میں تھا ناگوار
پر امیدِ وصل میں برسوں گوارا ہو گیا

ہے مقامِ زندگی زیرِ دمِ شمشیرِ مرگ
ہو گیا جسطرح کوئی دم گذارا ہو گیا

رشک سے اُس زلف کے کیا شک ہے [illegible]
بلکہ جلکر سوختہ عنبر بھی سارا ہو گیا

دل پہ زخموں کی ترقی سے ہوئی اور اک بہار
آگے تھا صد برگ یہ گل اب ہزارا ہو گیا

ظلمتِ عصیاں سے میرے بنگیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزے پر دُم دار تارا ہو گیا

دی شہادت نشہ کی سرخی سے چشمِ یار نے
خون رہا اپنا نہ پنہاں آشکارا ہو گیا

ذوق طوفان [illegible] دل رہ [illegible] بیچارا ہو گیا
یہ شعر [illegible]

ذوق اِس بحرِ جہاں میں کشتیِ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

مین ہجر مین مرنے کے قرین ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آپہونچے نہین ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ
اک بار تو غارت دل و دین ہو ہی چکا تھا

برہم اُسے کیون تو نے کیا چھیڑ کے پھر زلف
اے دل وہ ابھی چین بجبین ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوند زمین تیری گلی مین
آسودہ یہ دل زیر زمین ہو ہی چکا تھا

آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ
جانے کا ارادہ تو کہین ہو ہی چکا تھا

جو خط مین لکھا اُس سے وہ اُس لکھنے سے پہلے
مکتوب سر لوح جبین ہو ہی چکا تھا

سبے یدِ قبضۂ مرگ توقف رہا ورنہ
عزم سفر جان حزین ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اُسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن ذہن نشین ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہم یوسف کنعان کو کہ اپنا
منظور نظر اک حسین ہو ہی چکا تھا

کیا گرم تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے
مین سرد تہ خنجر کین ہو ہی چکا تھا

سینہ جو کیا چاک تو وان کچھ بھی نہ پایا
کیا جل کے جگر خاک کہین ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کسطرح نہ ہوتا
حکم ازلی ذوق یونہین ہو ہی چکا تھا

ہم ہین اور سایہ ترے کوچہ کی دیوارونکا
کام جنت مین ہے کیا ہمسے گنہگارونکا

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخوارونکا
دیجے اک جام تو ہے یار ابھی یارونکا

آشنا تو سوز فغان ہو کہ چمن مین بلبل
خرمن گل کی جگہ ڈھیر ہو انگارونکا

چرخ پر بیٹھ رہا جان بچا کر عیسےٰ
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیمارونکا

ہون رگین حلق بریدہ کی ہمارے خونبار
گر تماشہ تجھے منظور ہو فوارونکا

ہین کماندار ترے تیر مژہ تشنۂ خون
منہ کھلا رہتا ہے اسواسطے سوفارونکا

کیون نہ سرتار مین سو دل ہون گرفتار کہ زلف
جیلخانہ ہے محبت کے گرفتارونکا

دینگے جان بوسۂ لعل نمکین پر ہم بھی
جان نثاری ہے اگر شیوہ نمکخوارونکا

اے اجل تکلیف مت کر کیا کرے گی انتظار
ہو چکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن کا

ہو سکے آلودہ دامن پاکدامن کس طرح
اے زلیخا چھوڑ دامن یوسف کنعان کا

نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ کیا [illegible] فرعون بے سامان کا

دیکھنا اے ذوق ہونگے آج ہزاروں لاکھوں کے خون
پھر جمایا اس نے لعل لب پہ لاکھا پان کا

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امارا کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر
جو اسنے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگ لعل غرق خوں
جو غوطہ آب میں تونے گہر مارا تو کیا مارا

جگر زخمی ہے اور دل لوٹتا ہے تونے کیا جانے
ادھر مارا تو کیا مارا ادھر مارا تو کیا مارا

دل سنگین خسرو پر بھی ضرب کوہکن پہنچی
اگر تیشہ سر کہسار پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبیں میں
فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

ہنگامہ گرم ہستی ناپائدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

میں جو شہید ہوں لب خندان یار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ہو راز دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ جو درمیاں ہو تو دل کے غبار کا

آتا ہے گر تو آؤ کہ سینے سے چلکے اب
آنکھوں میں آکے ٹھہرا ہے دم انتظار کا

ہو پاکدامنوں کو خلش گر ہے کیا خطر
کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگان کے خار کا

پوچھے ہے کیا حلاوتِ تلخابۂ سرشک
شربت ہے باغِ خلدِ بریں کے انار کا

پہونچے گا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوب شوق اڑ کے ترے بیقرار کا

ہے عین وصل میں بھی مری آنکھ سوے در
لپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

قاصد لکھوں لفافہ کو خطِ غبار سے
تا جانے وہ یہ خط ہے کسی خاکسار کا

دیکھ اپنے زیرِ گوش کو عارض کے متصل
دیکھا نہو ستارہ جو صبحِ بہار کا

ہے دل کی داؤ گھات میں مژگان نے چشمِ یار
کرتی ہے قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیرِ خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

اُس روے تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبحِ بہار کا

اے ذوق گر ہیں ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اس میکدے میں کام نہیں ہوشیار کا

حذر ہے خون سے دلِ پائمال کے کیسا
چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا

بغل سے لے گئے دل کو نکال کر وہ میرے
جو مانگا تو کہا آنکھیں نکال کے کیسا

نہیں ہے چوکی اگر چشمِ یار گرد اس کے
ہجوم کرتے ہیں مژگان کے بال کے کیسا

نمودِ خال کی دیکھو تو زیرِ ابروئے یار
ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل
اٹھا ہے فتنہ یہ بعد انفصال کے کیسا

شبِ فراق میں اُس مہ جبین کے اکثر چرخ
مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے کیسا

ہزار دم ہیں اُسے یاد تونے دیکھا ذوق
گیا وہ غیر کے گھر مجھ کو ٹال کے کیسا

میں کہاں سنگِ در یار سے ٹل جاؤنگا
نہ وہ پتھر ہے پھسلتا کہ پھسل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل جاؤنگا
بلکہ مین توڑکے اُسکو بھی نکل جاؤنگا

آج اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل جاؤنگا
کوچۂ یار مین مین سر ہی کے بل جاؤنگا

کہتا وحشت سے ہے یہ جامۂ پیری میرا
دیکھ کپڑا ہون پُرانا ابھی چل جاؤنگا

عقل سے کہدو کہ لائے نہ بیان اپنی کتاب
مین ہون دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

اے صنم رہ نہین دیر مین جا بیٹھون گا
کچھ مین بچّہ تو نہین ہون کہ مچل جاؤنگا

کہتا پیراہنِ گل ہے یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھکو نہ لگانا کہ نکل جاؤنگا

سنتے ہو زاہد و ناصح جو ہین سمجھاتے مجھے
کیا بدل دوینگے یہ اور مین بدل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لیچل مجھکو
جاکے مین وان ترے قابو سے نکل جاؤنگا

مدرسہ مین بھی اگر جاؤنگا تو جاے کتاب
شیشۂ بادہ لئے زیرِ بغل جاؤنگا

کوچۂ یار مین جاؤنگا تو مثلِ خورشید
پاسِ آداب سے مین سر ہی کے بل جاؤنگا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خون ہوکے مین آنکھون سے نکل جاؤنگا

سرد مہرو نے فلک ڈال نہ پالا کہ بن آگ
نخلِ سرمازدہ کی طرح سے جل جاؤنگا

آنکھ سے اشک صفت مجھکو گرا کر نہ سنبھال
مین نہین وہ کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا

قیس و فرہاد کو بتلاؤنگا کچھ عشق کی راہ
ایک مین گر طرفِ دشت و جبل جاؤنگا

گر پڑا آگ مین پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ جل جاؤنگا

ہون وہ مشتاقِ شہادت کہ ترے ہاتھ سے مین
پاسے کو پانِ تہِ شمشیرِ اجل جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہان مین اے ذوق
کچھ نہ ہاتھ آئے تو مین ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ وہ بیدرد ہو گیا
اب آہِ آتشین سے بھی دل سرد ہو گیا

سینے مین بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی مُنھ زرد ہو گیا

سو بار مر کے عاشقِ جان باختہ ترا
لڑنے کو پھر کھڑا روِشِ نرد ہو گیا

مجنون بھی دشت گرد تھا مانندِ گردباد
جب خاک اڑانی بیٹھے تو وہ گرد ہو گیا

اس صید تیر خوردہ کو تو نے کیا نہ ذبح
آخر تڑپ تڑپ کے یونہیں سرد ہو گیا

وان رخ شگفتگی سے گل ورد بن گیا
یاں غم سے روئے زرد گل زرد ہو گیا

پیر مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد مرد جوان مرد ہو گیا

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا بجھا ہوا
ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے تھے آفتاب قیامت جسے سو وہ
نکلا چراغ داغ دل اپنا بجھا ہوا

چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے
ایک نیمچہ ہے زہر میں گویا بجھا ہوا

پھر دل میں آہ سرد ہوئی میرے شعلہ زن
لو پھر بھڑک اٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے
پر تھا مرے نصیب میں توڑا بجھا ہوا

جلکر اگر بجھا بھی دل سوختہ مگر
تو پھر جلے گا جیسے کہ کوئلا بجھا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو
سینے میں سب نے ذوق جو پایا بجھا ہوا

جدا ہوں یار سے ہم اور نہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا
رہے ہے کیونکہ گلستان سے عندلیب جدا

دکھا دے جلوہ جو مسجد میں وہ بتِ کافر
تو چیخ اٹھے مؤذن جدا خطیب جدا

جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا
حروفِ درد کی صورت ہوں گے طبیب جدا

ہے اور علم و ادب مکتبِ محبت میں
کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا

ہجوم اشک کے ہمراہ کیوں نہو نالہ
کہ فوج سے نہیں رہتا کبھی نقیب جدا

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر
نہ کر سکا مرے دل سے غم حبیب جدا

کریں جدائیکا کس کس کے رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

شکر پردے ہی میں اُس بت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

رہا پامالِ رہِ عشق میں تربت کا نشان
اُسے تعویذ جو نقشِ کفِ پا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعدِ فنا بھی یہ اثر
استخوان کو مرے باقی نہ ہما نے رکھا

آشیاں باغ میں ڈھونڈھا جو قفس سے جاکر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نہ تھا میرا تو پھر کیوں اُسکو
پا بزنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئی ہیں نکل
دستۂ نرگس کا نہیں میرے سرہانے رکھا

پئے ناواقفِ رہ پہلے سے دلبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھو عصا نے رکھا

ناتواں ہیں نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے میں اُسے تارِ قبا نے رکھا

نہ رکھے خوبی و زشتی سے غرض آئینہ وار
گھر میں مہمان جسے اہلِ صفا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنوں مرا اُس ہوش ربا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
ایک ناکام اُسے آبِ بقا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اُس صحفِ رخسار کا شوق
کہ رہا گور پہ قرآن سرہانے رکھا

بے نشان پہلے فنا سے ہو تو ہو تجھکو بقا
ورنہ ہے کسکا نشان ذوق فنا نے رکھا

نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
اس کے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان چڑھا

چڑھ گیا جبکہ زمیں توسنِ وحشت اپنا
دیکھئے افلاک پہ ہم خاکِ بیابان چڑھا

میں نے دیکھا مہِ نو کو تو اُس ابرو کا خیال
لیکے خنجر مری چھاتی پہ وہیں آن چڑھا

دیکھئے ملت و دین کتنے کرے گا برباد
باد کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

مصحفِ رخ پہ ترے سنگ سنہرا تیرا
واہ کیا خوب ہے زر تا سرِ قرآن چڑھا

کشتۂ دستِ حنا بستہ ہوں ان ہاتھوں سے
کبھی وہ پھول تو لا کر یہ مری جان چڑھا

جب لڑی آنکھ تری کوئی مرے دل کے سوا
فوجِ مژگان کے منہ پر سرِ میدان چڑھا

بوالہوس جاتے ہیں گر دام میں آہو کیطرح
چلّہ جلد اپنی کمان پہ ترے قربان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اُسنے پڑھا خط سو بار
دھیان پہ میرا نہ مضمون کسی عنوان چڑھا

سنگ سرمہ کو سیہ تاب تھی وہ تیغِ نگاہ
گردشِ چشم نے پر دی ہے غضب سان چڑھا

غمزۂ یار کو دی سونپ متاعِ دل و جان
چور تھا پر نظر اپنی یہ نگہبان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگان پہ کہ یاروں لئے ابھی
پانی سو نیزے دیا باندھ کے طوفان چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ مین آکر اے ذوق
دل و دین دیتے ہین سب گبر و مسلمان چڑھا

ہیچ جب مول وہ بانکا جوان لینے لگا
موت کے جی مین ہرے یہ نیمجان لینے لگا

تیر چٹکی مین لیا اُس نے تپئے جانِ عدو
رشک میرے دلمین کیا کیا چٹکیان لینے لگا

نام میرا اُسکے مجنون کو جمائی آ گئی
بیدِ مجنون دیکھکر انگڑائیان لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جون روزِ حشر
مجھسے یہ کس دن کے بدلے آسمان لینے لگا

ہے جو غنچوں کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک
یہ بلائین کسکی باغ اے باغبان لینے لگا

جینے کی اس میکدے مین بیعتِ دستِ سبو
وہ قدم تیرے بس اے پیرِ مغان لینے لگا

لیکے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عشاق پر تیغِ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کارِ فسان لینے لگا

حسن سے تھا دلِ آہن بھی گرمِ اختلاط
شمع کی گلگیر جو منہ مین زبان لینے لگا

موت اسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یون ترا بیمارِ غم جو ہچکیان لینے لگا

مرا گیا اے ذوق اُسکی نوکِ مژگان کا گھائل
تن پہ ہر مو سے مرے کارِ سنان لینے لگا

پہونچا آب تیغ قاتل تا بسر اچھا ہوا
اے دل مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایکدن بالکل نہ بیتا اے چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم اُدھر اچھا ہوا

کم ہوا اس آب خنجر کی اٹھی آبرو
آج مدت میں ہمارا حلق تر اچھا ہوا

آ رہیگا دشت میں لیلیٰ ترے ناقے کے کام
ہوگیا مجنون جو کانٹا سو کھکر اچھا ہوا

روز کہتا تھا مزا مجکو چکھا دے عشق کا
پھر دیا نون اُسنے دلکو چیر کر اچھا ہوا

سنکے مجنون نے مرے شور جنون کو یون کہا
واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا

بندھ گیا اُس موکمر کا جب کہ مضمون کمر
ہوگئی مضمون دقت شعر پر اچھا ہوا

مجکو صدمے کر اگر ہے بد مزہ تیرا مزاج
یہ ادھر صدقہ دیا تونے اُدھر اچھا ہوا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

کھنچ گیا میری طرف سے اور اُس دلبر کا دل
واہ وا جذب محبت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے ترا بسمل ہے یہ کہتا کہ تو
ابتو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا

نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جان حزین
دیر مت کر ساتھ تیرے ہمسفر اچھا ہوا

آئنہ خانے مین عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانین کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے برا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رک سے گئے
پھر کہا تو یہ کہا منھ پھیر کر اچھا ہوا

خلاف وعدہ سے مین تیرے کل تو جان بلب آیا
نہ آیا آج بھی گر تو تو اے ظالم غضب آیا

چمن مین کہتے ہین پھر موسم عیش و طرب آیا
بہارین خوب لوٹین گے اگر وہ غنچہ لب آیا

عجب حیرت مین ہون جب سے نظر وہ خال لب آیا
دہن اُسکا عدم ہے اور دہن مین نکتہ کب آیا

وہ دست ناز لے کر مجھ سے میرے شیشۂ دلکو
ہوا خوش اسقدر گویا کہ اُسکے گھر حلب آیا

تو بیدا اے تشنہ کامی بارے آب خنجر قاتل
گلو تک میرے اور زخم گلو کے تا بلب آیا

تھا ہر سوے مژگان دلکو انگشت اشارہ تیرے سے سمجھنے والا سمجھا چاہیئے پر اس اشاریکا
سفید پھول دل ہون چاندنی کے پھول کیا مجکو دکھا دو خندۂ دندان نما اس ماہ پاریکا

فقط تار نفس کا ذوق خط جادہ کافی ہے
پے عمر روان کیا چاہیئے رستا گذاریکا

ہوتا ہے اُنسے بیان درد جدائی کرتا کام قاصد کا ہے یہ تیر ہوائی کرتا
پنجہ مستانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا
دیکھتا اُس بت مغرور کا گر جاہ وجلال کبھی فرعون نہ دعواے خدائی کرتا
خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن روشنی دیکھتا گر دلکی صفائی کرتا
نہین گوش شنوا باغ جہان مین غافل ورنہ ہر برگ ہے یان نغمہ سرائی کرتا
بند آنکھین کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے ہے ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا
سوز دل کون بجھائے کہ نہین چشم مین اشک پر ہے کچھ خون جگر کار روائی کرتا
بیٹھ رہیئے تو قفس ہے عجب آرام کی جاے پر ہے بیچین ہمین شوق رہائی کرتا

ذوق اُس پاے نگارین کا جو ہے وصف نگار
اشک خونین سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

نہ کرتا ضبط مین نالہ تو پھر ایسا دھوان ہوتا کہ نیچے آسمان کے اک نیا اور آسمان ہوتا
ابھی کیا سر قاتل یہ شہید تفتہ جان ہوتا کوئی دم شمع مردہ مین بھی ہے باقی دھوان ہوتا
لگے ہے مرغ دل اسے کاش مین زاغ کمان ہوتا کہ تا شاخ کمان پر اُسکے میرا آشیان ہوتا
عزاداری مین ہے اُسکی یہ چرخ ماتمی جامہ کہ جیب چاک کی صورت ہے خط کہکشان ہوتا
نہ ہوتی دلمین گر کاوش کسی کے نوک مژگانکی تو کیون حق مین مرے ہر موے تن مثل سنان ہوتا
نہ رکھتا سنہ پہ دانہ یہ مریض غم کبھی ہرگز اگر تیرا اسیر بوسۂ خال دہان ہوتا
جو روتا مجھکو کچھ تنگنا سے دہر میں عاشق تو جیسے کہکشان مین بھی فلک پر خون روان ہوتا

بگولا گر نہوتا وادی وحشت میں اے مجنوں
تو گنبد ہم سے سرگشتوں کی تربت پہ کہاں ہوتا

ترے خونی جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مژگاں کی طرح سے اسکے دائم خوں چکاں ہوتا

رکاوٹ دل کی اس قاتل کے وقت ذبح ظاہر ہے
کہ خنجر ہے مری گردن پہ رک رک کے رواں ہوتا

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسماں ہوتا

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا
ہے حسرت پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا

بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو تم سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اسکی اجل جائے تو اچھا

کھینچے دل انسان کو نہ وہ زلف سیہ فام
اژدر کوئی انسان کو نگل جائے تو اچھا

اے گریہ نہ رکھ میرے تن خشک کو غرقاب
لکڑی کی طرح پانی میں گل جائے تو اچھا

تاثیر محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

فرقت سے تری تار نفس سینے میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

ہاں کچھ تو ہو حاصل ثمر نخل محبت
یہ سینہ پھپھولوں سے جو پھل جائے تو اچھا

دل گر کے نظر سے ترے اٹھنے کا نہیں پھر
یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا

ق

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر
اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام
اور پھر کہوں گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یونہیں ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جائے یہاں سے
دل اسکا کہیں گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطع رہ عشق میں اے ذوق ادب شرط
جوں شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

رکھے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا
لگی جو مجھ سے کرے تو پیئے لہو میرا

نہ پہونچا گردنِ جاناں تک اور ٹوٹ کے ہائے
پڑا گلے مین مرے دستِ آرزو میرا

مقامِ وجد مین آئین ابھی ملائکِ عرش
جو میکدے مین سُنین شورِ ہاے ہو میرا

عجب نہین ہے مرے سوزشِ محبت سے
کہ تارِ شمع ہو ہر ایک تارِ مو میرا

برنگِ آئنہ چشمِ پُرآب سے میرے
گرا نہ اشک کیا پاسِ آبرو میرا

نہ آئی اے نگہِ یار تجکو کچھ غیرت
کہ آگے تیغِ اجل کے ہے سر فرو میرا

کرون مین کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند
نہین ہے چاکِ جگر قابلِ رفو میرا

مجھے وہ پردہ نشین سامنے کب آنے دے
جو ذکر آنے نہ دے اپنے روبرو میرا

فلک کا رنگ جو اب تک سیاہ ہے اسپر
پڑا تھا سایۂ بختِ سیہ کبھو میرا

ہمیشہ مین ہون اسی داؤگھات مین اَے ذوق
کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

ذبح ہو آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا
مستعدِ حیف ہوا ہاے تو خنجر نہ ہوا

جلکے مین خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر
یہ وہ سیماب ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا

بے چراغ اسکو نرکھو داغِ الم سے اے عشق
خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا

کب صبا آئی ترے کوچہ سے آیار کہ مین
جون حبابِ لبِ جو جامہ سے باہر نہ ہوا

خونِ رگہاے گلو لاشۂ بے سر سے مرے
آگے کب جوش مین فوارے سے سر بر نہ ہوا

عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے
موے سر حلق سے پیدا ہوے اور سر نہ ہوا

ذوق بیمارِ محبت ہے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار ہوا جسکو وہ جانبر نہ ہوا

جان کے جی مین سدا جینے کا ارمان ہی رہا
دلکو بھی دیکھا کیئے یہ بھی پریشان ہی رہا

بعد مردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ گلستان ہی رہا

مین ہمیشہ عاشق پیچیدہ مویان ہی رہا
خاک پر روئیدہ میرے عشق پیچان ہی رہا

پستہ قندی ہے کام غیر مین وہ لعل لب
پر مرے حق مین تو سنگ زیر دندان ہی رہا

بندھ سکا مضمون نہ ہمسے اس دہان تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا

جاہل منکر نہ آئے راہ پر معجز سے بھی
جہل سے بوجہل اپنی نامسلمان ہی رہا

پانون کب نکلے رکاب حلقۂ زنجیر سے
توسن وحشت ہمارا گرم جولان ہی رہا

کب لباس دنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر
خانۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا انہین حیرت فزا
دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیران ہی رہا

حلقۂ گیسو مین دیکھی کس کے رخسار کی تاب
شب مہ ہالہ نشین سر در گریبان ہی رہا

نہ تو دل اور پیکان دونون سینہ مین ہے
آخرش دل بہ گیا خون ہوکے پیکان ہی رہا

سبکو دیکھا اس سے اور اسکو نہ دیکھا جون نظر
وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

آگئے زلفین دلمین بستی تھین اور آنکھین تری
ملک دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا

مجھ مین اسمین ربط ہے گویا برنگ بوے گل
وہ رہا آغوش مین لیکن گریزان ہی رہا

دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت مین
اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

طلسم طرفہ ترا آنسون نے میرے مردمان باندھا
کہ ہے اک اک گرہ مین حاصل صد بحر و کان باندھا

ترے جوڑے کے کھلنے نے مرا دل دلستان باندھا
عجب تقدیر نے عقدہ وہان کھولا یہان باندھا

یہ بہتان کس نے افشاے محبت کا یہان باندھا
جو بعد از مرگ میرے سنکے تونے بدگمان باندھا

ہوئی تشہیر لاش اس ناتوان کی جبکہ پانون مین
کوئی تار نگاہ مور جاے ریسمان باندھا

کیا مجنون مجھے آشفتگی زلف نے کس کی
کہ میرے سر پہ مرغ شانہ نے سر آشیان باندھا

ترا ہنستا جو یاد آیا برنگ قہقہہ مینا
تو مین نے تار اک رونیکا لب پہ ہچکیان باندھا

تڑپکر دامن زین کو نہ آلودہ کرے خون سے
سر فتراک سے کیون تونے صید نیم جان باندھا

نہ جھاڑا غیر کو ہرگز کہ ہوکر جھاڑ لپٹا تھا
مجھی پر گالیون کا مینہ تونے بدزبان باندھا

وہ ہون ناکام سمجھا نامرادی جو مرادین ہین
مرے مرقد پہ چلہ اسنے آکر دوستان باندھا

اڑا دینگے دھوئین اک آہ مین اس چرخ گردان کے
اگر چاہ دھوئین نے ڈھکنے زیر آسمان باندھا

فلک وارستہ پھرنے دے ہے کوئی بےخبر وشو کو
گیا ہے آخرش زنجیر سے بیل دمان باندھا

بلا ہون مضطرب مین بھی اسی سے برق نے دیکر
حصار آپ گرد اپنے شعلہ جوالہ سان باندھا

مرادل آگئے ہی سینے مین اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیال خط سبز یار نے کیون برگ پان باندھا

دل مجروح پر میرے نہ سمجھو داغ حسرت کا
پر طاؤس اس وحشی نے ہے آ دوستان باندھا

کہان دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخل قامت سے
عجب اک گرد نامہ خط نے اے سرو روان باندھا

تپ سوز محبت کے لیئے چارہ نہین قمری
یہ گنڈا اپنے گلون گردن پہ کیون اے تفتہ جان باندھا

سمجھکر موج دریا کو نخب ... ان
امین مثل حباب اے ذوق سینے سر تا پان باندھا

جگر کتنا گیا کیون سینے مین اپنے آتش غم کا
کہ جانے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہان مین عرصہ عشرت ہے سواد چند ہے غم کا
اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

ترے عاشق کو ہے یون خوشگوار آب دم خنجر
کہ اس کو لگے جسطرح شیرین آب زمزم کا

برنگ طوق قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے
کمند گردن دل ہے جو حلقہ زلف پرخم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارض گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سیے جاتے ہین کس سے زخم اس تیغ تبسم کے
کریبان رکھتا ہے بخیہ سوزن عیسی مریم کا

دلیران محبت کو خلش سے اسکی ڈر کا ہے
پس مردن لحد مین بھی ہے عالم چاہ رستم کا

خراش سینہ مین اک رہ گیا ہے ٹوٹکر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہین کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجون کو حسد ہو خاکسار و نیر
تعجب کیا کہ ابلیس لعین دشمن ہے آدم کا

تھا اُسکا وصل کی دولت کا ہے پیغام ایقاظ | لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیر اعظم کا

شہیدا ے ذوق سینے مین ہوئی ہین حسرتین لاکھون
مری جو آہ ہے گویا ہے وہ اک غُل ماتم کا

گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین ملگیا | یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین ملگیا
لذت کر تیغ عشق کی سن مین کے بوالہوس | اک مٹھ سا حلق بریدون مین ملگیا
کیا جانے تیغ عشق کی لذت کو بوالہوس | گو جون صبح وہ حلق بریدون مین ملگیا
گر بعد فقر کے سگ دنیا ہو اختیار | کمبخت پاک ہو کے پلیدون مین ملگیا
کھلا ے کہکشان سے فلک چاک سینہ کو | اُس ماہوش کے سینہ دریدون مین ملگیا
اس شکل سے ہوا وہ طلبگار دید یار | صاف آئنہ کا دیدہ ندیدون مین ملگیا

حب حسین ذوق وہ شے ہے کہ جس سے حر
تھا گرچہ اشقیا مین سعیدون مین ملگیا

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہین کرتا | پر میرا جگر دیکھ کہ مین اف نہین کرتا
کیا تیرے توقف ہے ابھی آنے مین اُنکے | اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا
تا صاف کرے دل نہ مے صاف سے صوفی | کچھ سود و صفا علم تصوف نہین کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے | دنیا کے زر و مال پہ مین تف نہین کرتا
پڑھتا نہین خط غیر مرا اوان کسی عنوان | جب تک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا
کچھ اور گمان گذرے نہ دلمین ترے کافر | یاد اس لیئے مین سورۂ یوسف نہین کرتا

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

محفل مین شور قلقل مینا ے مل ہوا | لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قل ہوا
دریا ے غم نہ میرے گذرنے کیواسطے | تیغ خمیدہ یار کی توبہ کا پل ہوا

پروانہ بھی تھا گرم طپش پر کھلا نہ راز / بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غل ہوا
آئی تھی درد دل کی نہ ہرگز سمجھ میں بات / آوازہ گو بلند مثال دہل ہوا
جسکی نظر پڑا ترا جنبار آتشین / اُسکا چراغ گور نہ تا حشر گل ہوا
بندہ نوازیان تو یہ دیکھو کہ آدمی / جزو ضعیف محرم اسرار کل ہوا

اُس بن رہا چمن مین بھی اے ذوق دلخراش
ناخن سے تیز تر مجھے یہ برگ گل ہوا

اس طپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا / کاش مین عشق مین سر تا بقدم دل ہوتا
آسمان درد محبت کے جو قابل ہوتا / تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا
چھوٹتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسمل شوق / دامن برق اگر دامن قاتل ہوتا
چین پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر / نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا
کرتا بیمار محبت کا مسیحا جو علاج / اتنا دق ہوتا کہ جینا [illegible] مشکل ہوتا
ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صید حرم / رکھکے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا
گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبون مین مرے / زلف ہوتا ترے رخسار کا یا تل ہوتا
آتا کیون مصر مین کنعان سے نکلکر یوسف / جذبۂ شوق زلیخا جو نہ کامل ہوتا
موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان / ہے وہ خودبین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا
آپ آئینۂ ہستی مین ہے تو اپنا حریف / ورنہ یان کون تھا جو تیرا مقابل ہوتا
دل گرفتون کی اگر خاک چمن مین ہوتی / تو جہان دیکھتے ہو غنچہ وہان دل ہوتا
سینۂ چرخ مین ہر اختر اگر تو ہے تو کیا / ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ہاتھ
ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

جو نہ رنگ ریخ ماتم کا یہان نمود ہوتا / تو زمین نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اُسکو سود ہوتا	دل سخت کاش کافر حجر الیہود ہوتا
تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم و وجود ہوتا	تو نہ پھر ظہور ہوتا نہ کہ پہ شہود ہوتا
تری بزم مین تو چلتا کہ تجھے کبھی نہ پہونچتی	جو یہ تخمین تھا دلکو چلنا تو بلا سے عود ہوتا
لب نازک اُسکا کیونکر کبھو بار حرف اُٹھائے	کہ جو سد منہ تبسم سے بھی ہے کبود ہوتا
یہ حیات چند روزہ جو نہ سد راہ ہوتی	تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم و وجود ہوتا
جو حسد کسی کو تجھ پہ ہو تو ہے یہ تیری خوبی	کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا
نہ خاک ہوتا طاہر جو سلگتا اپنے دل کا	تو شرار سنگ تربت مین بھی اپنے دود ہوتا
جو ہین سرگذشتہ اُنکو نہین دینا سر کا مشکل	کہ وہ سر بکف نہ ہوتا جو نہ دست جود ہوتا
جو رقیب زر بکف ہین کبھی ہوتے سر بکف بھی	ترے جان نثار کا سا نہین دست جود ہوتا
ترے در کی جبہ سائی اگر اشک اپنے کرتے	سر قطرہ قطرہ پر اک اثر سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھسا نہین ذوق پہونچا ورنہ
شجر زقوم دوزخ مین بھی خشک و دود ہوتا

اُس نے جب ہاتھ بہت رد و بدل مین مارا	ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا
آنکھ سے آنکھ لڑی پر مجھے ڈر ہے دل کا	کہین یہ جا کے نہ اس جنگ و جدل مین مارا
دل کو اُس کا کل پیچان سے نہ بل کرنا تھا	یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل مین مارا
چرخ ہر بین کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار	تیر نالے نے مرے چشم زحل مین مارا
اُس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی	کہ کبھی دم مین جلایا کبھی پل مین مارا
کون سنتا ہے تری زلف مین دلکی فریاد	کہ مسلمان کو ہے کافر کے عمل مین مارا
عرس کی شب بھی مری گور پہ وہ پھول آئے	پتھر اک گنبد تربت کے کنول مین مارا

ہوا پہ نہ مسید کا انداز نصیب
ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا

مذکور تری بزم مین کس کا نہین آتا
پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

جینا ہمین اصلا نظر اپنا نہین آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہین آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا

بیجا ہے دلا اُسکے نہ آنے کی شکایت
کیا کیجیے گا فرمائیے اچھا نہین آتا

کس دن نہین ہوتا قلق ہجر سے مجھ کو
کس وقت مرا منھ کو کلیجا نہین آتا

ہم رونے پہ آجائین تو دریا ہی بہا دین
شبنم کی طرح سے ہمین رونا نہین آتا

آتا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہین آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم مین
جو جاتا ہے یان سے وہ دوبارا نہین آتا

ساتھ اُنکے ہین ہم سایہ کے مانند ولیکن
اُس پر بھی جدا ہین کہ لپٹنا نہین آتا

غافل ہے بہار چمن عمر جوانی
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہین آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اُس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہین آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام مین اُسکے
آجاتے ہین لیکن کوئی دانا نہین آتا

جاتی رہی زلفون کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمین لٹکا نہین آتا

جو کوچۂ قاتل مین گیا پھر وہ نہ آیا
کیا جانے مزا کیا ہے کہ جینا نہین آتا

آنے تو کہان جائے نہ تا جی سے کوئی جائے
جبتک نہین آتا اُسے غصا نہین آتا

دیتا دل مضطر کو ترے کچھ تو تسلی
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہین آتا

آیا ہے دم آنکھون مین دم حسرت دیدار
پر لب پہ کبھی حرف تمنا نہین آتا

مین جاتا جہانسے ہون تو آتا نہین یانتک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہین آتا

قسمت ہی سے ناچار ہون اے ذوق وگرنہ
سب فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکان نکل آیا
تھا کام تو مشکل مگر آسان نکل آیا

شب ہمنے تہیہ جو کیا توبہ کا ساقی — مغرب سے سحر مہر درخشان نکل آیا
عصمت بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسف کنعان — در ہاے مقفل سے عزیزان نکل آیا
تنگ آکے جو دم تن سے نکلجائے تو جاون — زندان سے کوئی قیدی زندان نکل آیا
ہاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہر مقصود — دریا سے تہی پنجۂ مرجان نکل آیا
رات آہ مین یون سینے سے اک شعلہ سا چمکا — مین نے تو یہ جانا دل سوزان نکل آیا
ناقوس یہ کس دل سے کیا نالۂ جان سوز — یان دلکا دھوان آہ سے بیجان نکل آیا
تھا کوچۂ قاتل مین شہادت کا دفینہ — کھودا جو کنوان گنج شہیدان نکل آیا

دل رکھ کے کہین ذوق کا ہم بھول گئے تھے
تھا گم وہ کئی دن سے مگر ہان نکل آیا

[illegible]

ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا — وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا
بنا تا ہے آئین الفت مین تجھکو — یہ شیوہ تری بیوفائی کا جھوٹا
نہ منھ ڈال خار آبلے مین کہ ہوگا — یہ ساغر مے کہربائی کا جھوٹا
نہ کیون تیرے دانتون سے جھوٹا ہو موتی — کہ دعوے کیا تھا صفائی کا جھوٹا
مجھے نعمت خلد سے بھی ہے بہتر — ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا
ترا قفل ہاتھون مین چمکا رہا ہے — نگین خاتم دلربائی کا جھوٹا
رسائی ہوئی جب کہ دامن تک اسکی — ہوا ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا
مزے لیتے ہوے اگر موت پا دے — یہ پانی مریض جدائی کا جھوٹا
اڑا کر کیا رنگ الفت کو رخ نے — یہ ساغر مے دلربائی کا جھوٹا
گئے طاق ابرو مین تھے حضرت دل — تو دعوے ہوا پارسائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا
مگر وہ نہین آشنائی کا جھوٹا

یان تنگ عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا
جھیلے ہین سخت شکار رکئے پر بھی شیر کا

جس گھر مین ہو بڑائی وہان آدمی نہین
کاشا سمجھئے سیہ کا یا کل کنیر کا

مجنون کی روح دشت مین مانند گردباد
کرتی طواف تھی ترے مجنون کے ڈھیر کا

ہین اُس صنم کے ملنے کے رستے تو سینکڑون
پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہے پھیر کا

دم آچکا لبون پہ ہے آنکھون مین انتظار
بے دید جلد آ کہ نہین وقت دیر کا

چھوڑا نہ ایک دانۂ اخترِ سحر تلک
گردون کو لگ گیا جو مزا تب شبگیر کا

کوٹھے پہ اُن کے خوب نہ پہنچے آج رات کو
تھا ہاتھ آگیا جو سہارا منڈیر کا

ہوتے زبان حال سے مضمون ہین دو ادا
جس مین نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا

زیبا ہے ذوق خرقۂ درویش مرد کو
برقع کبھی نہ پائے گا نامرد شیر کا

دریاے اشک چشم سے جس آن بہ گیا
سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا

دل بے گدازِ عشق کہ خون ہو کے ڈھلکے ساتھ
سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون
کیا ڈیڑھ چلو پانی مین ایمان بہ گیا

ہے موجِ بحرِ عشق وہ طوفان کہ الحفیظ
بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا

دریاے اشک سے دمِ تحریر حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا

یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پانون کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہ گیا

تھا تو بہا مین بیش پر اُس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعلِ بدخشان بہ گیا

کشتی سوارِ عمر ہین بحرِ فنا مین ہم
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا

تھا ذوق پہلے دلّی مین پنجاب کا سا حسن
پر اب وہ پانی کہتے ہین ملتان بہ گیا

سرو عاشق ہو گیا اُس غیرتِ شمشاد کا
غل مچا یا قمریون نے ہے مبارکباد کا

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا ⁂ خوب طوطی بولتا ہے ان دنون صیاد کا

روز مرگِ عاشقِ ناشاد ہے شادی کا دن ⁂ ہے بجائے شور ماتم غل مبارکباد کا

آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہین یہ سخت جان ⁂ کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا

کچھ گداز عشق مین ہوتا اثر تو دیکھتے ⁂ کوہ کے چشمون سے ہوتا خون روان فرہاد کا

ہو سبق آموز شوخی گر پری کو چشم شوخ ⁂ کام لے موجِ نگہ سے سیلئ استاد کا

سوزش غم سے ہزارون داغ جل جلکر پڑے ⁂ ہوگیا پیرا کفن جامہ مگر حداد کا

سرو موج آب جو سے پا بہ زنجیر ہے ⁂ دیکھ لو آزاد کو یہ حال ہے آزاد کا

آبداری ہے تری تلوار مین یا ہو گیا ⁂ آب زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا

یاد کرتا ہے مجھی کو پہلے وقتِ قتلِ عام ⁂ کیون نہ مین کشتہ ہون اے قاتل تری اس یاد کا

مین ہون چکر مین لگی جس دن سے دنیا کی ہوا ⁂ حال میرا ہے بعینہ آسیائے باد کا

سر ترے کشتہ کا دیکھے گا نہ ہرگز روئے خاک ⁂ لے اڑے گا شوق پابوسی اسے جلاد کا

سلسلہ مین لفظ و معنی کی نہ آیا دل کبھی ⁂ ابجد عالم مین گویا تھا الف آزاد کا

یون تو ہے استاد شیطان پہ کہون کیا تجھکو دل ⁂ تو تو شاگردی مین بھی استاد ہے استاد کا

ذوق حیران ہے بہت فکرِ کشادِ کار مین ⁂ یا علی مشکلکشا یہ وقت ہے امداد کا

مرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا ⁂ دہانِ زخم سے خون ہو کے حرفِ آرزو نکلا

مرا گھر تری منزلگاہ ہو ایسے کہان طالع ⁂ خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رو نکلا

پھرا اگر آسمان تو شوق مین تیرے ہے سرگردان ⁂ اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا

مئے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دھوکا ⁂ کہ تھا لبریزِ غم اس خمکدہ سے جو سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا ⁂ رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

کہین مجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے اک جہان ڈھونڈھا ⁂ پھر آخر دل ہی مین دیکھا بغل ہی مین سے تو نکلا

خجل اپنے گناہون سے ہون مین یان تک کہ جب رویا
تو جو آنسو مری آنکھون سے نکلا سر فرو نکلا

گھسے جب ناخن تدبیر اور ٹوٹی سر سوزن
مگر تھا دل مین جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اُسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جسکو
جسے یان دوست اپنا ہمنے جانا وہ عدو نکلا

جب بیجان ہون کوچۂ قاتل مین لوٹتا
قاتل ہے لوٹنے پہ مرے دل مین لوٹتا

لیلی کے شوق وصل مین مجنون کو دیکھنا
کیا کیا ہے راہ ناقۂ محمل مین لوٹتا

غیرون سے دیکھ دیکھ تری گرمجوشیان
مین آگ پر ہون رشک سے محفل مین لوٹتا

دی لب نے ترے غنچہ کو اکسیر مسکرات
گل ہوکے ہے جو پاے عنادل مین لوٹتا

کعبہ کا رخ ہے اور ترے درد فراق سے
مین اے صنم ہون پہلی ہی منزل مین لوٹتا

دل کا سا ہوتا گر دُرِ غلطان کو اضطراب
پھرتا تمام دامن ساحل مین لوٹتا

سودائیون کے دل پہ تری یاد زلف مین
اک سانپ سا ہے قید سلاسل مین لوٹتا

کس کس مزے سے لوٹتے ہین میکدہ مین مست
ہے ایک کے جو ایک مقابل مین لوٹتا

بے آب تیغ ماہی بے آب کی طرح
اے ذوق دل ہے سینۂ بسمل مین لوٹتا

عالم ہے زندگی مین زمانہ شباب کا
گلشن مین برگ برگ ہے پھول آفتاب کا

جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تاب عتاب کا
جلتا نہین ہے برق سے دامن سحاب کا

اے گلرخو نہ چھیڑنا دامن سحاب کا
دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا

اس گل بغیر طوطی بسمل سے کم نہین
سبزہ مزار عاشق پُر اضطراب کا

صد پارہ دل ہے گنجفۂ عشق ہو گیا
اور ہر ورق پہ نقش ہے حلم آفتاب کا

ہے دل جلون کے واسطے نامہ بر تو خوب
اڑنا مگر محال ہے مرغ کباب کا

ٹپکے اگر عرق گل رخسار سے ترے
دریا مین ہر حباب ہو شیشہ گلاب کا

اے آفتاب تیرے رخ تابناک سے — کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہیں ذوق ضبط آہ
موج دخان سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

نالہ جب دل سے چلا سینہ میں پھوڑا اٹکا — چلتی گاڑی میں دیا عشق نے روڑا اٹکا

جلد آ وعدۂ دیدار پہ اے وعدہ خلاف — کب تلک انکار ہے دم آنکھوں میں تھوڑا اٹکا

توسن عمر رواں ہر نفس اڑتا ہی رہا — کبھی میدان فنا میں نہ یہ گھوڑا اٹکا

بھاگا مجنوں مری وحشت سے بگولے کی طرح — سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا اٹکا

لے گئے مر کے بھی اے ذوق رکاوٹ دل میں
ہاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا اٹکا

ہر گام پہ رکھے ہے وہ یہ ہوش نقش پا — ہو خاک عاشقاں نہ ہم آغوش نقش پا

افتادگاں کو بے سر و ساماں نہ جانیو — داماں خاک ہوتا ہے روپوش نقش پا

اعجاز پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ میں — بول اٹھے منہ سے ہر لب خاموش نقش پا

اس رہ گذر میں کس کو ہوئی فرصت مقام — بیٹھے ہے نقش پا بسر دوش نقش پا

جسم نزار خاک نشیناں کوئے عشق — یوں ہے زمیں پہ جیسے تن و توش نقش پا

فیض برہنہ پائی مجنوں سے دشت میں — ہر آبلہ بنے ہے در گوش نقش پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ ذوق اسکے ہم آغوش نقش پا

جل اٹھا شمع نمط تار رگ جاں میرا — آہ روشن جو ہوا کلبۂ احزاں میرا

ملنے دیکھا جو لب زخم تو بولا قاتل — آج تیرا ہے دہن اور نمکداں میرا

کر کے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے کہ ہوش — دیکھ تو کچھ نہ خوں سے کہیں داماں میرا

اے جنوں دن سے سوا رات کو دھوم کرے ہے — مہر گردوں ہو جو داغ دل سوزاں میرا

خارِ وحشت سے کہو چھوڑ دے دامن دلکا
ہے خط جادہ ترا چاک گریبان میرا

دھیان مین آئینہ رخ کے گئی جان نکل
رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیران میرا

اے جنون تو بھی ہو دنیا مین یونہین خانہ خراب
خاک در خاک کیا خانۂ ویران میرا

نظم معنی کا بکھر جائے ابھی حرف سے حرف
باندھین گر اہل سخن حال پریشان میرا

خندۂ جام کو مینا کے لبون پر رکھ دو
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لب خندان میرا

اپنا رونا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھ خندان ہو جو وہ دیدۂ گریان میرا

رکھتے تھے جو کشور کسرےٰ و قیصر زیر پا
ہے اُنھی کا آج سر با تاج و افسر زیر پا

اے جنون ہم پا برہنہ گرم پتھر زیر پا
دو پہر ہے سایہ بھی بیٹھا ہے چھپکر زیر پا

تم چلو رکھ کر جو میرا دیدۂ تر زیر پا
پل ہون بحرِ اشک پر مژگان سراسر زیر پا

خاکساری کو ہماری مل گئی اکسیر عشق
اب تو پارس ہوگا جو آئیگا پتھر زیر پا

میری آنکھونکو ملو تم لے کے تلوون کے تلے
کیون نشہ مین توڑتے ہو رکھ کے ساغر زیر پا

ہے نمازِ کشتۂ قامت بجائے جانماز
اے قیامت لا بچھا دامان محشر زیر پا

زیر دستی پر بھی ہے موذی سے لازم احتراز
جب دبیگا سانپ کاٹیگا مقرر زیر پا

ہین ترے مجنون کے مژگان وادی وحشت کے خار
راہ آنکھون کے نکل آئے ہین چُھپکر زیر پا

بوتۂ گل مہندی کے گلبن رشک گل گملون مین تو
آ کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیر پا

فاتحہ عاشق کا دیتا ہے تو واجب ہے ادب
اپنے کفش پا کو رکھلے پا سے باہر زیر پا

غرق ہون وہ کشتی شکستہ بحر الفت مین صبا
ایک تختہ رہ گیا ہے جس کے بچ کر زیر پا

قصر تن کو ذوق سب غارت کریگا ایکدن
چونٹیون کا پھر رہا ہے یہ جو لشکر زیر پا

دشمن جان یکبیک سارا زمانہ ہو گیا
ہائے تاثیر محبت یہ ستم کیا ہو گیا

تم مین تھا یا مجھ مین تھا دل پھر کہو کیا ہو گیا
دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جس کو اے ظالم تری مژگان کا کھٹکا ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہوا دُبلا کہ کانٹا ہو گیا

ہمنے اُن سے دوستی کی وہ ہین کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہمنے اور وان کیا ہو گیا

بادۂ گلگون نے رنگِ رُخ کو روشن کر دیا
پہلے تھا گلرنگ مکھڑا پھر بھبھوکا ہو گیا

جب اُٹھا تابوت تیرے کشتۂ حسرت کا آہ
شور ماتم تھا کہ اک عالم مین برپا ہو گیا

تم نے کل عزمِ سفر کا ہم کو تھا بھیجا پیام
لو سفر یان آج دنیا سے ہمارا ہو گیا

پھر چلو اے حضرتِ دل ہو چکا ملنا بس اب
آج گھر مین غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا

مرنا جینا ایک جانا ہے نگاہون پر تری
جس نظر سے آنکھ بھر کر تونے دیکھا ہو گیا

خط لکھا مجھکو تو اُس مین نام بھی پورا نہ تھا
کیا کہون قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا

وہ تو خود شعلہ تھا جب مین نے کہا ہو شعلہ خو
اس لطیفہ سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا

غیر کے گھر ہم سے تو اڑ کر اگر پہنچا تو کیا
تیرے جانے کا تو اک عالم مین چرچا ہو گیا

گرم ہو کر آتا ہے منہ پر مرے طفلِ سرشک
دیکھ کیا اے چشمِ تر ابتر یہ لڑکا ہو گیا

کر دیا تیغ نگہ نے ایک عالم کا ہے خون
نام بد نام اے صنم ناحق قضا کا ہو گیا

یادِ زلفِ عنبرین مین رات یہ آہین بھرین
گنبدِ گردون سیہ سارے کا سارا ہو گیا

ذوق نے جو زلف کو چھیڑا تو لے مجھسے قسم
تونے خود چھیڑا اُسے اور برہم اتنا ہو گیا

کوہ کے چشمون سے اشکونکو نکلتے دیکھا
اے صنم پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا

ضعف سے سینہ مین آتا ہے مرا دم جس طرح
ریگ کو شیشۂ ساعت مین نہ چلتے دیکھا

تھا ہمین اس باغ مین نخلِ گلِ آتشبازی
پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا

اُس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا اسکو فروغ
آگے کالے کے دیا کسنے ہے جلتے دیکھا

اے صبا جنبشِ سبزہ کے سوا کسکو بھلا
مور چل گورِ غریبان پہ ہے جھلتے دیکھا

جو چڑھا اوج فنا پر وہ گرا سایہ نمط / پانوں اس کوٹھے پہ ہے سب کا پھسلتے دیکھا

کوے جانان میں ہے دل جیسا گیا قابو سے / ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا

زلف کہتی ہے درِ گوش سے دکھلادے کوئی / گر سرِ بھینہ سے ناگن کو ہو سے ٹلتے دیکھا

کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی / شاخ آہو سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا

اشک کو لیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں / گاہوارہ میں یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا

جا چھپا شرم سے ظلمات میں جو آبحیات / تجکو دانتوں پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا

کوے جانان سے ہم اور خلد سے آدم نکلے / اُن کو دیکھا نہیں پر ہم کو نکلتے دیکھا

خانۂ دل کے سوا آتش غم سے اے ذوق / سامنے آنکھوں کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

برنگِ گل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا / کہ ہے باغِ جہان میں غنچۂ تصویر دل میرا

خط عارض کا تیرے رات دن جو دھیان لکھتا ہے / تلاوت کرتا ہے قرآن با تفسیر دل میرا

ورق پر سینہ کے کھینچا ہے تار اشک سے سطر / کریگا شرحِ دردِ عشق کی تحریر دل میرا

سنبھالے رکھ ذرا اے آسمان تو کچھ اپنے اوج / زمین پر کھینچتا ہے نالۂ شبگیر دل میرا

بتوں کی سرد مہری نے کھلا دی زعفران لیکن / کرے کیا گرمجوشی ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشم فسوں گر نے کہاں سیکھا تھا یہ جادو / کیا ہے اک نگہ میں اے پری تسخیر دل میرا

تصور میں کسی تیغ نگہ کے کشورِ اُلفت / ہوا تسخیر کرکے صاحب شمشیر دل میرا

بتو گر حسن کی دولت سے تم ہو بن گئے پارس / ہوا ہے کیمیاے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منت کی زنجیر انکو پہنے اس نے دیکھا تھا / ہے ابتک پہنے تار اشک کی زنجیر دل میرا

نشان تو یہ ہے مت ٹال فردا سخن کا دیکھیں / قیامت میں ترا تا ہو وے دامنگیر دل میرا

جنون کا عشق ہے گر ذوق تو ساری خدائی میں / کریگا شہر شہر اک دن سبھے تشہیر دل میرا

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہین لانا اچھا
وہ جو کچھ کہین تو تم بھی کہے جانا اچھا

تم نے دشمن ہے جو اپنا نہین جانا اچھا
یارِ نادان سے تو ہے دشمنِ دانا اچھا

پھول گل مہندی کے لالا کے نہ ہاتھون ملو
خونِ عاشق نہین مرقد پہ بہانا اچھا

طائر جان کے سوا کوچۂ جانان کیطرف
نامہ بر کون ہے جو کیجے روانا اچھا

طاقِ ابرو کے تصور مین دلا کھینچ نہ آہ
سمتِ کعبہ پہ نہین تیر لگانا اچھا

بدگمان دیکھو کچھ اس مین بھی نہ ڈالین رخنہ
روزن در سے نہین آنکھ لڑانا اچھا

آتش عشق ہے سینہ مین دبی دیکھ اے چشم
اب نہین دامنِ مژگان کا بلانا اچھا

بیٹھ رہ کرکے قناعت کہ بشکل مہ نو
چھوڑے آدھی تو نہین ساری کو جانا اچھا

مرغِ دل نے نگہِ یار سے پوچھا اُڑ کے
پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہین نشانا اچھا

جان تو دم مین نہین تم اور وہ لیے تیغ دو دم
کہتے ہین دیکھو نہین دم کا چرانا اچھا

طرۂ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفون کو
لا ڈ ارہ کہ یہی اسکو ہے ستانا اچھا

ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خم پر ہاتھ
کہ گھٹا مین نہین ہمت کا گھٹانا اچھا

جل سکے گر قطرۂ خون دل کا ہوا اشک آلود
تو نہین نیچے مژگان سے گرانا اچھا

گردشِ عمر مین تسبیح سلیمانی کا
آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا

سامنے یار کے اے ذوق بہاتا آنسو
ہے تو چاہت کے جتانے کو بہانا اچھا

اچھا ہے عالم مین فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھو چمکے ہے شرر ہو کے ہی پتھر سے جدا

کیجو مشاطہ نہ سبزہ گوشِ دلبر سے جدا
بد نما ہے گر رکھین مینا کو ساغر سے جدا

دل مرا یارب ہو نہ زلفِ عنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے یہ سودا ہو نہ سر سے جدا

لکھے شرح سوزشِ ہجران جو تیرا بیقرار
ہون تڑپ کر جون شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

ذوق پاے نگارین کا [illegible]
قطرۂ خون بھی نہ ہو گا نوکِ نشتر سے جدا

شیشۂ دل مین ہے کیا چمکا شرار عشق یار
شیشہ گر رکھ تو بھی شیشہ کو نہ اخگر سے جدا

خط شرح ناتوانی ہو گیا اُڑتے ہی آہ
جون پر کمزور بازو سے کبوتر سے جدا

حضرت آدم کو شیطان نے نکالا خلد سے
غیر نے ہمکو کیا ہے کوئے دلبر سے جدا

ذوق ہے ترک وطن مین صاف نقص آبرو
بکتے پھرتے ہین گہر ہوکر سمندر سے جدا

لخت دل اور اشک تر دونون ہم دونون جدا
ہین روان دو ہمسفر دونون ہم دونون جدا

ہین نہ چکوا ہون نہ وہ چکوی پھر یہ آخر کس لیے
رہتے ہین شب تا سحر دونون ہم دونون جدا

وصل کی شب نکہت و گل کی طرح ہم اور وہ
رہتے ہین باہم گر دونون ہم دونون جدا

شکل عکس و آئینہ تیرا خیال اور میرا دل
آ گئے ہین سیمبر دونون ہم دونون جدا

ذوق ہین سینہ مین اوراق جلاجل کی طرح
دل جگر با شور و شر دونون ہم دونون جدا

لعل لب دندان صنم کا دل نے جب سے خیال کیا
صم بکم کہکے ہے گویا ہمنے زبان کو لال کیا

لیگا دلا اس عشق سے کیا تو جس لئے ہے کوہ و صحرا مین
مجنون کا وہ حال کیا فرہاد کا ہے وہ حال کیا

پھرتا ہے تو اے چاند کے ٹکڑے لب کہ شب وا انکھو نہ
دل نے روشن ہوکے شفق قت کو ہے روز وصال کیا

آتش گل سے ہی روشن ہیان یہان چمکا ہمارے دل کا جنون
موسم گل نے کیا ہنگامہ گرم ہے اب کے سال کیا

سادہ رخون کی جو صحبت تیری ہی تھی یہ سادہ دلی
منہ پھیر کے اُس شوخ نے اپنا کالا منہ آخر حال کیا

سو ظلم ایسا لاؤن کہان سے جو یہ کہو سے تحریر مین
حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موئے تن ہے وبال کیا

نامۂ یار کو رکھیو تو ہمدم میرے زیر کفن
نامہ جواب نامہ سے اپنا دیا ان جو کسی نے سوال کیا

شمع نمط ہر خار چمن کی انگلی جلتی جاتی ہے
آبلون مین تیرا غیب ستا گر تو ناحق کیون پامال کیا

آگ ہے دل مین درد جگر مین نالہ مین لب پہ فغان
عشق نے اُسکے ذوق ہمارا دیکھو تو ہے یہ حال کیا

ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگدل پیدا ہوا
ہول دل پیدا ہوا آزار سل پیدا ہوا

تیرہ بختی بھی اُسی دن اپنی روشن ہو گئی
روئے تابان پر تمھارے جب تل پیدا ہوا

یا الٰہی کیا کہوں تیری عنایت کے سوا
میں نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہوا

غیر کے چھلنے سے داں تو نے جو گل کھائے تو یاں
داغ تازہ داغ دل کے متصل پیدا ہوا

اُس لب لعلین پہ ہے یہ جلوۂ رنگ مسی
یا کہ نافرمان ولالہ مشتعل پیدا ہوا

کر کے وعدہ رات کو جو راہ سے تو پھر گیا
وہم کیا دل میں یہ اے پیمان گسل پیدا ہوا

خاکساری نے اُسی دن روشنی پائی تھی ذوق
آدم خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہوا

رکھ دل جلوں کی خاک پہ تو بافراغ پا
سوز دروں وہی ہے پہ ہونگے نہ داغ پا

تو باغ میں رکھے اگر اے رشک باغ پا
پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہو دریغ پا

وہ اور میرے گھر میں رقیبوں کو لے کے آئے
بلبل کے آشیاں میں رکھے حیف زاغ پا

گر کوئے یار میں نہیں ملتا پتا تو پھر
تو کوئے زلف یار میں دل کا سراغ پا

رو دیگی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشم آبلہ
جوش جنوں میں رکھ نہ سکوں کوہ و راغ پا

ہم دل جلوں کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم
اس سے تو ڈال دیکھو میاں ایاغ پا

اُس گل سے گر اجازت پابوس ہو نصیب
ہو جائے جھوم جھوم کے دل باغ باغ پا

اُچھلے ہے شیخ وجد میں اس طرح بار بار
جس طرح بدلگام ہو گھوڑا چراغ پا

ساقی کا دور چشم ہو گر بر کنار آب
پائے حباب آب رواں سے ایاغ پا

ہے جی میں آب جو نمط اے سرو خوش خرام
دھو دھو پیا کریں ترے سب نے دماغ پا

اے ذوق کیوں چمن میں وہ گل جائے جس کے ہوں
رنگ حنا سے غیرت صد یاسمن باغ پا

تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں بہتر پیدا
اگر کیا اُسکو پیمبر تجھے کافر پیدا

ہو جہاں کشتۂ مژگاں کا تمھارے مدفن
عوض سبزہ ہو واں خاک سے نشتر پیدا

عاجزی سے رہے آئے نہ ہوا میں کمزور
موت ہے چیونٹی کی ہو دیں اگر پر پیدا

قصد پرواز کرے کیوں نہ مرا طائر روح
تیرے خنجر سے جو پہلو میں ہو نشتر پیدا

خط ترے شعلۂ رخسار پہ ہے معجز حسن
ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکر پیدا

خاک دل سوختہ یک مشت ہو گر صرف چمن
ہو دیں غنچوں کی جگہ باغ میں اخگر پیدا

رخ روشن پہ عیاں ہیں جو عرق کے قطرے
کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوئے اختر پیدا

درفشاں وقت سخن ہیں لب رنگیں تیرے
ہوتے گویا ہیں یہاں لعل سے گوہر پیدا

اشک گرم ایک بھی دریا میں جو ٹپکے میرا
جائے ماہی ہو تہ آب سمندر پیدا

آسماں سخت مزاجوں کو ہنر دیتا ہے
دیکھ لو ہوتے ہیں فولاد میں جوہر پیدا

سر کٹانے میں مزا وہ ہے کہ جی چاہتا ہے
سر ہر موئے بدن ہو وے جدا سر پیدا

بے مکیں ہوتی نہیں زیب مکاں کی اے ذوق
خانۂ دل سے تو کر لو رخ دلبر پیدا

تمہارے ہاتھوں کوئی آہ اسے گردوں نہ ٹھہریگا
ولیکن تو بھی گر چاہے کہ میں ٹھہروں نہ ٹھہریگا

جو تعلّق کرنا قیس لیلے سر ہاموں نہ ٹھہریگا
اگر سو کوس ہو گا نجد تو مجنوں نہ ٹھہریگا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جائے مستغنی
اگر ہاتھ آئیگا گنجینۂ قاروں نہ ٹھہریگا

گرا ہوں چشم ساقی سے مری تصویر میں بھی گر
پلا دیگا کوئی جام مئے گلگوں نہ ٹھہریگا

ٹھہر بالیں پہ اے ہمدم کوئی دم تو ٹھہرنے دے
ابھی سے کیا کہوں حال دل محزوں نہ ٹھہریگا

پتا لگے ہو علاج اشک جو اس خال کا بوسہ
طبیبو آب نزلہ ہے کہ بے افیوں نہ ٹھہریگا

یہی ہے دل کی بیتابی تو بعد از مرگ بھی قاتل
نہ ٹھہرا ہے زمیں پر عاشق محزوں نہ ٹھہریگا

قتل کرتی ہے نگہ سے شہرہ نگاہ یار کا
سچ کہا ہے بارڈھ کاٹے نام ہو تلوار کا

گر دکھاؤن عالم اپنے نالۂ زار کا
کام لون ہر تار مو سے تار موسیقار کا

کوچۂ زلف بتان مین دل پڑا ہوگا کہین
جو چھپتے ہو کیا کھٹکا نا اُس جدائی خوار کا

کعبے کے دیوار و در سے نور کے جلوے اُٹھین
گر پڑے سایہ مرے بتخانہ کی دیوار کا

آنسوؤن مین شمع بالین سے برستے ہین جو پھول
مین شہید ناز ہون کس آتشین رخسار کا

استخوان اس سوختہ جان کی نہ کھانا زینہار
اے ہما یہ رزق ہے مرغان آتشخوار کا

نالۂ بلبل مین گر پیدا اثر ہوجائیگا
خندۂ گل خندۂ زخم جگر ہوجائیگا

کشتی بحر شہادت ہے ترے بسمل کو تیغ
اب ادھر سے دیکھتا دم مین اُدھر جائیگا

ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائیگا خبر
کیا خبر تھی جاکے وان خود بے خبر ہوجائیگا

شکل تو دیکھو مصور کھینچے گا تصویر یار
آپ ہی تصویر اُس کو دیکھکر ہوجائیگا

آدم دوبارہ سوے بہشت برین گیا
دیکھو جہان خراب ہوا پھر وہین گیا

دنیا گئی کہ عشق مین ایمان و دین گیا
وہ دل گیا تو جانئے کچھ بھی نہین گیا

خورشید وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا
آخر کو پھر جو دیکھا تو زیر زمین گیا

دیکھا کہین نہ اسکو جو دیکھا تو اپنے پاس
مین ہی بعید دور جون نگہ دوربین گیا

کیا کیا مزا نہ تیرے ستم کا اُٹھا لیا
ہم نے بھی لطف زندگی اچھا اٹھا لیا

یون لا اُٹھے وان سے ہم دل سیپارہ کر
دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

جو بار آسمان و زمین سے نہ اُٹھ سکا
تو نے غضب کیا دل شیدا اٹھا لیا

[illegible] ہم نے جب سے پاس صنم سے بٹھا لیا
دونون جہان سے دست تمنا اُٹھا لیا

کیا کہین اُس سے جو ہو ہم سے زیادہ جانتا — وہ ارادہ ہے ہمارا ہے ارادہ جانتا
بولتا بڑھ بڑھ کے اتنا کیون بشر مستِ غرور — گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا
گرتا ہے جب نالہ اپنا عالم بالا کی سیر — ہے فلک پر کہکشان کو خط جادہ جانتا

آفتابِ حسن کو کیا خاکسارون کا ہو درد
پا فتادہ کا ہے درواز پا فتادہ جانتا

کرون دردآشنا کیونکر دل احباب اپنا سا — بلا سے جیسا مین ہون ڈھونڈھ لون بیتاب اپنا سا
فلک سجدہ کرین آدم کو کیا ذرہ نوازی ہے — خدایا بندہ کو اپنے اُس نے خود آداب اپنا سا

آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا — آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا
کیا طبع مین جودت ہے چٹ دل کی اڑا جانا — ہونٹون کا یہان ہلنا وہان بات کا پا جانا

اے دل نہ راہِ عشق کشادہ سمجھ کے جا — یان اژدہا ہے ہر خط جادہ سمجھ کے جا
عیارِیون سے یار کی نالان ہے کیون دلا — اُسکو نہ اپنا دوست زیادہ سمجھ کے جا

اگر ریقصان نہ سر اپنا سنان یار پر دیکھا — تو سربازی کا اپنے کیا تماشا اپنا سر دیکھا
جہان باریک بین و ناتوان بین اسقدر دیکھا — ہلال انتیسوین کا سب کو منظور نظر دیکھا

رہیگا تشنہ لب سیراب یہ بسمل نہ ہو ویگا — میسر جب تلک آب خنجر قاتل نہ ہو ویگا
کوئی اسے لالہ رخدا عاشقان کا قائل نہ ہو ویگا — اگر مہر گواہی میرا داغ دل نہ ہو ویگا

چاندنی نے رات مجھ پر روپ یہ دکھایا تھا — مجھ کو ماہتابی پر دھوپ مین بٹھایا تھا

بعد فراق کوئی دن ایسا نہ وصل کا ہوا	وہ کہیں تم کو کیا ہوا ہم کہیں تم کو کیا ہوا
آدمی گر ہو مکدر کیا قصور ادراک کا	خاک کا پتلا ہے یہ کچھ تو اثر ہو خاک کا
کیوں کہہ کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا	کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
وہ دیکھیں کس طرح ہے روز فرقت دیکھکر جیتا	کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھکر جیتا
جب قیامت قد ترا اے رشک گلشن بن گیا	اختر صبح قیامت خال گردن بن گیا
نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا	ورنہ آدم میں دھرا کیا تھا وہی پردہ تھا
بعد قاف عشق تھا جو درس مکتب خانہ تھا	کاف کن کے ماسبق کیا جانے کیا تھا کیا تھا
مژہ پیکاں کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا	مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا
دل بے گریہ گلی میں ہو کر قدم گڑنے لگا	اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا
دل کی طپش سے زخم جگر کا وات جو ٹانکا ٹوٹ گیا	طائر جان جو رشتہ بپا تھا فرصت پاکر چھوٹ گیا
ضبط گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا	چشم تر کے کوزہ میں دریا بند کر دکھلا دیا

ہاتھ آکر دلِ وحشی جو کوئی چھوٹ گیا
ہوسِ صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا

لگا ہے تیرِ دل پر آہ کس کافر کی مژگان کا
نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکان کا

دل کہان جس پر گمان ہو غنچۂ تصویر کا
ہے کوئی سینہ مین خون آلودہ پیکان تیر کا

چشم و نگہ کو تیرے بدنام کیون کریگا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا

عہد پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اُچھلنا کودنا

مسجد مین اُس نے ہم کو آنکھیں دکھا کے مارا
کافر کی دیکھو شوخی گھر مین خدا کے مارا

ہوئے انسان ہم درد محبت کے لیئے پیدا
فرشتے ہوتے گر ہوتے عبادت کے لئے پیدا

یارب یہ اس زمانہ کے لوگون کو کیا ہوا
جس کا برا ہوا اُن کو یہ کہنا بھلا ہوا

آج غصہ سے ادھر کو دستِ قاتل اُٹھ گیا
بس بھروسا زندگی کا ہم کو اے دل اُٹھ گیا

آخر گلِ اپنی خاکِ درِ میکدہ ہوئی
پہنچی وہین یہ خاک جہان کا خمیر تھا

ہو گیا نامۂ شوق اُن کو سب ازبر میرا
کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

کچھ رازِ نہان دل کا بیان ہو نہین سکتا
گونگے کا سا ہے خواب بیان ہو نہین سکتا

سبزۂ خط اے خضرِ طریقت کہ تا رسم الخط ہے جدا
خطِ بتان ہے خطِ الٰہی لکھے مو لے پڑھے خدا

ردیف بائے موحدہ

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جامِ شراب
لب پہ توبہ ترے دل مین ہوس جامِ شراب

لب تک اُسکے جو ہوئی دسترس جامِ شراب
بنگیا خالِ لب اُسکا مگس جامِ شراب

سمجھے کا مستی مین وہ صاحب ہوس جامِ شراب
عکس خال اپنا جو سمجھا مگس جامِ شراب

بازگشت اپنی ہے یون جانبِ قسّامِ ازل
جیسے ساقی کی طرف بازپس جامِ شراب

دستِ بدست سے کی لوٹ کے فریاد بہت
نہ ہوا کوئی بھی فریادرس جامِ شراب

جوشِ مستی ہے عجب قافلہ جسمین کہ نہین
بے شکست ایک صدائے جرس جامِ شراب

محتسب شعلۂ آواز سے جل جائے گا
ٹوٹا گر ایک دلِ آتش نفس جامِ شراب

رات میخانے مین ساقی جو نشے مین بہکا
حسن شیشہ کو لگا کہنے حسن جامِ شراب

مرغِ دل نرگسِ میگون کی ہے مژگان مین اسیر
تازہ مضمون ہے جو باندھون قفس جامِ شراب

دل شکستہ ہون وہ مین ٹوٹ گئے ہون سو ٹکڑے
نام لکھدے جو کوئی میرا پس جامِ شراب

ساقی اُس دور مین کب آنکھ چرا سکتا ہے
رات بھر گشت کرے ہے عسس جامِ شراب

نوشدارو سے بھی بہتر ہے دمِ رنجِ خمار
ساقیا شربتِ فریادرس جامِ شراب

بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے
بے زبان ہے جو دہان جرس جامِ شراب

ابلق چشم سیہ مست کو تیرے دیکھا
ورنہ ابتک نہ سنا تھا فرس جامِ شراب

سمجھے میخانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز
سرِ جمشید پہ اُڑ کر مگس جامِ شراب

نخلِ مینا سے خدا جانے کہ ساقی کس کو
پہلے پہونچے ثمرِ پیشرس جامِ شراب

بادۂ صاف مین آیا ہے کہان سے تنکا / عکس مژگان ترا سیکش ہے خس جام شراب
مجھکو دے بوسۂ دندان بھی پس از بوسۂ لب / اچھے نقل نمکین چند پس جام شراب

ذوق جلدی مئے گلرنگ سے بھر ساغر گل / لب نازک کو ہے اُسکے ہوس جام شراب

ہو ہجر مدتون جو ہو وصل ایکدم نصیب / کم ہوگا کوئی مجھسا محبت مین کم نصیب
ہون میری خاک کو جو تمھارے قدم نصیب / کھایا کرین نصیب کی میرے قسم نصیب
بہتر ہین لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم / اپنے زہے نصیب کہ ہون یہ ستم نصیب
ماہی ہو یا ہو ماہ وہ دے ایک یا ہزار / بیداغ ہون نہ دست فلک سے درم نصیب
ہے خوش نصیب عشق مین اے بوالہوس وہی / جسکو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب
غافل جو دم کی آمد و شد سے نہ ہووے تو / ہر دم ہے تجکو سیر وجود و عدم نصیب
سو بار جون قلم ہو زبان شمع کی قلم / اک حرف ہو نہ مثل زبان قلم نصیب
مجنون سیاہ خیمۂ لیلی کے گرد پھر / اے خوش نصیب تجکو طواف حرم نصیب
دے جسکو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام مے / ساقی دئے خدا نے اُسے مثل جم نصیب
ایمان ہے ترا شوق لقا جس کو یہ نہو / دیدار اُس سے خدا کا نہو اے صنم نصیب

جانتے ہین کو ہے یارب اسمین جو ہو سو ہو / اے ذوق آزماتے ہین آج اپنے ہم نصیب

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب / کام چور اس کام پر کس منھ سے اُجرت کی طلب
حشر تک دے لین ہی اُس سرو قامت کی طلب / یہ طلب اپنی تھی یارب کس قیامت کی طلب
دل تنگ ہو جائے نہ جبتک اور پھڑک جائے نہ جان / کم ہو قلیان کشش سوز محبت کی طلب
واسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہیئے / اور یہان فرصت کہان جیتے جی فرصت کی طلب
ہو مبارک خضر کو سرچشمۂ آب بقا / ہے ہمین کب اے سکندر ایسی دولت کی طلب

دو درہ اور دیرست رہ سامنے مثلِ ہلال
شہر میں تجکو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

بڑھ گئی ہے عیش میں حرص اسقدر اپنی کہ ہے
غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

ہو کے دل غمزہ کا بسمل ناز پر دیتا ہے دم
کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

جو حلاوت زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے
تو کبھی ہرگز نہ کر تو اس سے راحت کی طلب

بطنِ مادر ہی سے ہے جب پیدا ہوا تکلیف سے
یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے رحمت کی طلب

گر گلستانِ جہان میں تنگ ہے تو غنچہ وار
کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

کرے ہے شرع کا پاس نمک حرام شراب
حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب

ہوا ایسا ماہِ مبارک یہ ایسا کارِ سعید
شروع دیکھ کے پیچھے مہِ صیام خراب

عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوق عقبیٰ پر
دوام بکتی ہے اس میکدہ میں دام شراب

اس بیتِ تا مہربان کو ہے پسند اپنا رقیب
وردِ اسماءِ الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

ردیف تاے مثناۃ

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغِ محبت درم و دامِ محبت
مژدہ تجھے اے خواہشِ انعامِ محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیرِ قفس و دامِ محبت

مانندِ کباب آگ پہ گرتے ہیں ہمیشہ
دل سوز ترے بسترِ آرامِ محبت

کاسہ میں فلک کے نہ رہے نام کو زہراب
دم کھینچے اگر تشنہ لبِ جامِ محبت

شوقِ حرم کوچۂ قاتل میں کفن کو
ہم جانتے ہیں جامۂ احرامِ محبت

کی جس سے رہ و رسمِ محبت اسے مارا
پیغامِ قضا ہے ترا پیغامِ محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مئے جامِ محبت

ایمان کو گرو رکھئے نہ یوں کفر کو لے مول
کافر ہو گر ویدۂ اسلامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کے بھل اُس زینے پہ تا بامِ محبت

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خارزار پشت
پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خار پشت

حوروں کے گر ہو پنجۂ مژگاں سے پشت خار
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

ماہی سے تا بماہ ہیں دستِ فلک سے داغ
واں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پشت

پیدا فلک سے ایک نہ ہو تجھسا ماہوش
نہ پشت تک تو کیا کہ ہو نہ ہزار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر بشر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایکبار پشت

ہو جائے ہے زیادہ گرانباری گناہ
پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے
دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

تڑپے یہی کہ ایسا ہو بعدِ مرگ بھی
لگنے نہ دے زمیں سے دلِ بیقرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

ردیف جیم تازی

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

ہے وہ آزارِ محبت سے دلِ زاہد کو رنج
جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

ہو پھٹے آبلۂ پا کا ہے یہی تو رونا
کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار کو رنج

جا بجا کوہ کے چشموں سے رواں ہیں آنسو
ہے جو ناکامیِ فرہاد کا کہسار کو رنج

کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن میں صبا
اور ہوتا ہے سوا مرغِ گرفتار کو رنج

شربتِ خضر بھی دے ہے روشِ تلخیِ مرگ
تیری اس ہر گھڑی آنکھ کے بیمار کو رنج

راحت و رنج زمانہ میں ہیں دونوں لیکن
یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج

سخت جانی سے ہوں لاچار و گرنہ مجھے
نہ تو خنجر کو ہے آزار نہ تلوار کو رنج

سُن کے فریاد قفس میں مری خوش ہوں صیاد
یہ نہ پوچھیں کہ ہے کیا مرغِ گرفتار کو رنج

ہوش کو تج کے لے دارُوے بیہوشی تو
ذوق بے ہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج
خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

ردیف جیم فارسی

اس پری کو تو نہ لے حیف اے دلِ بیتاب کھینچ
اور لیوے آدمی کو چاہ میں سیماب کھینچ

یوں گلو سے تشنہ میں وہ آبِ خنجر ہو فرو
جیسے تفتیدہ زمیں لے ایکدم میں آب کھینچ

عاشقِ رسوا کے خط میں کیا تکلف چاہیے
چار حرف اک پرچہ پر یونہی بے القاب کھینچ

وہ مثل ہے ناؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے
لے گیا خضر ذوق کو دل سوے گرداب کھینچ

ردیف حاے حطی

فرقت کی رات جی سے چلے ہم تا زمانِ صبح
ہوگی اذانِ گور ہماری اذانِ صبح

پُر نور ہے ترا رخِ سیمیں بسانِ صبح
آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشانِ صبح

[illegible] غم بھی برنگِ شفق میں روز
ماتم میں ہیں مرے مژہ خونچکانِ صبح

[illegible] دل سے جھٹکتے ہیں رات دن
ہے میرے نالۂ شب و آہ و فغانِ صبح

پیسے یہ دانت رات نے مجھپر کہ گھس گئے
انجم کے جھڑنے دانت بنے زیب دہان صبح

یون پہنچے اُسکی زلف مین عارض سے جان و دل
منزل پہ پہونچین رات کو جون رہروان صبح

اب سیکڑہین رات کو ناقوس پھونکیے
مسجد مین مؤذن رہے تسبیح خوان صبح

ریش سفید شیخ مین ہے ظلمت فریب
اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

اے ذوق کچھ نہ پایا شب وصل کا مزا
یا آج صبح ہم نہین یا طائران صبح

ٹھہری ہے اُنکے آنکی یان کل پہ جا صلاح
اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح

منظور چشم یار ہے سب عین مصلحت
پوچھے بلاکشون سے کسی کی بلا صلاح

سیدھے ہی جائین کعبہ کو بیت الصنم سے ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنم کج ادا صلاح

اُس چشم مست کے ہین خراباتیون مین ہم
تقوی کجا و زہد کجا و کجا صلاح

کیا جان میری جان کے درپے وہ ہوسکے
غمزہ سے تیرے پوچھے نہ جبتک قضا صلاح

اس بد معاملہ سے ترا کیا معاملہ
کس بد صلاح نے تجھے دی یہ دلا صلاح

رہتا ہے اپنا عشق مین یون دل سے مشورہ
جسطرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتون سے تو
دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا صلاح

کرتی خراب اُسی کو ہے تیری نگاہ مست
جسکو کہ دیکھتی ہے نکوکار با صلاح

یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہین آج
چشم و نگاہ مشورہ ناز و ادا صلاح

منظور گر ہو قتل مرا اغیار سے نہ پوچھ
ہے تو صلاح نیک مین کیا پوچھنا صلاح

قلابے آسمان و زمین کے ملا نہ تو
اس مہروش سے ملنے کی ناصح بنا صلاح

ہے یہ مرا رفیق یہی ہے مرا شفیق
لون کس سے وانکے جانے کی دل کے سوا صلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

ردیف خاے معجمہ

تھی زلف تیری سنبل صحن چمن کی شاخ
قطرون سے پر عرق کے بنی یاسمن کی شاخ

اس قد کو کیونکہ کہیئے نہال چمن کی شاخ
لائیگی وہ کہان سے ادا بانکپن کی شاخ

ابرو پہ اسکے خال ہے کیا زاغ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخ نشیمن ہرن کی شاخ

دکھلائی اس کے سرمۂ دنبالہ دار نے
آنکھون سے ہمکو نرگس تا روت من کی شاخ

ناف اس صنم کی ہے کوئی نسترن کا پھول
تا ناف سیلی سینہ پہ ہے نسترن کی شاخ

دل باغ عشق نخل کہ جس مین ہزار ہا
حسرت کے برگ الم کے ثمر ہین حزن کی شاخ

بے بہرہ انتفاع سے رہتے ہین پر جفا
ممکن نہین کہ لائے ثمر کرگدن کی شاخ

کھنی تھی چوب تیشہ مری طرح ایک دن
سوکھے گی نخل آرزوے کوہکن کی شاخ

جب سے پڑا ہے باغ مین جھولا ترے لئے
ممنون باغ مین ہے نہایت رسن کی شاخ

لچکا ہے یون کمر تری وقت خرام ناز
جنبان ہو جون نسیم چمن سے سمن کی شاخ

حیران ہون دیکھ خال کو ابروے یار پر
گل نیلوفر کا لائی ہے کیونکر ہرن کی شاخ

ہے جوش پارہ پارۂ دل ہر مژہ پہ یون
لائے نکال کونپلین جس طرح کھمن کی شاخ

مسواک نے چڑھایا ہے زاہد کا اعتبار
ہے یہ بھی اسکے اک شجر مکر و فن کی شاخ

دیتی ہے سر پہ بلبل آتش نفس کو جا
رکھتی ہی کیا چمن مین ہوس سوختن کی شاخ

ہے نقش پنجۂ [illegible] بیکس کی دشت مین
گویا کہ اک نشیمن زاغ و زغن کی شاخ

تیرے شہید استخوان صفا کیش زیر خاک
دیکھی نہ ہے سی گل صبح کفن کی شاخ

نے برگ ہے نہ غنچہ نہ گل ہے نہ ہے ثمر
ہین خشک طالعی سے ہون گویا ہرن کی شاخ

ریشم کا لچھا ہاتھ مین اسکے نہین دلا
یاسمن کا سانپ ہے وہ یاسمن کی شاخ

چھوٹے جلانے والون سے وحشی نہ مرکے بھی
آخر کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ

تشبیہ کیونکہ دوں مژہ خوں فشاں سے میں / مرجان کی شاخ کب ہے بھلا اس چمن کی شاخ

صیاد میں چمن سے ہوں مایوس چاہیئے / چوب قفس بھی ہو تو نہال چمن کی شاخ

باریک ہیں بتاتے ہیں جس کو تری کمر / یا کوئی موے تن ہے و یا موے تن کی شاخ

گل نوردتن مرادم روئیدگی ہو / ہے آشیان بلبل گلشن وطن کی شاخ

دیوے خراش دل کو نہ کیونکر وہ نازنین / رکھتی ہے خار سینکڑوں نازک بدن کی شاخ

دکھلائے باغ میں قد رعنا جو اپنا تو / قمری کے حق میں دار ہو سرو چمن کی شاخ

موذی کو سرکشی سے متغیر ہوا اعتبار / نکلے ہے طول عمر سے مار کہن کی شاخ

ن فزون تر ہوا اعتبار

ہوتی ہے وحشیوں پہ پس از مرگ بھی شکست / زور آزمائیوں کے لئے ہے ہرن کی شاخ

شاخ نبات کو نئے قلیاں نہ منہ لگائے / ایسی مصاحبت سی لگی اس دہن کی شاخ

بے فیض سے وقار کہ میری نگاہ میں / جس شاخ میں ثمر ہے وہ ہے لاکھ من کی شاخ

آخر یہ دستگیری تیشہ نے پھل دیا / کی قطع نخل آرزوے کوہکن کی شاخ

بد خصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک / اونچی ہے آشیانہ زاغ و زغن کی شاخ

رہتے ہیں کشمکش میں پس از مرگ بھی جفا / آخر کو زیر ارہ کٹی کرگدن کی شاخ

بیمار چشم دلبر آہو نگاہ کو / شاخیں بھی گر لگائیں تو لیکر ہرن کی شاخ

ہر صید کی کمر سے گئی ٹوٹ جس گھڑی / ٹوٹی کمان دلبر ناوک فگن کی شاخ

تاثیر بیکسی سے ہو سایا درخت خشک / ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بے کفن کی شاخ

ہے سیب باغ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی / جب سے مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

سوفار کا دہن جو ہوا خون دل سے سرخ / تیر اس کا بن گیا ہے گل خندہ زن کی شاخ

ن تھی سیب باغ خلد کو کب اتنی اوج قدر + لیکن مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

لکھ ذوق اس کی مدح کہ جس کی ثنا سے ہے
سرسبز تیرے گلشن باغ سخن کی شاخ

وہ کون شاہ اکبر ثانی کہ جس کو روز / مجرا کرے ہے جھک کے نہال چمن کی شاخ

اُس کی دعا سے حرز پڑھے جوش غنچہ سے
تسبیح ایک لے کے عقیق یمن کی شاخ

گر دے جو وہ نہال تو لائے ابھی نکال
پروین کا خوشہ گاو سپہر کہن کی شاخ

پھر تصدق آئے زر گل کو لے صبا
کرنے لگے نثار گہر یاسمن کی شاخ

پہونچائے اُس کا مژدۂ صحت جو باغبان
سجدہ مین بہر شکر جھکے نارون کی شاخ

ہمسر ہے آج خضر ارم سیر سے شجر
ہم قد ہے آج یوسف گل پیرہن کی شاخ

گرمی عدل اُس کی اگر ہو ستم گداز
پگھلے برنگ شمع ابھی کرگدن کی شاخ

مطلع وہ پر بہار لکھون اُسکی مدح مین
مصرع کو سبکے سن کے کٹے نسترن کی شاخ

ترے بہار فیض سے نخل کہن کی شاخ
سرسبز یون ہے جیسے کہ سرو چمن کی شاخ

ترے سحاب لطف سے سیراب ہو اگر
ہمسر ہو شاخ نخل ارم سے ہرن کی شاخ

شاہا یہ تیرا دست سخا یان دہر مین
گویا کہ نکلی ہے کرم ذو المنن کی شاخ

گر تیرا حفظ ہو چمن سبزۂ روزگار
آب شرہ سے سبز ہو سرو چمن کی شاخ

صرصر کا سارا خاک مین ملجائے زور شور
چھیڑے گر آشیانۂ مرغ چمن کی شاخ

سمجھے جو تیرا قوت بازو تو ٹوٹ جائے
وقت کشش کمان سپہر کہن کی شاخ

تیرے عصا کو اُس سے مین تشبیہ کیونکر دون
ہے شاخ سدرہ ایک کنار کہن کی شاخ

تاثیر تیرا زور ضعیفون کو دے اگر
ٹوٹے نہ پیلتن سے بھی نازک بدن کی شاخ

بلکہ کمند مار کے ہاتھی کو کھینچ لے
خرطوم سے لپٹ کے بصورت رسن کی شاخ

منظور گر خزانہ مین ہو تجھ کو شاخ زر
طیار ہو وہین زر خوز سے کرن کی شاخ

ہاتھی کو تیرے چاہیئے لکڑی تو دشت مین
خرطوم سے اکھاڑ لے وہ کرگدن کی شاخ

دانتون کو اُسکے دیکھ کے لرزان مثل بید
حصہ دو ہو کوہ پیکر البرز تن کی شاخ

گلگون سے تیرے بڑھ نہ سکے [illegible]
گو تازیانے مارے نہال چمن کی شاخ

عرض

ہو تیرا فیض گر چمن آرا سے باغ دہر
آب تبر سے سبز ہو نخل کہن کی شاخ

نالان ہین تیرے عدل سے خونریز اسقدر
ناسند نے ہو گرم فغان کرگدن کی شاخ

برسائے جبکہ لعل و گہر تیرا دستِ جود
محتاجِ ابر ہو نہ نہالِ چمن کی شاخ

شاداب آبِ لعل ہین سے ہو مثلِ گل
سیراب ہووے آب سے دُرِّ عدن کی شاخ

یان تک ہے پاس شرع ترے عہد مین کہ اب
ساغر بکف نہ ہووے گلِ خندہ زن کی شاخ

پیدا ہو بادہ خوار کی تعزیر کے لیئے
نخل کدو سے تاک مین صورت رسن کی شاخ

یہ ذوق کی دعا ہے کہ تا باغِ دہر مین
سرسبز شعر تیرے ہو نخلِ سخن کی شاخ

جبتک کہ ہووے گردنِ مینا کی طرح سے
نخلِ نشاطِ ساقی پیمان شکن کی شاخ

نخلِ حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام
جون موسم بہار مین نخلِ چمن کی شاخ

ردیف دال مہملہ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے مین ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا اپنے گریے کو ہمنے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملائم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھین گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اُس لعلِ لب کے ہمنے لیئے بوسے اسقدر
سب اُڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہونچی بھی تو گھڑی دو گھڑی کے بعد

کل ہمنے اُس سے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

پہلے تو التجا مری سنتے رہے مگر
کہتا رہا کچھ اُسنے عدو دو گھڑی کے بعد

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری شیخی اُنکی جھڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اُسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد

تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر دیکھ جلد آ
آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد

گو دو گھڑی تک اُسے نہ دیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

جوہر کا نظر سر پہ ترے ابتو پڑا چاند
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند

ہے آئنہ خانہ کبھی گذرگاہِ بد و نیک
دیکھا نہ کبھی ہم نے درِ اہلِ صفا چاند

دم گھٹتا ہے سینے میں دمِ شدتِ گریہ
باران کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

ردیف ذال معجمہ

مژدۂ قتل سے اُس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادیِ تن کا کاغذ

گور میں پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ
ہو سیاہ کو سفیدی کفن کا کاغذ

بن گیا عکس سے اُس شوخِ گلستاں رو کے
صفحۂ آئنہ تصویرِ چمن کا کاغذ

کیا کرے خانۂ گیتی کا کوئی دعوے ملک
نام پر کس کے ہے اس مہر کہن کا کاغذ

لکھیں اُس چشم کے وحشی کے لئے گر تعویذ
اہلِ تکسیر کریں پوست ہرن کا کاغذ

رقعہ شادیِ شہادت کا ہو خون سے رنگین
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

سینۂ صاف نکو زمانے کے ہے ہاتھوں شکست
ہے صفائی سے سزاوارِ شکن کا کاغذ

ورقِ چشم ہو گر نسخۂ آشوب نہو
سرمۂ چشم سیہ سیم بدن کا کاغذ

یوں اسیرانِ قفس تک کوئی پہونچا کھلکر
جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ

ظاہرا ایسی کتابوں سے ہو فرد و غم سے
گر نہ آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ

جعلسازی پہ زمانے کی گواہی دی ہے
مہری و سادہ ہے چرخِ کہن کا کاغذ

مہرہ کرتا ہے نامے پہ مجھے آئے ہے جھک
ہاں سے یوں چوسے لعاب اُسکے دہن کا کاغذ

ذوق دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا
متحمل نہیں گرمیٔ سخن کا کاغذ

ہول دل کا مجھے کیا دیتے ہو لاکر تعویذ
اُس کا خط لاؤ کہ رکھوں میں بنا کر تعویذ

جو تری چشم کے دیوانوں کا کرتے ہیں علاج
لکھتے ہیں پوست کا آہو کے بنا کر تعویذ

تمنے تعویذ نشانی جو دیا تھا اپنی
لے گیا کوئی موکل وہ اُڑا کر تعویذ

ابتلک جوش میں ہے خونِ شہیدِ غمِ عشق
دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اُٹھا کر تعویذ

جلتوائی نہ پڑی یار میں اور غیروں میں
سینکڑوں خاک کئے ہمنے جلا کر تعویذ

ردیف راے مہملہ

نگہ نہیں حرف دلنشین تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہوکر
نکل کے رستہ سے چشم فتاں کے دلمیں بیٹھا خدنگ ہوکر

پھر آیا لو وہ نگار خونی ادھر کو سرگرم جنگ ہوکر
کہ جسکے ہاتھوں سے اڑگئے سر ہزاروں مہندی کا رنگ ہوکر

وہ چشم مخمور اک نظر سے چھوئے لاکھوں جو نشتر سے
تو ہو رواں ہر رگِ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہوکر

جو رنگ الفت سے آشنا ہیں وہ گر پڑے پر بھی خوشنما ہیں
کہ رنگ ہی سے گرانبہا ہیں عقیق و یاقوت سنگ ہوکر

جو مجھمیں حسن بتاں کو پایا ہیں یہ کفر و دیں یکساں
یہ جیتے جی کو ہیں مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہوکر

صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دلمیں آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائیگی بالضرورت اس آئینہ پر یہ زنگ ہوکر

غزال رم دیدہ بنگیا ہے جو خواب آنکھون مین تو بجا ہے
کہ پھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہوکر

ہوئے جو یکرنگ اُنکو زیبا ہین جہان مین رعونت جھلا
کہ پایا گل نے ہے نام رعنا تو اس چمن مین دو رنگ ہوکر

حلاوت وشرم پامداری جہامین ہے ذوق رنج وخواری
مزے سے گذری اگر گذاری کسی نے بے نام وننگ ہوکر

خوب روئے آج ہم سنسان ہامون دیکھکر
یاد آیا ہمکو مجنون سیہ محزون دیکھکر

اڑ گئے اک آن مین جادوے بابل کے دھوئین
سرمہ آلودہ تری چشم پر افسون دیکھکر

دیکھکر غیرونمین مہتابی پہ اُس مہوش کو رات
آہ کی اک دل سے مینے سوے گردون دیکھکر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہین جلتا چراغ
چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلف شبگون دیکھکر

پل بے میرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ
چھپ گیا خم مین مری صورت فلاطون دیکھکر

آ گئین اُنکو لگانے انگلیونمین فندقین
نوک مژگان پر مرے اشک جگرگون دیکھکر

قتل کو کے چڑھائی تیغ تونے سان پہ
اُترے ہے آنکھونمین زخمونکی مرے خون دیکھکر

جو ہے نالا اپنا وہ اک مصرعۂ برجستہ ہے
ہم جو نالان ہین کسی کا قد موزون دیکھکر

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لون
سامنے آجائے تو شاید بتادون دیکھکر

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھکر
عجب مزا ہے جو مریے کسی کے سر چڑھکر

مرے خیال پہ وہ چشم فتنہ گر چڑھکر
یہ خانہ جنگ ہے آئی ہے لڑنے گھر چڑھکر

دکھا دو جوش وخروش اپنا زور پر چڑھکر
گئے جہامین دریا بہت اُتر چڑھکر

ستمگرون کی کشاکش مین آبرو ہو سوا
کہ ہوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھکر

الٰہی غیر ہو یا سمند شعلۂ آتش
پھر آیا یاد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھکر

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبیٔ زر
اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر

کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند جھومر کا
کہ دور آپکو کھینچے ہے تیرے سر چڑھ کر

ترا مکان تو کیا لامکان میں کود پڑیں
امیدِ وصل میں ہم بامِ عرش پر چڑھ کر

جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصے کو زیر
بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنۂ حشر
سمندِ ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

جان ہوا یوں ہوئی اُس خال کا بوسہ لیکر
جیسے اُڑ جائے دہن میں کوئی گلکا لیکر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لیکر
چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر

شرطِ ہمت نہیں مجرم ہو گرفتارِ عذاب
تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لیکر

ذبح کر تنکو مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر
تم چھری پھیر بھی دو نامِ خدا کا لیکر

کھینچتی روزِ قیامت سے بھی ہے آپکو دور
تیری زلفوں کی بلائیں شبِ یلدا لیکر

مجھ سا مشتاقِ جمال ایک نہ پاؤگے کہیں
گرچہ ڈھونڈھوگے چراغِ رخِ زیبا لیکر

میرے قدموں ہی میں بچ جائینگے کہاں خار
دشت میں میرے قدم آبلۂ پا لیکر

جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا
پھر گیا نامہ برِ یار خط اُلٹا لیکر

رہ گیا اپنا سا منہ لے کے وہ آئینہ رو
تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لیکر

واں سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں سے تو جائیں گے ہم لاکھ تمنا لیکر

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگاں چھوڑ کر
پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑ کر

کب نکلے تیر اسکا دل میں پیکاں چھوڑ کر
جائے بیٹھے کو کہاں یہ مرغِ پراں چھوڑ کر

کام جز تیرا ہی تھا رحمت سے اے ابرِ کرم
ورنہ جاتے داغِ عصیاں میرا داماں چھوڑ کر

جس نے یہ لذت اٹھائی زخم تیغ عشق کی — کب وہ مرہم ان کو ڈھونڈھے ہے نمکداں چھوڑ کر

صید دل کو کیونکہ چھوٹے جبکہ دکھلائے ہے تو — مچھلیاں دستِ حنائی میں مرجان چھوڑ کر

سرد مہری سے کسی کی آگ سے دل سرد ہے — یا سنے ہٹ جا دھوپ اے ابر بہاراں چھوڑ کر

دیکھئے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی — دلکو اے کافر تری زلفِ پریشان چھوڑ کر

اے دل اُسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل — ورنہ پھر پچتائیگا تو ساتھ ناداں چھوڑ کر

کیوں نہ رم کر جائیں آہو لیے وحشی سے تیرے — شیر بھاگیں جیکے نالوں سے نیستاں چھوڑ کر

سرخی پان دیکھ لے زاہد جو دنداں پر ترے — اٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیح مرجاں چھوڑ کر

پیش خنجر لیکے نکلا گرد بادِ دودِ آہ — ہے جو سر گرم سفر تن کو مری جاں چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہِ یک ہفتہ کیطرح — دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

ساغرِ دل بیچا آیا ہوں کھوسٹ ہاتھ سے — چوکتا ہے کیوں یہ چنبن دست گرداں چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی تو اب بجا
جانب مضمون طرز تغمۂ جاناں چھوڑ کر

جب چلا وہ مجھکو بسمل خوں میں غلطاں چھوڑ کر — کیا ہی پچھتاتا تھا میں قاتل کا داماں چھوڑ کر

میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنج زنداں چھوڑ کر — سیب جنت تک نہ کھاؤں سنگ طفلاں چھوڑ کر

ہووے میرا ہی لہو پانی جو لب اس شوخ کے — کھینچے تو شنگرف سے خون شہیداں چھوڑ کر

میں وہ ہوں گمنام جب دفتر میں نام آیا مرا — رہ گیا بس منشئ قدرت جگہ واں چھوڑ کر

سایۂ سرو چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے — سانپ سا پانی میں اے سرو خراماں چھوڑ کر

ہوگیا طفلی ہی سے دلمیں ترازو تیر عشق — بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر

اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک — لعل کیوں اس سنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر

شوق ہے اُسکو بھی طرزِ نالۂ عشاق سے — دستہم چھوٹے ہے منھ سے دو کلیاں چھوڑ کر

ال قبضے ہی سکے گا حوریاں جہاں سے — باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے ہر یاں چھوڑ کر

گھر سے بھی واقف نہیں ہم کعبے کے واسطے
بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویران چھوڑ کر

وصل میں گر ہو سے مجھ کو رویتِ ماہِ رجب
روئے جاناں ہی کو دیکھوں میں تو قرآن چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈھے دشتِ گمشدگی میں مجھے کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اُس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

خود اڑ کے پہونچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر
اُس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کماں دار تیر آسا
پر ہے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
ایما ہے یہ کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

دل سینہ میں کہاں ہے نہ تو دیکھ بھال کر
اے آہ کہہ دے تیر کا نامہ نکال کر

بسمل سرد ہو چکا نہ دوبارہ حلال کر
ہیں اور دم ٹھہراؤ لگا یہ تو خیال رکھ

عاشق کے خون سے اپنا یہ تیر لال کر
دکھلا دے شاخِ خشک میں کونپل نکال کر

تیرے مریض نے کئی نقلِ مکان کیے
آخر کو روح تن سے گئی انتقال کر

شہ رگ پہ اپنی زندگی و شوخ میں ہے لاگ
آ تیغِ یار قصہ یہ تو انفصال کر

اترے کا ایک جام بھی پورا نہ چاک سے
خاکِ دلِ شکستہ تو مرغِ ابھی سے سفال کر

لیکر جنوں نے جانِ جبلیاں پہ ڈالا ہاتھ
دل کیا کنارے ہو گیا اب کو سنبھال کر

سینہ ہمارا وادیٔ وحشت سے اے جنوں
ہر داغ پر ہے جھمگھٹ چشمِ غزال کر

شب جان زار رک گئی لب پر دہن کے پاس
پھر اُٹھ کے رہ گیا یہ مسافر وطن کے پاس

یہ جو ہے خون رواں نہیں دیکھو ہے رو رہا
تیشہ سر اپنا رکھ کے سر کوہکن کے پاس

اس آرزو میں جلتی ہوں دیتا کہ لے کے جام
پہنچوں کبھی لب بت پیمان شکن کے پاس

انگشت شمع کیوں نہ اُٹھے بہر فاتحہ
یہ ڈھیر ہے پتنگ کا پائے لگن کے پاس

میں تو اُسی جھجک پہ فدا ہوں کہ کان کو
شب کیا ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس

جلکے گی تا بہ حشر ہماری لحد میں آگ
چاک جگر میں دیکھنا چاک کفن کے پاس

میں نے کہا کہ بوسہ نہ تھیں دو ادب سے میں
لا سکتا اپنا منہ نہیں چاہ ذقن کے پاس

ہنس کر کہا کہ جاتا ہے پیاسا کوئیں پہ آپ
جاتا ہے کنوان کسی تشنہ دہن کے پاس

اے ذوق صدقے جائیے پیک خیال کے
کیا لے گیا اُڑا کے بت سیمتن کے پاس

متفرقات

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آ کے پاس
بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

چمن سے بعد ہیں جیسے سین قاف قفس
قفس میں بند ہیں ہم جیسے کاف قفس

لب شیرین کو ترے جانکے دہن چشم مگس
بیٹھی نظروں میں ہے جائے بلبلے چشم مگس

بوالہوس جیفۂ دنیا سے پھرا دل نہ ترا
تو مگس اور تری چشم ہوس چشم مگس

ردیف صاد مہملہ

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص
کہ جہان عام ہے ہوتا ہے وہاں عالم میں خاص

ساغر دل کی تو واقف نہین کیفیت سے
دیکھ عکس رخ ساقی ہے اسی جام مین خاص

خضر باتین ہین کہ ہے چشمۂ حیوان جان بخش
ہے یہ خاصیت اسی کے لب دشنام مین خاص

شیخ صاحب کے ہین نزدیک وہ خاصان خدا
خود یہی انکے ہین جو زمرۂ خدام مین خاص

کام دشوار ہے عاشق کا ترے ناکامی
کر دیا تو نے لگا اس کو اسی کام مین خاص

عشق کا جوش ہے جبتک کہ جوانی کے ہین دن
یہ مرض کرتا ہے شدت انہین ایام مین خاص

ذوق اسماء الٰہی ہین سب اسم اعظم
انکے ہر نام مین عظمت ہے نہ اک نام مین خاص

ردیف ضاد معجمہ

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض
ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

بحر و بر مین نہین کس کو ہوس قطع و برید
ناخن شیر ہے خنجر دم ماہی مقراض

گل کترتی ہین ہزارون تری آنکھین کافر
ہے عجب طرح کی اک تیر نگاہی مقراض

کب زبان چلتی ہے اس بزم مین بدگویونکی
انکے منہ مین یہ زبان ہے کہ الٰہی مقراض

محضر خون جو مرا سارا کتر پھینکا
دیگی اس ظلم کی محشر مین گواہی مقراض

باہم کیا قطع تعلق مین کہ یکسان سمجھا
قطع مین کسوت درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

ردیف عین مہملہ حسن مطلع

ذوق کیونکر ہو اپنا دیوان جمع
کہ نہین خاطر پریشان جمع

صفحۂ دہر پہ یکدل نہ ہوا ایک سے ایک — مطلع — دل کے دو حرف ہین سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھر تو آئے غیر سے ہم جلکے اُس مغرور تک — پڑا اچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک

ردیف کاف فارسی

بینی و عارض و ابرو سے ہین شاخ و گل و برگ — یون عیان اُس چمن رو سے ہے شاخ و گل و برگ

بینی اور وہ دہن خندہ زن اور نازک لب — لکھے گویا قلم مو سے ہین شاخ و گل و برگ

ردیف لام

پھنسے نہ حلقۂ گیسوے تابدار مین دل — بلا سے گر ہو نوالہ دہانِ مار مین دل

بغل مین جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے — خدا ایسا ہو کسی دشمن کا بھی کنار مین دل

نکل نہ جائے دمِ اضطراب سینے سے — برنگ شعلہ کہین آہِ شعلہ بار مین دل

ہمیشہ روزن سینہ سے کیون نہ چشم براہ — اگر نہین کسی مہوش کے انتظار مین دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے ٹھہر — پھر وسے زلفِ مسلسل کے تار تار مین دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے — کہ میرا دشمن جان ہے مری کنار مین دل

بغیر مارے نہ چھوڑے گی دلکو کافر زلف — کہو یہ دل سے کہ جائے نہ مار مار مین دل

اگرچہ جبر کرون اختیار اے ناصح — تو کیا کرون کہ نہین میرے اختیار مین دل

اٹھا مثل شرر ٹکڑے ہو کے سنگ مزار — رہا اگر یونہین گرم تپش مزار مین دل

برنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر — نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار مین دل

لب کے رنگ سے ظاہر ہین یہی آثار — خروش اپنا کیونکہ ہو اُس نگین جسد مین دل

برنگ بیضۂ تو ہے تو نہ سے دل اُسنے — ہزارون ایک بھلا ہے کس قلعہ مین دل

ہزارون دشمن جان سے ہے ایک دوست ترا
جو بوجھو کون ہے سو مین کہون ہزار مین دل

نہوتین خلد مین حورین تو ہوتا خلد مین کون
لگے ہے صحبت خوبان گلعذار مین دل

یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن مین دل
گرہ ہے تار مین یا میرے جسم زار مین دل

اُٹھا تو لاے تجھے میرے ہمنشین اے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوے یار مین دل

ازل سے یون دل عاشق ہے نور کی قندیل
کہ جیسے عرش خداے غفور کی قندیل

سمجھ وہ دود بناگوش نور کی قندیل
تجلی ہے اختر صبح نشور کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل مین ہمیشہ روشن ہے
کسی سے تاب کمال ظہور کی قندیل

جہان ہے خانۂ عشرت جبھی ہو اسکا فروغ
کہ لٹکے اُس مین سر پرغرور کی قندیل

رہے ہے جون قمر منخسف سدا بے نور
سیاہ بختون کے بالین گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام مین تو ہو روشن
حباب بادہ تجلی سے طور کی قندیل

عیان ہے یون مرے روز سیاہ مین خورشید
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سواے دلکے ہو نارنج باغ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اس رشک حور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ نکل کے پارۂ دل
ہوئے ہوا مین وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیر ہین یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ اسکے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ مین تفتہ جانونکے
نہ گل ہو باد سے آواز صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیون پیش کور کی قندیل

دیوانہ ہون تیرا مجھے کیا کام کہ لون گل
زیبائش سر کو ہے مرے داغ جنون گل

ہون زیر قدم خار پہ سر داغ جنون گل
کیا ہے ہے جنون بوؤن سدا خار جنون گل

سو ٹکڑے ہین ایڑی کے برنگ گل صد برگ
کیا دشت نوردی مین کترتا ہے جنون گل

مین کشتہ ہون لعل لبِ پان خوردہ کا کس کے — نکلے ہے مری خاک سے آغشتہ بخون گل

اُس گل مین نہ پایا اثرِ بوسے محبت — سو بار سونگھائے اُسے پڑھ پڑھ کے فسون گل

ہے روشنی خانۂ دل سوز محبت — کافر تو بتا شمع حرم کیونکہ کرون گل

پیکان تو دلدوز ہے سوفار سے باہم — اُس تیر سے ہے دلمین درون غنچہ برون گل

اے ذوق محبت مین کسی غنچہ دہن کی — گلدستہ سے بھی ہین مرے ہاتھونپہ فزون گل

ردیف میم

پابند جون دخان ہین پریشانیون مین ہم — یارب ہین کسکی زلف کے زندانیون مین ہم

ہوتی نہ یاد زلف تو خطِ شکستہ مین — لکھتے الف خطون کی نہ پیشانیون مین ہم

زنجیر مین بھی نالۂ زنجیر کی طرح — جوش جنون مین رہتے ہین جولانیون مین ہم

پائی نہ تیغِ عشق سے ہمنے کبھی پناہ — قرب حرم مین بھی ہین تو قربانیون مین ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول — لائین جو آہ کو شرر افشانیون مین ہم

یا کوہیون کو مژدہ ہو زندان کو نوید — پھر ہین جنون کے سلسلہ جنبانیون مین ہم

تم بھی نہین جگر یہ رہے اسقدر رہے — سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیون مین ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا — جون خط سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم

ہین آئنہ مین صورت تصویر آئنہ — آئنہ رو کے سامنے حیرانیون مین ہم

ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی جدا — رکھدین تری شبیہ جو کنعانیون مین ہم

کیا جانین ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم — کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہین فانیون مین ہم

کیون جی سکے ہجر مین ہوسے شرمندہ یار سے — اب مر رہے ہین اُسکی پشیمانیون مین ہم

پوشیدہ ان گناہون سے سرخوش ہین اتدن — شرب الیہود کرتے ہین نصرانیون مین ہم

سینے کا چاک سینے کی فرصت نہین کہ ہین / مصروف زخم دلکی رفوگریون مین ہم

ہم کدورت دل صیاد گر نہ ہو / کیا کیا اڑائین خاک پر افشانیون مین ہم

دکھلائین روز حشر کو بین السطور سے / اپنے سیاہ نامہ کو طولانیون مین ہم

جا سکتے ضعف سے نہین کوچے مین اسکے ذوق
بہ جائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

شمع نازان نہو اک رات بہا آنسو گرم / برسون یان آنکھ سے ٹپکا ہے مرے لہو گرم

اے جنون ہے خبر موسم گل ہر سو گرم / دم تو لے لینے دے مجکو نہ کرا تنا تو گرم

آتش رنگ سے اس کاکل مشکین سے صبا / جل گیا نافہ مین اس درجہ ہوا تو ہو گرم

آبلے سینۂ دریا مین ہوے جل کے حباب / دیدۂ تر نے بہاے یہ غضب آنسو گرم

اے صبا نکہت گل لیکے چمن کو پھر جا / کیا کرون سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم

آتش حسن کا پتلا ہے تو اے رشک پری / تاب رخ تیری پسینو کا ہے بلا سے تو گرم

توسن ناز ترا ہر قدم اے رشک غزال / کیون نہو تیز کہ رکھتا ہے مزاج آہو گرم

فاختہ سوز محبت سے ہوئی جل کے خاک / کھینچے ہے دل سے یہ اک تنگ نفس کو کو گرم

مشعل افروز جنون کون ہو مجنون کیلئے / گر نہ ہو گرمی وحشت سے دل آہو گرم

سرد مہری کا تری ہو جو خنک دل کشتہ / ہووے گلگشت سے کیا اسکا دل آزردہ گرم

تابش نار جہنم سے سوا اس کو لگے / ہمرہ باد سحر بوے گل و شبو گرم

سرد مہری سے رکھا اپنی خنک دل تو نے / گرمجوشی سے کیا تو نے بت دلجو گرم

اپنے کشتہ کی کرامت کو ذرا دیکھ اگر / ایک پہلو سے اگر سرد تو اک پہلو گرم

ذوق دلمین یہ تپ عشق کلام ایسا خنک
عاشقانہ سی غزل اور کوئی پڑھ تو گرم

جل بجے اے آتش غم دلکو کرے یہ تو گرم / کر زمین پشت سمک تک ہو تہ پہلو گرم

لطف بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم
شربتِ قند دیا کرکے پہ آتش خو گرم

تن رہا یوں ہی تپِ غم سے اگر گرم مرا
سیخِ آہن کیطرح ہونگے بدن پر مو گرم

نیشتر جل کے دہیں کشتۂ فولاد ہوا
نکلا یہ آتشِ سودا سے مرا لوہو گرم

کٹ سکا صیدِ محبت کا نہ قاتل سے گلا
اُس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آتشِ دل سے پس از مرگ برنگِ شعلہ
خاکِ عاشق سے نکلتا ہے گلِ خود رو گرم

مہروش بل بے ترے حسنِ جہانتاب کی تاب
رخ سے گرم آئنہ ہو آئنہ سے زانو گرم

کیا کہوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

سرِ مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ اور میں
چونکا اُس وقت کہ جب سینہ پہ بہا لوہو گرم

دستِ خورشید کی رعشہ سے سپر جائے چھوٹ
کھینچکر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم

دلِ عاشق کے جلانے کا ہے سارا ساماں
یعنی شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا رو گرم

کونسا سوختہ جان صبح سے ہے گرم فغاں
کہ ہوا آتی ہے کوچہ سے ترے گلرو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا کُل حُمُوضٍ بارِد
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

ردیف نون

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہیں
جامِ شراب دیدۂ پرنم سے کم نہیں

دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصتِ نشاط
ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اُس زلفِ فتنہ زا کے لیئے اے مسیح دم
کچھ دستِ شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روئے زرد پہ کیا اشکِ لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگِ سنگِ مزار میں
دل کی تپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہیں

وحشی کو تیری چشم کے مژگانِ ہر غزال
صحرا میں تیز ناخنِ ضیغم سے کم نہیں

ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش | درہم کی شکل صورت درہم سے کم نہین
ساقی ملے ہزار فلاطون ہین خاک مین | جو خم تہی ہے قالب آدم سے کم نہین
اُس حور وش کا گھر مجھے جنّت سے ہے سوا | لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہین
شورابۂ سرشک سے دھوتا ہے زخم دل | تیزاب میرے حق مین یہ مرہم سے کم نہین
ہاتھون سے تیرے پارۂ الماس زخم دل | مجھکو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہین

اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہین زیادہ کوئی ہم سے کم نہین

ہان تامل دم ناوک فگنی خوب نہین | ابھی چھاتی مری تیرون سے چھنی خوب نہین
تشنۂ دشت محبت کے لیئے اس لب سے | کوئی دنیا مین عقیق یمنی خوب نہین
گل پریشان ہوا ہنس ہنس کے چمن مین آخر | دیکھ اے غنچہ یہان خندہ زنی خوب نہین
خوبیان یون تو ہین اس عالم تصویر مین سب | اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہین
چشم کہتی ہے تری جنبش مژگان سے کہ دیکھ | سر یہ بیمار کے یہ سینہ زنی خوب نہین
یہ نہین شیشۂ مے ہے کسی میخوار کا دل | محتسب دیکھ نہ کر دل شکنی خوب نہین
تاب دندان نہ دکھا بزم مین تو ہنس ہنسکر | کوئی کھا جائے جو ہیرے کے کنی خوب نہین
بات تو ہمنے بنائی تھی وہان خوب مگر | تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین
خلش خار کا کھٹکا ہے بغل مین موجود | دیکھ گل دعوی نازک بدنی خوب نہین
اُٹھے ہی جائیگا اس دل سے دھوان آہ کیسا کچھ | جب تلک جلنے کا یہ سوختنی خوب نہین

کوئی آتش نفس اے ذوق چمن سے گذرا
آج جو سرد نسیم چمنی خوب نہین

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدو سے ہین | اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہین
مرغ ہوا ہین وہ طائر سدرہ ہی کیون نہ ہون | تیر نگاہ یار کے جو دور زد سے ہین

خورشید وار دیکھتے ہین سب کو ایک آنکھ
روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہین

وہ مست ہون کہ رکھے قدح کس تمنا
بنیاد میکدہ مری خشت خم سے ہین

جان داد کان عشق سے پوچھو رہ فنا
ہمین جناب خضر ابھی نابلد سے ہین

چشم ثمر ہے سرو سے انکو جو بیوقوف
رکھتے امید دوستی اُس سرو قد سے ہین

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی
رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

برمین خنک دلو لنے ہو گر خرقہ فقیر
سمجھو کہ کرتے برف کی کوشش نمد سے ہین

وہ ایک دم کہ جسمین میسر ہو وصل یار
بہتر سمجھتے ہم اُسی عمر ابد سے ہین

جتنے ہین یان حریف روش نشہ شراب
ہو جاتے تیز وہ ہین جو بڑھ جاتے حد سے ہین

ہرچند ناتوان ہین مگر رکھتے دل قوی
ہم عشق کی کمک سے جنون کی مدد سے ہین

جان لباس ہونکے نہ ظاہر لباس پر
عاری عباے ہوش قباے خرد سے ہین

محفوظ ہین جو رکھتے ہین ذرعز و قدر پیر
ابجد کا قفل قاعدہ اب وجد سے ہین

دسکے ورق پہ ثبت ہین صد مہر داغ عشق
ہم کرتے ذوق عشق کا دعوے سند سے ہین

بلائین آنکھوں سے اُنکی مدام لیتے ہین
ہم اپنے ہاتھو نگاہ کا کان سے کام لیتے ہین

ہم اُنکی زلف سے سودا جو دام لیتے ہین
تو اصل دسو دو وہ سب دام دام لیتے ہین

شب وصال ہے روز فراق مین کیا کیا
نصیب مجھسے مرے انتقام لیتے ہین

ترے اسیر جو صیاد کرتے ہین فریاد
تو پھر وہ دام نہین زیر دام لیتے ہین

جھکاتے ہے سر تسلیم ماہ نو پر وہ
غرور حسن سے کس کا سلام لیتے ہین

ترے قتیل بتاتے نہین تجھے قاتل
جب اُنسے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہین

ترے خرام کے پیرو ہین جتنے ہین فتنے
قدم سب آنکے وقت خرام لیتے ہین

ہم اُنکے زور کے قائل نہین ہین وہ شہ زور
جو عشق مین دل مضطر کو تھام لیتے ہین

فقط قمر ہی نہ داغی غلام ہے اُنکا ۔ وہ مول لیتے ہزاروں غلام لیتے ہین

ہمارے ہاتھ سے اے ذوقِ وقتِ مینو شی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

دودِ دل سے ہے یہ تاریکی مرے غمخانے مین ۔ شمع ہے اک سوزنِ گم گشتہ اس کاشانے مین
مین ہون وہ وحشت کہن مدت سے اس ویرانے مین ۔ برسوان کعبہ مین یا برسون رہا بتخانے مین
مستی و نا آشنائی وحشت و بیگانگی ۔ یا تری آنکھون مین دیکھی یا ترے دیوانے مین
مین وہ کیفی ہون کہ پانی ہو وہ بنجانے شراب ۔ جوشِ کیفیت سے میری خاک کے پیمانے مین
عشق کو اے حسن اگر نشو و نما منظور ہو ۔ سبز نخلِ شمع ہو خاکستر پروانے مین
پتھرون مین ٹھوکرین کھاتی ہے ناحق سیلِ آب ۔ پوچھو کیا لیجا سکیگی آکر مرے ویرانے مین
عشق کی نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز ۔ تخم اشکِ شمع ہو خاکستر پروانے مین
برقِ خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری ۔ ورنہ کیا کیا الہلہاتے کھیت ہین ہر دانے مین
کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحادِ حسن و عشق ۔ زلف وان شانے مین کھینچی درد ہے یان سینے مین

ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بتخانے مین

گئین یارو نسے وہ اگلی ملاقاتین کیسب ریمین ۔ پڑا جب رنج دل سینمین ترستے اور گئے ہم بین
کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانندِ مژگان کے ۔ تماشہ کچھ سر شتو نکا ہے کچھ اخلاص آپسمین
توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمارِ ہجران کی ۔ نہ جنبش نبض مین جسکے نہ گرمی جسکے لمس مین
دکھائے چیرہ دستی آہ بالادست گر اپنی ۔ تو مارے ہاتھ دامانِ قبائے چرخِ اطلس مین
جسے ہے گوشہ نشین ترے خیالِ بیتِ ابرو مین ۔ وہی بیت الصنم مین بھی تو ہے بیت المقدس مین
کرے لب آشنا حرفِ شکایت سے کہان یہ دم ۔ ترے محزون سیدم مین ترے مفتون بیکس مین
ہوا سے کوچہ جانان لیے اُڑے اسکو تعجب کیا ۔ تنِ لاغر مین ہے جان اسطرح جو سبطرح خس مین

مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار انکے
ہزاروں دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں

جو مضمون ذوق دیوان دو عالم میں ہو موزوں
ہو اس خمسہ میں انسان کے وہ بند مخمس میں

ہے چشم میری مست قدح گیر باغ حسن
عارض پہ خط ہے طوطی تصویر باغ حسن
ہوجاتا دل ہے بیٹھ کے خود گلرخوں میں گل
تاثیر باغ خلد ہے تاثیر باغ حسن
تحریر سرمہ ہے تری آنکھوں میں وقت خواب
اے غیرت چمن در و زنجیر باغ حسن
پان و مسی و سرمہ و رخ ہونگے لالہ زار
مشاطہ باغبان یہ تدبیر باغ حسن
تبخالہ لب پہ گرمی بوسہ سے ہے کہاں
ہے گلرخو یہ غنچہ دل گیر باغ حسن
اے رشک باغ طاق دو ابرو کا ہے عکس
دریائے آئینہ میں ہے تعمیر باغ حسن
سیر خزاں جو چاہیے تو اے ذوق دیکھ لے
اُس نازنیں کا جلوۂ تغییر باغ حسن

اس گلستان جہاں میں کیا گل عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں
علم جس کا عشق اور جسکا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطوں ہے تو اپنے قابل صحبت نہیں
خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
پر ہمارے واسطے یاں منزل راحت نہیں
بسمل تیغ محبت کا سبب سر زخم دل
ہوتا واسطے شور واویلا و واحسرت نہیں
منہ میں گر پانی چوا دے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

دل وہ کیا جس کو نہین تیری تمنائے وصال
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہین

کہتے ہین مر جائین گر چھٹ جائین غم کے ہاتھ سے
پر ترے غم سے ہمین مرنے کی بھی فرصت نہین

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی بر سی کے دن
ورنہ روتا ابر بھی اپنی سر تربت نہین

ہے نوشتے مین ترے بیمار کے صحت کہان
جسکے نسخہ مین دوا کی لفظ کو صحت نہین

کھا کے زخم تیغ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اُس سے زیادہ کافر نعمت نہین

خاک ہوکر بھی فلک کے ہاتھ سے ہمکو قرار
ایک ساعت مثل ریگ شیشۂ ساعت نہین

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشت عدم
روز کر لیجے چہل قدمی مگر رخصت نہین

میری وحشت پائون پھیلائے تو پھر دونون جہان
ہون اگر اک عرصۂ میدان تو کچھ وسعت نہین

ایک دل اور اُس پر اتنے بار غم اللہ رے مین
اور اُس طاقت پہ ایسا کوئی بیطاقت نہین

ذوق اس صورت کدہ مین ہین ہزارون صنع زین
کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہین

✓ وقت پیری شباب کی باتین | ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

اُسکے گھر لے چلا ہے مجھے دیکھو
دل خانہ خراب کی باتین

واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد
کہ شراب وکباب کی باتین

حرف آیا جو آبرو پہ مری
ہین یہ چشم پُرآب کی باتین

یاد ہے مہ جبین کو بھول گئے
وہ شب ماہتاب کی باتین

مجھکو رسوا کرینگی خوب اے دل
تیری یہ اضطراب کی باتین

جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان
سنکے ناصح جناب کی باتین

جام کو سب سے لے لگا اپنے
چھوڑ شرم وحجاب کی باتین

سنتے ہین اُسکو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب کی باتین

دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف
کہ یہ ہین پیچ وتاب کی باتین

ذکر کیا جوش عشق مین اے ذوق
ہم سے ہون صبر وتاب کی باتین

ہے جی مین اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دون
آئینۂ خیال مکدر کو توڑ دون

مین کاٹ دون پہاڑ کو پتھر کو توڑ دون
پر کیون نہ غیر سے بت کافر کو توڑ دون

دنیا سے مین اگر دل مضطر کو توڑ دون
سارے طلسم وہم مکدر کو توڑ دون

کیا دور جام ہو جو کبھی سر پہ دور چرخ
گر چاک پر پھرے تو مین ساغر کو توڑ دون

راہ جنون مین جلد اُٹھاؤن جو مین قدم
پائے رفیق وہمت رہبر کو توڑ دون

کیا دشمنی ہے اہل کرم سے کیے ہے چرخ
یا تنگ جھکاؤن شاخ ثمرور کو توڑ دون

ساقی لڑائیو نسے تری چاہتا ہے جی
باہم لڑا کے شیشہ وساغر کو توڑ دون

احسان ناخدا کے اُٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون

اے آشنا نہ پوچھ گرانباری گناہ
کشتی مین ہون تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دون

ہر موج بحر عشق کو یہ زعم بل بے زور
کشتی ہے دست وپاے شناور کو توڑ دون

نازک خیالیان مری توڑین عدو کا دل
مین وہ بلا ہون شیشے سے پتھر کو توڑ دون

پھر اُس مژہ کو یاد کرے تو تو دل مین ذوق
نشتر چبھو کے مین سرِ نشتر کو توڑ دون

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزین ہون مین
ہون اسطرح جہان مین کہ گویا نہین ہون مین

مین وہ نہین کہ تم ہو کہین اور کہین ہون مین
مین ہون تمھارا سایہ جہان تم وہین ہون مین

اس در پہ شوقِ سجدہ سے فرشِ زمین ہون مین
مانندِ سایہ سر سے قدم تک جبین ہون مین

سرگشتگیِ بخت نہ دے مجکو اتنے پیچ
کچھ چینِ زلف کچھ شکنِ آستین ہون مین

تارا سا تہ بہ ہون مین کنوین مین برنگِ آب
نام آسمان پہ میرا ہے زیرِ زمین ہون مین

ہون طائرِ خیال نہ پر ہین نہ ہے بال
پر اُڑ کے جا پہونچتا کہین سے کہین ہون مین

گذرتی عمر ہے یون دورِ آسمانی مین
کہ جیسے جائے کوئی کشتی دخانی مین

رکاؤ خوب نہین طبع کی روانی مین
کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی مین

وفورِ اشک اگر سر بہ اوج ہو اپنا
فلک برنگِ گلِ نیلوفر ہو پانی مین

کہانیان ہین حکایاتِ خضر و آبِ بقا
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی مین

نہین خضاب سے مطلب ہین یہ موئے سفید
سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی مین

وہ سیدھے گھر کو سدھارے اور اُنکے کوچہ مین ہم
پھرے بھٹکتے ہوئے کوئے بدگمانی مین

مبصرو نے کہو دیکھین چینِ ابروِ یار
کہ جوہر ایسے کہان تیغِ اصفہانی مین

ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ فنا مین بقا
حباب وار ہون مین آبِ زندگانی مین

لگاتے تہمتِ گریہ ہین دل جلو نکو ترے
یہ ہین وہی جو لگاتے ہین آگ پانی مین

کہون مین اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہین
بغیر جھوٹ نہین اور کچھ کہانی مین

نگاہ کسکی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات
گذرتی ہے مجھے دل کی نگاہبانی مین

مزا ہے تیغِ محبت کے زخم کھانے کا
کرے جو صرفہ نہ قاتل نمک فشانی مین

نہین جو ضعف سے دم لیکے یہ ہے آہ
کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی مین

بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق
تری زبان کا مزا تیری شعر خوانی مین

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہین
عجب کہ منھ چھوٹا سا اور بات بھی خوب نہین

سامنے سے مرے ٹلتا نہین ناصح جب تک
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہین

فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھون نے
دستِ مژگان سے کوئی دھول جڑی خوب نہین

منھ چڑھے تیغ غم عشق کے کیا منھ ہے ترا
بوالہوس تجھپہ کوئی ضرب پڑی خوب نہین

خوبرویون سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

ہین نہان محو خودنمائی مین
سیر ہے پر خودی جدائی مین

ہوسکے اک بوسے پر ترش ابرو
بات کو ڈالنا کھٹائی مین

نہین نکبھی مین وہ فرنگی زاد
ماہ ہے منزل ہوائی مین

ذوق سے ہے ایک رند شاہد باز
اسکو کیا دخل پارسائی مین

سلام کرتے ہین اُنکو جدھر کو دیکھتے ہین
اور اُن کو دیکھو ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہین

وہ دیکھین بزم مین پہلے کدھر کو دیکھتے ہین
محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہین

یہ لوگ کیون مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
نہین تو دیکھین ذرا وکدھر کو دیکھتے ہین

وہ اپنی بے ترش تیغ نظر کو دیکھتے ہین
ہم اُنکو دیکھتے ہین اور جگر کو دیکھتے ہین

نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
جدھر کو آپ ہون ہم اُدھر کو دیکھتے ہین

مین چپکا دیکھ رہا ہون جگر کے داغون کو
کہ چارہ گر انہین وہ چارہ گر کو دیکھتے ہین

اُن آہوؤن سے کہو دیکھین میری آنکھون کو
جو آب جُو مین گل نیلوفر کو دیکھتے ہین

ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردش عالم
جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہین

ہمارے وصل کی شب ہے و یا شب محشر
کہ اُٹھ کے صبح قیامت سحر کو دیکھتے ہین

ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا تھا
کہ طمطراق پہ ہم کرّ و فر کو دیکھتے ہین

پڑیگا سایۂ زلف اُس پہ بھی ضرور کبھی
کہ پیچ و تاب تمھاری کمر کو دیکھتے ہین

ہم اُنکے کوٹھے پہ چڑھکر ہین ڈھونڈھتے مہ عید
کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہین

خدا کا بندہ ہو زاہد خدا کو دیکھ ذرا
کہ زر کے بندے زمانہ مین زر کو دیکھتے ہین

ادھر شفق مین ہے شام اور ادھر ہین دیکھو
ابھی سے دمبدم اُٹھکر سحر کو دیکھتے ہین

نہ پوچھو شغل اسیری مین ہم غریبون کا
کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہین

وہ دن تو عید کا ہوتا ہے دن ہمارے لئے
تمھارا اُٹھ کے جو منھ ہم سحر کو دیکھتے ہین

یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر
پڑا زمین پہ جو نور قمر کو دیکھتے ہین

سوال جوہر آئینہ ہے یہ چشم پر آب
کہ منھ پہ خاک ملے کیون ہنر کو دیکھتے ہین

بہار کو ہین دکھاتے ستارۂ سحری
تمھارے کانین جب ہم گہر کو دیکھتے ہین

فنا کی راہ مین پتھر جو بن کے بیٹھے ہین
اُنھین کو دیکھ کے سنتے شرر کو دیکھتے ہین

وہ خاک اُڑائینگے بازار عشق مین اگر
کہ پہلے آن کے سود و ضرر کو دیکھتے ہین

بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خال سیاہ
سنان ترک نظر پر سپر کو دیکھتے ہین

عرق کے قطرے نہین دیکھتے ہین اُس رخ پر
ستارے دمو یہاں ہم دوپہر کو دیکھتے ہین

الٰہی آگ یہ سینے مین ہے کہ آفت ہے
عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہین

بنا کے آئینہ ہین دیکھتے جو آئینہ گر
ہنرورا اپنے بھی عیب ہنر کو دیکھتے ہین

زیادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہین
تڑپتا خاک پہ مار دوسر کو دیکھتے ہین

نگین کو دیکھ نہین چاہین جو نام عالم مین
کہ سینہ کاوی مین ہان نامور کو دیکھتے ہین

خراشِ ناخنِ وحشت سے چارہ گر ہر رے
شکستہ بخیۂ زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

اُٹھائی آنسوؤن نے کسپہ آج ہے تسبیح
سفر ہے جان کا جو فالِ سفر کو دیکھتے ہین

کسی کی کاوشِ مژگان سے بر سرِ مژگان
ٹپکتا قطرۂ خون جگر کو دیکھتے ہین

جہان کے آئینہ سے دل کا آئینہ ہے جدا
اس آئینہ مین ہم آئینہ گر کو دیکھتے ہین

دکھا دو تم لبِ میگون پہ خندۂ نمکین
گریان تو ساغرِ مے مین شکر کو دیکھتے ہین

عیارِ نقدِ محبت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہین

سے ملا کر ساقیان سامری فن آب مین
کرتے ہین جادو سے اپنے آگ روشن آب مین

زلفِ مغی وش کو دھووے گر وہ پُرفن آب مین
ہون بجائے موج پیدا مارِ رہزن آب مین

چشمِ آئینہ مین کب تو ہوا پاسے نگاہ
اسطرح جاتے ہین دیکھا یا کہ دامن آب مین

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کوئی مردون کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب مین

صحبتِ اہلِ صفا سے تیرہ دل کب صاف ہون
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب مین

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہین فوارہ وار
گو کہ مین ڈوبا کھڑا ہون تا بگردن آب مین

طاس قلیان مین رکھا ہے اُسنے ابرِ مردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے ابرِ بہمن آب مین

دیکھنا آبی دوپٹہ منہ پہ اُسکے وقتِ خواب
برجِ آبی مین ہے مہ یا مہرِ روشن آب مین

مین ہون وہ تفسیدہ دل کر جائے اک دریا کو جو بے
گر پڑے گر ذرہ میری خاکِ مدفن آب مین

یون رہا مین زندگی بھر تشنۂ دیدارِ یار
جیسے مستسقی کا دم ہوتا ہے مر دن آب مین

سایۂ سرو چمن نے کیا ڈرایا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے شب لے ہے رشکِ گلشن آب مین

وعدہ ہے آنے کا اُسکے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہون دمبدم اُٹھ اُٹھ کے روغن آب مین

شب جو ہم لکھنے کو بیٹھے آنکھ سے اندیشۂ اشک
بہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفقِ من آب مین

ذوق تو اس بحر مین ایسے گلِ مضمون بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولون کا خرمن آب مین

ہووے تو اے مہروش جب پرتو افگن آب مین
ہو سراپا فلس ماہی ماہِ روشن آب مین

عکسِ زلفِ یار اور آئینہ رخسارِ یار
کھینچے ہین شام و سحر تصویر سوسن آب مین

تو جو دریا مین لڑا چھینٹے تو منیان شرم سے
پانی پانی ہو گیا اے شوخِ پرفن آب مین

مردمِ دیدہ ہین اپنے زندہ آبِ اشک سے
مردمِ آبی ہین انکا ہے نشیمن آب مین

بھول مت علمِ کتابی پر کہ آخر کب تلک
ناؤ کاغذ کی بہے اے طفل کودن آب مین

تو لبِ دریا نکلے آکر جو اے رشکِ بہار
ڈالے بھر بھر کے صبا پھولونکے دامن آب مین

لے لو اپنے روئے سیمین پر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہا ہے اپنا جوبن آب مین

کیا ہوا کیا سبزہ ہے کیا گل ہے کیا ابرِ بہار
لطف ہے گر ہو وے فیضِ ربِ ذوالمن آب مین

مدح کر اُس شاہ دریادل کی اے دل جسکا فیض
لعل و گوہر ہے بہاتا وقتِ گلگشت آب مین

شاہ اکبر خسروِ غازی کہ آبِ تیغ سے
رکھے حاسد کو ہمیشہ تا بگردن آب مین

پڑھکے بِسْمِ اللهِ مَجْرٖیهَا وَمُرْسٰهَا دلا
جون شناور بحر ہوا مین دست و بازن آب مین

مطلع روشن لکھا جس سے کہ بحرِ نظم مین
صورتِ اخترِ دُرِ معنی ہین روشن آب مین

ڈالے جون روح القدس تو جبکہ توسن آب مین
نورِ حق ہو اہلِ برہان پر مبرہن آب مین

اے شہ الیاس رتبت اے شہ خضر احترام
خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب مین

تامیم حق لیکر جو مارے تیغ راہِ حق مین تو
غرق جون فرعونیان ہو فوجِ دشمن آب مین

تو شہ دریا نوال اور دل ترا موجِ کرم
ہے سخاوت سے تری دستِ تلاطم زن آب مین

تیرا نیسانِ عطا جسدم گہرباری کرے
گوہر ترسے بھرین موجونکے دامن آب مین

حکم تیرا جستجو چاہے تو گم ہونے نہ پائے
مثلِ ابراہیم ادہم ایک سوزن آب مین

تیرے حکمِ شرع سے جب کفر دریا برد ہو
غرق ہووے تا بہ انشاء برہمن آب مین

ہو ترے سفینہ مین جب بحرِ معانی موج زن
قطرہ سے روشن ہو صد معنی روشن آب مین

ہو ترا فیضِ سخن گر مسّیِ نطقِ فصیح
بلبلے مانندِ بلبل ہون نوازن آب مین

تیرے آگے گر کرین اعدا سرِ عصیان بلند
مثلِ قومِ نوح ہووے سب کا مدفن آب مین

تو صفت آرا ہو جو دریا مین تو ایک اک کرمِ آب
ہو عدو کے قتل کو سو سو تہمتن آب مین

روے دریا پر بناتے ہین بہم موج و حباب
بہر سربازانِ لشکر خود و جوشن آب مین

ق
نور و ظلمت ہمدگر دشمن ہین پر حیران ہون مین
تیرے خنجر مین ہے کیون آتش باہن آب مین

باد پا تیرا ہے یون آتش قدم بر روے خاک
ہووے جون برقِ درخشان سایہ افگن آب مین

عکس ابھی دریا مین ہے اور ابھی اُڑ جاتا ہے یون
روح گویا اُڑ گئی اور رہ گیا تن آب مین

ق
تیرا فیلِ کوہ پیکر بسکہ دریا سیر ہے
ڈالے وہ کوہِ روان جب لے بنا دامن آب مین

مثلِ ابر آئے ولیکن سرعتِ رفتار سے
اوپر اوپر چھائے مثلِ ابرِ بہمن آب مین

نسرِ طائر نسرِ واقع چیخ پر تا ہون شہا
اور زمین پر ہووے تا ماہی کا مسکن آب مین

ہو ہواے شوق مین سر پر ہما اقبال کا
ماہیِ دولت کا ہو تیرے نشیمن آب مین

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہین
ہے شورِ الغیاث صریرِ قلم نہین

وہ دن ہے کونسا کہ ستم پر ستم نہین
گر یہ ستم ہین روز تو اک روز ہم نہین

مضمون کے پیچ و تاب سے تابِ رقم نہین
ہے زلفِ یار ہاتھ مین میرے قلم نہین

بعد از فنا بھی جوشِ جنون میرا کم نہین
کس وقت زلزلہ سرِ دشتِ عدم نہین

گو اضطرابِ دل کو عیان کرتے ہم نہین
پھر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہین

جوشِ شگفتگی ہے محبت کا غم نہین
یہ خون خراشِ دل مین تبسم سے کم نہین

آتش مین آپڑا تو ہے میری طرح سپند
لیکن نکل بھی جائیگا تا ہمت قدم نہین

یہ دل مجھے ڈبو کے رہیگا کہ سینہ مین
وہ کونسا ہے داغ جو گردابِ غم نہین

منظور دل کو کاوشِ غم کی ہے مشق اگر
بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہین

ہین آمدِ بہار سے بھر لائے منھ مین خون
یہ زخمِ دل تبسمِ غنچہ سے کم نہین

ہم کافرانِ عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
دوزخ مین آتشِ الٓشِ سنگِ صنم نہین

مجھ روسیہ سے کب ہوا سجدہ سرفرو
کب گردنِ خجالتِ محراب خم نہین

مشکل ہے میرے عہدِ محبت کا ٹوٹنا
اے بے وفا یہ تیری خدا کی قسم نہین

اہلِ صفا کا دیکھا نہ دامن کسی نے تر
گوہر ہے اپنی آب مین غرق اور نم نہین

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت
آہو کی شاخ شاخ سے طوبےٰ کے کم نہین

اللہ رے ضبطِ دل کہ مرے برسرِ مزار
گیسوے دودِ شمع مین بھی پیچ و خم نہین

اے عہدِ یار ہے تو زمین پر کہ اُٹھ گیا
ڈھونڈھون کدھر سراغ کہ نقشِ قدم نہین

منصوبہ مارنے کا مرے کرتے ہین حریف
اور مجھ مین مثلِ بازیِ شطرنج دم نہین

تونے جو ہاتھ قتل سے کھینچا تو کیا ہوا
رکتی کسی طرح تری تیغِ ستم نہین

ہے میکشون کے واسطے مینا نہ تختِ جم
یان جامِ مے سہے سامنے گو جامِ جم نہین

چمکا یا آتشِ دلِ پروانہ کا ہے رنگ
اے شمع و عیان شفقِ صبحدم نہین

ہے لوثِ حبِّ زر سے یہ دامن ہمارا پاک
گر چھینٹ بھی پڑے تو سجدِ درم نہین

گر آبِ دیدہ شربتِ کوثر بھی ہے تو کیا
جب تک کہ اُسمین چاشنیِ دردِ غم نہین

حالت ہے اب یہ زار ترے دلفگار کی
ہے چشمِ زخم منتظر یہ کہ جو چشمِ نم نہین

ہاتھ آئے کس طرح سے دلِ گم شدہ کا کھوج
ہے چور وہ کہ جس پہ کسی کا بھرم نہین

ہاتھوں سے چرخِ تفرقہ پرداز کے کبھی
کرسکتے آہ دست تاسف بہم نہین

سربازِ عشق کے لیے دارالامان کہان
محفوظ قطع سے سرِ شمعِ حرم نہین

جاتا ہے آنکھیں بند کیے ذوق تو کہان
یہ راہِ کوے یار ہے راہِ عدم نہین

ہم سے ظاہر و پنہان جو اُس غارت گر کے جھگڑے ہین
دل سے دل کے جھگڑے ہین نظرون سے نظر کے جھگڑے ہین

جیتے ہی جی کیا ملک فنا مین ساتھ بشر کے جھگڑے ہین
اِدھر کے ادھر سے جبکہ چھوٹے تو جا کے اُدھر کے جھگڑے ہین

کیسا مومن کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند
سارے بشر ہین بندے حق کے سارے شر کے جھگڑے ہین

ایک ایک جور و ستم پر اُسکے سو سو داغ دل ہے گواہ
ہم جو اُس سے جھگڑے ہین حق ثابت کر کے جھگڑے ہین

غم کہتا ہے دل ہین رہون مین جلوۂ جانان کہتا ہے مین
کس کو نکالون کس کو رکھون یہ تو گھر کے جھگڑے ہین

گھر مین سوتی پانی پانی لعل کا دل خون پتھر مین
دیکھو لب و دندان سے تمھارے لعل و گہر کے جھگڑے ہین

دوست کے گھر مین دشمن سو جب سنگ ہمارے سینہ پہ
دل کا ذکر رہا کیا باقی پھر تو سر کے جھگڑے ہین

حضرت دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اُٹھانے دنیا سے
پاؤن پسارے بیٹھے ہین اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہین

ذوق مرتب کیونکہ ہو دیوان شکوۂ فرصت کس سے کرین ہم
باندھے گلے مین ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہین

آفت جان لکھو ہین تن کے قفس کی تیلیان
ورنہ ہین یان بال و پر تار نفس کی تیلیان

استخوان ہین اس تن لاغر مین جس کی تیلیان
تیلیان بھی وہ کہ جو ستر برس کی نیلیان

رخصت پرواز گر دیوین قفس کی تیلیان
جا کے دیکھ آئین جو کچھ رکھی تھین جس کی تیلیان

دلکے شعلون سے قفس کے پیش و پس کی تیلیان
یون جلین اُڑ جائین جیسے خار و خس کی تیلیان

گر سلائی رکھتے ہو خس کی تیلیان
لیجئے مژگان کی مجھ بے دسترس کی تیلیان

گر رگِ گل سے ہون بلبل کے قفس کی تیلیان
کانٹے آنکھون مین چبھوئین اُسکے خس کی تیلیان

طائران رنگ گل کا فکر کیا اے باغبان
ہین یہی رگہاے گل اُسکے قفس کی تیلیان

اے مہندس مرغِ ساعت کو اگر کرتا ہے بند
لے ہوا مین اُڑکے آوازِ جرس کی تیلیان

مین ہون دیوانہ کسی کے سبزۂ رخسار کا
مارو پھولون کی جگہ تم مجکو خس کی تیلیان

سوز غم سے ہین سلگتے جسم و جان ناتوان
کب کا یہ کوڑا تھا یارب کے برس کی تیلیان

کشتۂ مژگان کے گنبد کا ہے مرقد اے صبا
جا لگا اس پر عوض زرین کلس کی تیلیان

طائر رنگ حنا کا شوق اگر ہواے پری
تیرے ہاتھون کی لکیرین ہون قفس کی تیلیان

پنجہ مژگان جو پا روبِ سمندِ ناز ہے
تاب کب لائین لگد کوب فرس کی تیلیان

لے چلا دنیا سے دل یا کاسۂ روغن حریص
اسمین کیون رکھتا ہے جاروب ہوس کی تیلیان

چشمِ گریان نے اگر کی اس برس برسات خوب
سبز ہو جائینگی سب میرے قفس کی تیلیان

شیخ کی داڑھی تو حاضر ہے لگا دے ساقیا
گر نہیں شیشہ کو ہین درکار خس کی تیلیان

ہے دوائی اس شجر کے واسطے تازہ خزان
پیتے نچکر رہ گئین خالی سرس کی تیلیان

موے مژگان ہین کہ رکھتے ہین ترے شہبازِ چشم
آشیان کے واسطے چُن چُن کے خس کی تیلیان

ہے پیٔے مرغ دلِ بلبل رگِ گل کا قفس
اس سے نازک اور کیا ہونگی قفس کی تیلیان

ق

گر ہے اے صیادِ نادان تجکو آرائش کا شوق
مت بنا پیتل کے تار و نے قفس کی تیلیان

جو ہین مرغ تردماغ اُنکے قفس کے واسطے
چاہیین صندل کی جو ہین اور خس کی تیلیان

اُڑکے جا پہنچے ہواے شوق مین تنکے کیطرح
سمجھین جو تانگین قاصدانِ زود رس کی تیلیان

طرز نالہ مجھسے گر سیکھین جلا دیوین ابھی
صوتِ ققنس بنکے آوازِ جرس کی تیلیان

شیخ تل شکری جو لائے لعل لب کے سامنے
گل کا دونا تھا مگر شاخ عدس کی تیلیان

آگے ان نالون کے ہین یون خار و خس ہوتے رقیب
جون لگی ہون رو کش آتش اثر و نفس کی تیلیان

کاروان حیرت کا تھا شب تنکا تنکا دشت مین
رہ گئین ہین ہین کے آواز جرس کی تیلیان

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالم معنی سے ذوق
ورنہ تھین یہ تیلیان کب اپنے بس کی تیلیان

آج اُن سے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہین
پر نہین معلوم کیا کھوینگے کیا کہنے کو ہین

وصف چشم و وصف لب اس باریکا کہنے کو ہین
آج ہم دو رس اشارات و شفا کہنے کو ہین

ہین دہن غنچون کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہین
شاید اُسکو دیکھکر صل علےٰ کہنے کو ہین

کہدے شبنم سے نہ بھر سیماب گل کے کان ہین
بلبلین احوال دل کچھ اے صبا کہنے کو ہین

دیکھے آئینے بہت بن خاک ہین ناصاف سب
ہین کہان اہل صفا اہل صفا کہنے کو ہین

دمبدم رُک رُک کے ہے منھ سے نکل پڑتی زبان
وصف اُسکا کہہ چکے تو ارسے یا کہنے کو ہین

اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا
مسجدون ہین لوگ اذان سے سہ لقا کہنے کو ہین

ہین ترے ہاتھونکے قربان واہ کیا مارے ہین تیر
سب دہان زخم منھ سے مرحبا کہنے کو ہین

میرے دلکے آبلے دیکھے تو منھ فق ہوگئے
زرد یون ہی دانہاے کہربا کہنے کو ہین

دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم مین ہین
نالہاے دل ہمارے نارسا کہنے کو ہین

گاہ دامنگیر باد و گہہ بیابان گرد خاک
اب تو تیرے عاشقونکے دست و پا کہنے کو ہین

وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہین

ہے جہان مانند مجمر اور ہم مثل سپند
اب چلے جاتے ہینگے آئے اک صدا کہنے کو ہین

پوچھو قاتل سے کریگا قتل آخر کب تلک
اپنی تاریخ آج ہم پیش از قضا کہنے کو ہین

میرے سودا کا اطبا کر نہین سکتے علاج
یون ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہین

سست گئے جو سر نوفا کے اُٹھ گئے سب اہل دل
اب دغا سے نام کو اور باوفا کہنے کو ہین

اے صفائے دل وہی جس مین عیان ہو شکل یار
یون تو آئینون کے دل بھی باصفا کہنے کو ہین

کیا تماشا ہے کہ اُنکے کانین اُٹھا ہے درد
ہم جو آئے درد دل اپنا ذرا کہنے کو ہین

بے سبب سوفار اُنکے منھ نہین کندے ہین ذوق
آئے پیک مرگ پیغام قضا کہنے کو ہین

گر ترا نور نہین چشم مین کیا ہے اس مین
کہنا فیہِ نظرٌ عین خطا ہے اس مین

دل کو کیا دیکھے کا تو چیر کے کیا ہے اس مین
اب تو قطرہ بھی نہین خون کا رہا ہے اس مین

رسن انداز ہے چاہ ذقن یار مین زلف
نہین معلوم کہ دل کسکا گرا ہے اس مین

عشق کی تلخی حسرت کے جو لے لے کے مزے
بے مزہ رہتے ہین ہم کچھ تو مزا ہے اس مین

تو نگین تو نہ دلکا کہ ٹہری کاوش سے
اسم کو مین نے ترے کندہ کیا ہے اس مین

کبھی کرتا ہون فغان اور کبھی ضبط فغان
نہین معلوم وہ خوش اسمین ہے یا اس مین

خضر ساقی ہو تو مین جام نہ لون گرچہ لون
کہ نہین جام مین مے آب بقا ہے اس مین

دیکھ لے عشق مین جان وامق و قیس و فرہاد
اور ابھی دیکھیے کس کس کی قضا ہے اس مین

اُس جفا کیش کے نامہ کو پڑھون کیا قاصد
جو کہ قسمت کا لکھا تھا سو لکھا ہے اس مین

شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مے عیش
مے کہان اسمین ہے زہر اب بھرا ہے اس مین

جا پڑا پاؤن پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ
سرد ہونے پہ بھی گرمی وفا ہے اس مین

کیا بگولے کیطرح خاک کا پتلا اے ذوق
اُڑتا پھرتا ہے بھری جیب سے ہوا ہے اس مین

کرے وحشت بیانِ چشم غزلگو اسکو کہتے ہین
یہ سچ کہتے ہین سر چڑھ بولے جادو اسکو کہتے ہین

سوالِ بوسہ کو ٹالا جواب چین ابرو سے
براتِ عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا قتل کیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اسکو کہتے ہین

عدو دے نیش زن ہر دم میرے در پئے ایذا
یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اسکو کہتے ہین

گوارا تلخی مے کیون نہ ہو ہم خستہ جانون کو
کہ دارو تلخ ہی بہتر ہے دارو اسکو کہتے ہین

گرہ کھولی ذرا اُس نے جو اپنی زلف مشکین کی
معطر ہو گیا آفاق خوشبو اسکو کہتے ہین

جو پوچھے عقل یہ دل سے بتا کیا نام ہے تیرا
کہون دیوانہ چشم پری رو اسکو کہتے ہین

کبھی شیرین نہ دل سے کوہکن نے کوہ کو کاٹا
محبت یہ نہین ہے زور بازو اسکو کہتے ہین

اجل سو بار آئی ذوق پر جب تک نہ وہ آئے
نہ پایا دم نکلنے میرا قابو اسکو کہتے ہین

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہین
چشم پر آب سے آئینے وضو کرتے ہین

کرتے اظہار ہین در پردہ عداوت اپنی
کیون مرے آگے جو تعریف عدو کرتے ہین

دلکا یہ حال ہے پھٹ جائے سو جا سے اور
اگر اک جا سے ہم اس کو رفو کرتے ہین

توڑین اک نالہ سے اس کاسۂ گردون کو مگر
نوش ہم اسمین کبھی دلکا لہو کرتے ہین

قد دلجو کو تمھارے نہین دیکھا شاید
سرکشی اتنی جو سرو لب جو کرتے ہین

رکھتا از بسکہ جیفۂ دنیا سے ننگ ہون
پارس بھی ہو تو جانتا مردار سنگ ہون

ہون وہ شگفتہ دل کہ نہ دوزخین تنگ ہون
آہن تو آگ مین ہون مگر لالہ رنگ ہون

ہین سب سے پہلے سیر سے اٹھانے کی فکر مین
محفل مین انکی مین کسی چوسر کا رنگ ہون

دل بیٹھا محو ضبط ہے اور مجکو اضطراب
دل میرا مجھسے تنگ ہے مین دل سے تنگ ہون

پروانہ گر نہین تو نہین پر ہون شعلہ دوست
مگسی بھی ہون تو خال دہان تفنگ ہون

مرے نالے کہین اس گنبد بے در کے اوپر ہین
ہوا کیون باندھتے بادل یہین اُدھر اوپر ہین

گذر جاتے ہمارے نالے اُنکے سر سے اوپر ہین
وہ اک سنتے نہین تیر اُڑا اوپر سے اوپر ہین

عجب عالم ہے اب لکا کہ اُنکے اک اشارہ پر
کھٹک جاتے ہمارے دلمین سو نشتر سے اوپر ہین

پھلند دیوار گلشن ہم پڑے ہین ناتوانی سے
ابھی طاقت کرے یاری تو اکر گر سے اوپر ہین

تم وہ غضب کہ ہوتے بھی کم ایسے شخص ہین
اور ہم تمھین پہ مرتے ہین ہم ایسے شخص ہین

صاحب دلون نے کعبۂ دل پر کیا مقام
کب کرتے قصد دیر و حرم ایسے شخص ہین

دیوانے تیرے دشت مین رکھینگے جب قدم
مجنون بھی لیگا آکے قدم ایسے شخص ہین

دین کیا ہے بلکہ دیجئے ایمان بھی اُنھین
زاہد یہ بت خدا کی قسم ایسے شخص ہین

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین
وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

خط دیکھکر وہ آئے بہت پیچ و تاب مین
کیا جانے لکھدیا اُنھین کیا اضطراب مین

بے بادہ غورگی مین ہوا ذوق جون مویز
کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب مین

نے رنگ کفک ہون نہ ترا غندق پا ہون
مین کچھ نہین لیکن ترے قدمون سے لگا ہون

مجنون نے مجھے سمجھا چراغ رہ مقصود
مین ناقۂ لیلی کا سراغ کف پا ہون

وہ مہر تو مین تاب وہ گوہر ہے تو مین آب
مجھسے نہ جدا وہ ہے نہ مین اُس سے جدا ہون

کھائے ہیں یہ ترے ناوک مژگان دلمین
اتنے موتی بھی نہین جتنے ہین پیکان دلمین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غم ہجران دل مین
ہمنے جانا تھا کوئی دن ہے یہ مہمان دلمین

خانقاہ مین بھی وہی ہے جو خرابات مین ہے
فرق پر یہ ہے یہان مغز یہ ہے اور وان دلمین

تیرے آفت زدہ جن دشتون مین اُڑ جاتے ہین
صبر و طاقت کے وہان پاؤن اُکھڑ جاتے ہین

اتنے بگڑے ہین وہ مجھسے کہ اگر نام اُن کا
خط مین لکھتا ہون تو سب حرف بگڑ جاتے ہین

کیون نہ لڑوائین اُنھین غیر کہ کرتے ہین یہی
ہمنشین جن کے نصیبے کہین لڑ جاتے ہین

مر گیا ہون بسکہ وصلِ سیمتن کی فکر مین
ہائے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے

ق

چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کی فکر مین
تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکر مین

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین با چشمِ پُر آب
گاہ تدبیرِ لحد مین گہ کفن کی فکر مین

متفرقات

ابکی دل لے لون تو پھر اُس بتِ قاتل کو نہ دون
چار ٹکڑے کر دو دل کے کہ نہین ہو سکتا

جان دون نالِ دون بیان دون پر دلکو نہ دون
لب کو دون رُخ کو نہ دون لفظ دون قاتل کو نہ دون

نہ ڈال آبلے اے گرمیِ فغان منھ مین
ہمارا پی کے لہو تیرے تیر کا سوفار

کہ چپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگنیان منھ مین
یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہین زبان منھ مین

اسیرِ رنج و غم مین ہون مریضِ جان بلب مین ہون
جو مانگون موت در و ہجر سے مجکو نہین ملتی

وہ اس پر اب تلک صیتا ہون نہین کوئی عجب مین ہون
کہ زارِ عشق ہون اور اسقدر راحت طلب مین ہون

ہر بنِ مو سے نکلتے ہین شرارِ آتشین
واہ رے سوزِ جگر اُٹھتے ہین میری خاک سے

بن گیا ہون مین سراپا اک انارِ آتشین
دود گلخن کی طرح اب تک غبارِ آتشین

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر سینتے ہین
ہوتے پابندِ علائق نہین وارستے نہین

سینے دو چارہ گرو سینتے ہی گھر بستے ہین
نکہتِ گل کے نکل جانے کو سو رستے ہین

مین ہون وہ جگر خون کہ مسامات بدن سے
جون اشک عرق بھی شفقی رنگ نکالون

سہے جی مین کہ غنچہ کو کرون تنگ چمن مین
پھر یار کا ذکرِ دہنِ تنگ نکالون

دنبالہ سے سرمہ کے دھوان ہین تری آنکھین
کہہ بیٹھین نہ کچھ سیف زبان ہین تری آنکھین

مرے نالون سے چپ ہین مرغ خوش الحان زمانہ مین
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارخانہ مین

ہوا ہے اور نہ ہووےگا کوئی پیدا خدائی مین
وفا مین کوئی مجھسا اور تم سا بے وفائی مین

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن مین
بہانہ کر کے منت کا پنھایا طوق گردن مین

ہین وہ دیوانے کہ جنکو بیڑیان درکار ہین
ہم اسیر زلف ہین کافی ہمین دو تار ہین

کمندین اور بھی یون تو کمند انداز رکھتے ہین
تری زلفون کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہین

کیا صوفی و کیا میکش قائل مرے دونو ہین
پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونو ہین

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین
بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لیجانے مین

جس جگہ بیٹھے ہین با دیدۂ نم اٹھے ہین
آج کس شخص کا منھ دیکھ کے ہم اٹھے ہین

کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری پرسون
ہوئے برسون نہ ہوئی پر وہ تمھاری پرسون

یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن مین
کہ تھا بلبل کی گردن کا پڑا قمری کی گردن مین

رخصت جو ہو کے ہم سے جاتے وہ اپنے گھر مین
گھبرا کے پہنچتے وان ہم اُن سے پیشتر ہین

زاہد گمراہ کے مین کس طرح ہمراہ ہون
وہ کہے اللہ ہو اور مین کہون اللہ ہو ن

کرتے اپنے سر کو جو نوکِ سنان پر تاج ہین
عشق مین وہ کرتے حاصل رتبۂ معراج ہین

سمجھو نہ سہل تم خفقان کو حکیم جی
حضرت اسے بھی جانئے ہمزادۂ جنون

کٹا کر اپنا سر نوکِ سنان پر تاج کرتے ہین
حصول اس طرح عاشق رتبۂ معراج کرتے ہین

کہتی ہے ماہی بریان کہ دبیران قضا
داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین

آپ آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے
یاد مین تیری اجل سے بھی فراموش ہون ہین

ردیف واو

دار خرمن ہے ہمین قطرہ ہے دریا ہمکو
اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو

آ گئے سبقے جہ مین نظرِ کل کا تماشا ہمکو
کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہمکو

ہم وہ مجنون ہین کہ دل اپنا ہے صحرا ہمکو
اور جون خیمۂ لیلی ہے سویدا ہمکو

اُس نے خط جو قلم سرمہ سے لکھا ہمکو
لکھا ایماے خموشی سے ہے سویدا ہمکو

رکھ مکدر نہ بس اب اے چرخ نہ آتنا ہمکو
ہمنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو

شوق مستی مین ہے گلگشت چمن کا ہمکو
چاہئے جاے عصا گردن مینا ہمکو

ہوئیگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہمکو

بستگی دلکو ہے کیون اُس گرہ زلف کے ساتھ
کیا سبب کچھ نہین کھُلتا یہ معما ہمکو

ہم وہ مجنون ہین کہ گر رم کرین آہو کی طرح
بھاگے ہے دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہمکو

کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جون زلف
کہ شکستون سے بنایا ہے سراپا ہمکو

جابجا نام تو جون نقش قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈھنے عنقا ہمکو

اور ہمدرد کہان ہو ہوا اے حضرت دل
ورد اب تمکو ہمارا تو تمھارا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ بت
کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہمکو

اثر کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
نقش سجدہ کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہمکو

نخل خرما کی طرح باغ محبت مین ملا
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو

ایکدم تنگ وہ آئے تھے بغل مین اس پر
غم دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہمکو

تن سے کیا جان کہ جان اپنی نکلنے پاوے
ہو بشرطے ترے آنے کا بھروسا ہمکو

آن پہونچی سر گرداب فنا کشتی عمر
ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہمکو

ہو سکے لاغری و ضعف کہان مانع شوق
تیری جانب ہمہ پرواز ہین اعضا ہمکو

ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی اُسنے
پاس آنے نہ دیا دور سے پھینکا ہمکو

رشک تھا اپنے نوشتے مین کہ اُس نوخط نے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہمکو

ہر قدم پانون مین سر رکھتے ہین خار سر دشت
اے جنون تونے تو کانٹون مین گھسیٹا ہمکو

کرتے جون کوہ نہین ہمتو سخن مین سبقت
پر وہ کچھ ہمسے سنیگا جو کہیگا ہمکو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہر دل
طوف گرداب صفت چاہیئے اپنا ہمکو

لگ گئی آنکھ جو سودے مین تری زلفونکے
شب سیاہی نے کئی بار دبا یا ہمکو

حرفِ تلخ اُس لب شیرین سے ہر اک بات پہ آہ
ناصحا سنتے ہین ہم کچھ تو ہے میٹھا ہمکو

خاک سے کیونکہ ہمارے گل رعنا نہ اُگے
کہ کسی گل کی دورنگی نے ہے مارا ہمکو

ایکدم عمر طبیعی ہے یہان مثل حباب
فکر امروز ہے نے کچھ غم فردا ہمکو

جتنے عاشق ہین ہم ایک کا ہے ایک عزیز
ہمت سے چاہیئے ہے خون کا دعوی ہمکو

کیا ستم ہے کہ پئے قطع رہِ عشق فلک
ارّہ سا دیتا ہے دندان عوض پا ہمکو

دلمین تھے قطرۂ خون چند سو مانند انار
تر ہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہمکو

مل گئین خاک مین جو صورتین ہے انکا خیال
کیون نہ فانوسِ خیالی ہو بگولا ہمکو

ہم وہ ہین وحشی لاغر کہ چھپا لیتے ہین
زیر دامن نگہ آہوئے صحرا ہمکو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اُسکی تو زلفونکو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو

آسمان اور وہ انسان بنانا ہمکو
خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

ذبح کیون کرتے ہین فتراک سے باندھا ہمکو
چھوڑ ہونے دے تڑپکر ابھی ٹھنڈا ہمکو

دل شکستہ مگر اُس یار نے سمجھا ہمکو
خط بھی جو خط شکستہ سے ہے لکھا ہمکو

باعثِ رشک ہوا عشق ہمارا ہمکو
تجھپہ جن دیکھے ہے غش جسنے ہے دیکھا ہمکو

کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہمکو
لیگئے اشک بہا جون کف دریا ہمکو

اُس پہ مرتے ہین کہ کیون غیر کو تو نے مارا
وہ نصیب اُسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمکو

ہے وہی جنبش لبہائے جراحت پیش قتل
کس لب تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہمکو

ہم وہ ہین گرم رہ یار وفا جون خورشید
سایہ تک بھاگ گیا دیکھکے تنہا ہمکو

خال سرمہ کا نہین چاہیئے زیبایش کو
اختر سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہمکو

یہ تو یوں مضطرب اور سینے میں لاکھوں روزن
دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہمکو

ٹپکا مژگاں سے لہو ہو کے جگر آخر کو
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہمکو

خط توام سے لکھو گور پہ تاریخِ وفات
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہمکو

کون غلطیدہ تھا خاکِ سرِ کو پر تیری
خوابِ شب بسترِ مخمل پہ نہ آیا ہمکو

جسکی آواز سے ہوں رونگٹے سوہانکے کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہمکو

اک حلاوت ہے عداوت میں بھی اُس ظالم کی
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو

دیکھیا آخر کو نہ پھوڑے کیطرح پھوٹ بہے
ہم بھرے بیٹھے تھے کیوں آپنے چھیڑا ہمکو

ٹپکے ہے جائے عرق ہر بنِ مو سے پیکان
یہ ہدف کس نے کیا تیرِ جفا کا ہمکو

ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہونچانے لگا تا لبِ دریا ہمکو

ہم وہ ہیں رند کہ اس عالمِ پیری میں بھی
اُنس میخانے سے جوں پنبۂ مینا ہمکو

سنگدل تین دن اب گور میں بھی بھاری ہیں
ہے سوم میں ترے آنے کا جو دھڑکا ہمکو

تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہیں ہم بھی تم پر
مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہمکو

پھرتے ہی آنکھ کے پھیر سنگے گلے پر خنجر
ہو چکا آپکا معلوم ہے ایسا ہمکو

گرمیِ تب سے ہوا سوزِ دروں جو افشا
آگیا مارے خجالت کے پسینا ہمکو

حسرت اے خواریِ وحشت کہ گریباں کا تار
ہو گیا ضعف سے تارِ رگِ جارا ہمکو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہمنے
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہمکو

نہ اُٹھیں شورِ قیامت سے بھی وہ مست ہیں ہم
کہے جب تک کہ نہ قُم قُم لبِ مینا ہمکو

ہم تبرک ہیں بس اب کر لے زیارت مجنوں
سر پہ پھر تلبے لیئے آبلۂ پا ہمکو

وصل کا اُسکے تصور جو سدا رہتا ہے
تو مزے ہجر میں بھی آتے ہیں کیا کیا ہمکو

واہ قسامِ ازل صدقے ہم اس قسمت کے
جامِ عشرت اُسے اور داغِ تمنا ہمکو

دل میں نشترِ نگہِ یار کا آ ہی کھٹکا
وہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہمکو

رہی ہر طرح سے صیدی کی کبوتر کی طرح
ہاتھ سے اُس بت بیدرد کے ایذا ہمکو

ق

صید ہی مین نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا
صلح بھی ٹھہری تو پھر کاہی کے چھوڑا ہمکو

ذوق بازیگہ طفلان ہے سراسر یہ زمین
ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو

مند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
دیگا تمام عقل کے بخیے اُدھیڑ تو

الفت کا گر ہے نخل تو سرسبز ہوئے گا
سو بار جڑ سے پھینکدے اسکو اُکھیڑ تو

عمر روان کا توسن چالاک اس لیئے
تجھکو دیا کہ یان سے کرے جلد ایڑ تو

اے زاہد دو رنگ نہ پیر آپ کو بنا
مانند صبح کاذب ابھی ہے ادھیڑ تو

اس صید مضطرب کو تامل سے ذبح کر
دامان و آستین نہ لہو مین لتھیڑ تو

جو سوتی بھڑ کو باعث غوغا جگائے پھر
دروازہ گھر کا اُس سگ دنیا پہ بھیڑ تو

مرجائیگا جو تیرا گرفتار دام زلف
تربت پہ اُسکی جال کا پائیگا پیڑ تو

یہ تنگنائے دہر نہین منزل فراغ
غافل نہ پاؤن حرص کے پھیلا سکیڑ تو

آوارگی سے کوے محبت کے ہاتھ اُٹھا
اے ذوق یہ اُٹھا نہ سکے گا کھکیڑ تو

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

بعد مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو
یان کہان راحت جراحت پر جراحت ہو تو ہو

تلخکامی ہی مین گذری زندگانی عمر بھر
جان شیرین کے دیئے سے کچھ حلاوت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خراب آباد دل
عشق غارتگر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

کہتے ہین شور قیامت جسکو وہ اے چشم یار
تیرے مستونکی صفیر خواب غفلت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ مین پروانہ سا کرم ضعیف
آدمی سے کیا ہو لیکن محبت ہو تو ہو

انتظار یار میں جو چشم ہو جائے سفید
مردمک اُس میں کہاں ہو داغ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہو اور پست قامت ہو تو ہو

اب زباں پر بھی کبھی آتا نہیں الفت کا نام
اگلے مکتوبوں میں کچھ رسم کتابت ہو تو ہو

آج اک پگڑی سوئی تھی سیکڑے میں رہن سے
ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

تمنا نہیں ہے کہ امداد دل کو پرسش کا صلہ ہو کہ مرد قلق ہو

یہی حق ہے قاتل اگر حق ولائے یہ بسمل ترے پاؤں پر جان بحق ہو

کتاب محبت میں اے حضرت دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو

کہ جب آنکر تم کو دیکھا تو وہ ہی سے لیئے دست افسوس کے دو ورق ہو

جو سے نوش اوہ شوخ رشک قمر ہو تو سرخی نہ کیوں اُسکے رخسار پر ہو

عروب آفتاب درخشاں اگر ہو تو کس وجہ پیدا نہ رنگ شفق ہو

کرو دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشک مہ چاردہ

سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بیک جلوہ چودہ طبق ہو

یہ کشتوں کا اُس مانگ کے یاں پتا ہے کہ ان تیرہ بختوں کے مرقد پہ کوئی

اگر سنگ موسی کا تعویذ رکھدے تو رکھتے ہی بس درمیاں وہ شق ہو

مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر

کہ ٹھکرایا تو نے تو تھا یوں سمجھکر نکل جائے جاں کچھ جو سد رمق ہو

اگر رشک گلشن نہو تجھسے باہم تو گلشن میں ہو دے یہ مستی کا عالم

چٹکنا ہو غنچوں کا آواز ضیغم چمن مجکو اک وادی لق و دق ہو

اگر زخم سینہ سے پھاہا اٹھاؤں تو خورشید محشر کو تپ سے چڑھاؤں

وگر سینہ داغ دل کو دکھاؤں تو صبح قیامت کا منہ دم میں فق ہو

یہ بحر و قوافی غزل کے بدلکر رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جسمین
نہ ہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی المحلہ کچھ ہو تو مضمون ادق ہو

جس ہاتھ مین خاتم لعل کی ہے گر اُس مین زلفِ سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس مین آ جکر آتش ہو

اے قاتل حلق بریدہ سے اک شعلۂ دل جو سرکش ہو
تو روشن حلقۂ جیب سے اپنے دیکھ تنور آتش ہو

ہو تیرا اسیر روزِ صبحِ ہجران مجھ سے رخصت ہوش ہو
وہ کھینچون آہ کہ خور بھی پنہان زیر دود آتش ہو

لبریز شراب ناز دکھا تو ساغر چشمِ کافر کو
تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفی دلکش سے کش ہو

تم وہ وہ زخمِ دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو
پر برِّش تیغِ ناز سے اپنے دل مین کرتے غش ہو

دل نخل مین قد کے جون زکریا چھپ کر چشمِ کافر سے
اب ارّہ جنبش ابرو سے کیونکر نہ بزیر کشاکش ہو

لبیک و اذان ناقوس و جرس یا خندۂ قلقل نالہ سے
دل کھینچنے مین ہان کوئی ہو پر ایک نوا سے دلکش ہو

ہین تیرے آگے آرائش دشمن جان ہو عاشق کی
محراب طاق کمان بجائے دستۂ نرگس ترکش ہو

مانند نمکدان چرخ پہ انجم حق نے بنایا اس خاطر
تا ہر لب زخم حسرت اپنا ہجر کی رات نمک چش ہو

گر کلکِ آہ کو پھیر دن مین تو سرمۂ دود دل بنے پھر سے

سب صفحہ ماہ منور کا خون سے سینۂ یار منقش ہو

جب ضعف سے مجکو غش آیا تو طنز سے کیا وہ کہتا ہے
بس غش سر کرو معلوم ہوا کچھ مرنے پہ تجدید غش ہو

اک خون کا دریا جدت کیا ہے خاکِ کوے قاتل سے نے
ہان وہن کو ایسے کشتون کے ایسی ہی زمین دلکش ہو

بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بہا ہے خون سے اٹھا
جب اپنا بہا خون پاؤن پہ اسکے دل کیون اتنا تشویش ہو

اس بحر مین کیا برجستہ غزل اے ذوق یہ تمنے لکھی ہے
ہان وزن کو جسکے سنکر خندان روح خلیل و اخفش ہو

دل کٹا جائے اب رات کدھر کاٹنے کو
جب سے وہ گھر مین نہین دوڑ رہے گھر کاٹنے کو

ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
مین تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے کی
اسکے آنسو ہی کفایت ہین جگر کاٹنے کو

دانت انجم سے نکالے ہوے تجھ بن مجھ پر
منھ فلک کھولے ہے اے رشکِ قمر کاٹنے کو

وہ شجر ہون نہ گل و بار نہ سایہ مجھ مین
باغبان نے ہے لگا رکھا مگر کاٹنے کو

سر و گردن جگر و دل ہین یہ چارون حاضر
چاہے دل یار کا جو رنگ اگر کاٹنے کو

شام ہی سے دلِ بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

چرخ ضدی ہے کوئی ضد نہ دلا وے اسکو
کہ سنے عود کو غرقی تو جلا وے اسکو

دیکھین تم کیسے بھلکڑ ہو جسے کرتے ہو یاد
بھول تو جاؤ بھلا میرے بھلا وے اسکو

قالب خاکیٔ انسان کو بنا کر کچا
عشق کی آگ مین ڈالا کہ پکا وے اسکو

آبرو خاک مین دی اسنے ملا آئینہ کی
مجھ سا ہو آئینہ تو منھ نہ دکھا وے اسکو

منہ سے کیا شمع کا ہو بزم مین تجھ سے روشن
چٹکیون مین ابھی کلگا اُڑاوے اُسکو

آئنے تصویر ہی اُسکی وہ نہ آئے تو نہ آئے
پر مرے پاس کوئی کھینچ ہی لاوے اُسکو

پیار کی بات یہ مجھسے نہین اک اور سے ہے
تیری یہ خوب ہے کہ مجھکو سناوے اُسکو

وہ عیادت کو مری آئے تو کیونکر آئے
مر بھی جاؤن تو ذرا رحم نہ آوے اُسکو

مشتِ خاک اپنی ہم اُس کوچہ مین کل پھینک آئے
اب وہ ذوق آپ اُٹھائے نہ اُٹھاوے اُسکو

سگِ دنیا پس از مردن بھی دامنگیر دنیا ہو
کہ اُس کُتے کی مٹی سے بھی کُتا گھاس پیدا ہو

ہجوم آور جو آنکھون مین ترا شوق تماشا ہو
تو شاخ ہر مژہ سے چشم نرگس وار پیدا ہو

ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو
فلک پر اُن کے ہنستے ہنستے شادمرگ عیسےٰ ہو

نہ ہووے دسترس دامانِ وصل یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پاؤن تک دستِ تمنا ہو

مجھے کیا چاہیئے عقدہ کشا سوزِ محبت مین
گرہ میری سپند آسا مری فریاد سے وا ہو

درازی مین شب غم کی اگر بہلاوے دل مجنون
خیالِ زلفِ لیلیٰ اسکے حق مین الف لیلیٰ ہو

کرے پرواز مرغ جان اگرچہ شاخ طوبےٰ تک
پر اُس تارِ نظر سے مثل مرغ رشتہ برپا ہو

حلاوت یان کہان جب ہووے آبِ شور کا دریا
زلالِ خضر کا اک چشمہ سو بھی سب سے اخفا ہو

تصور یون کبھی غفلت مین آجاتا ہے مرنیکا
کہ جیسے عالمِ رویا مین چشمِ کور بینا ہو

مجھے بلوہ مین مارا ہے نگاہ و ناز غمزہ کا نے
بتاؤن کس کو قاتل کس سے میرے خونکا دعویٰ ہو

یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے پیچ ہستی کا
کہ صحرائے عدم مین گردنِ عنقا کا پھندا ہو

مرے صحرا مین وہ وحشت برستی ہے کہ مجنونکے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیر کف پا ہو

کہین کیا دل کی وسعت اپنی ہم اللہ رے وسعت
اگر نہ آسمان ہون جمع اک خالِ سودا ہو

اکیلا رہ گیا یارون سے یون ہون ناتوانی مین
کہین شاخ خزان دیدہ پہ جیسے زرد پتا ہو

جو ذکر اللہ کو ہو ذوق بالغ مایۂ عشرت
تو کیون حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشہ مین صہبا ہو

سرد مہری سے تری گر جوئے دل یخ بستہ ہو
پھر نہ ٹپکے کوزۂ دل گرچہ سب اشکستہ ہو

کیونکہ قابو مین فلک کے عاشق وارستہ ہو
یہ تو جب ہو گر کمان کے بس مین تیر جستہ ہو

ہر قدم پہ ہے خراش پائے مجنون گل فشان
تا کہ اک اک خار صحرائے جنون گلدستہ ہو

کیا ہوا داغ محبت سے ہوا دل سر بمہر
یہ نہین ممکن کہ میرا راز دل سربستہ ہو

کیا نکالے سوزن الماس دل سے غمکی پھانس
جتنی یہ کاوش کرے اُتنی ہی یہ پیوستہ ہو

منھ سے جو نکلے مزا جب ہو کہ ہووے دلنشین
آہ موزون ہے کہ نالہ مصرعۂ برجستہ ہو

جانے کیا بیدرد انداز کلام دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشم صنم کو
چکرا دیا غمزہ نے ترے طوف حرم کو

جب سے کہ لکھا ہے ترا وصف رخ زیبا
چومے ہے قلم لوح کو اور لوح قلم کو

رونق ہے بہار گل رخسار سے تیری
گلزار حدوث و چمنستان قدم کو

جائے نہ کبھی طبع جفا پیشہ سے ہرگز
کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈتا ہے تو عمل بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو

ہین اشک کباب اشک ترے سوختہ جانکے
پر کرتے ہین خون شبنم گلزار ارم کو

دیوانہ ترا قید سے ہستی کے جو چھوٹا
چڑھ جائیگا اک زلزلہ صحرائے عدم کو

جس دن سے زمین پر ہے فلک خاک ہے اُڑتی
دیتی تھی یہان راہ نہ اس سبز قدم کو

خوبی سے نہین رونق بازار کہ یوسف
اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو

کیا دیگا دم اگر کسی بیدم کو مسیحا
اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشم عنایت سے جو ساقی
دکھلاؤن تماشا ابھی کیخسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک رقم کام ہے اُس کا
احوال بد و نیک سے کیا کام قلم کو

مرحلہ ہم گمشتگاں بالکل الگ دنیا سے ہو
آسمان بھی ہو اگر وان بیضۂ عنقا سے ہو

سایہ افگن جب پہ تو اپنے قدِ رعنا سے ہو
گردباد اُس خاک پر ہمسر قدِ طوبیٰ سے ہو

گر کرے عجز نمائی جلوۂ رخسارِ یار
وہ کفِ آئینہ سے موجِ یدِ بیضا سے ہو

مین وہ مجنونِ بیابان مرگ ہون جسکے لئے
ہو ہو چادر یا کفن وہ دامنِ صحرا سے ہو

سبحۂ صد دانہ بھی پڑ جاے اگر میرے گلے
دانۂ انگور تا رشتۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کردے آبلہ پائی مری
ہر قدم پر چشمہ جاری چشمِ نقشِ پا سے ہو

ثابت اک ٹانکا نہ چھوڑے دلکا میرے اضطراب
چاکِ سینہ گر رفو تا رگِ خارا سے ہو

تشنہ کامی گر مری دیوے چکھا شوراب تک
ذوق شوق العطش پیدا لبِ دریا سے ہو

صفا مین رخ سے تیرے آئینہ کیا خاک ہمسر ہو
نگاہ چشمِ سرمہ آلود سے بھی جو مکدر ہو

مری تاثیرِ وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو
نگین پر نام لکھدون تو نکل کر گھر سے باہر ہو

ترا دیوانۂ دل سوختہ آتش قدم گر ہو
جلا دے زیرِ پا گر خارِ مژگان سمندر ہو

قیامت کو بھی کیا انصاف اپنا اے ستمگر ہو
ابھی قصہ ہو آخر کہ آخر روزِ محشر ہو

ہو تو دریا مین دھووے ناخن پا گلبدن اپنے
تو ہر اک فلسِ ماہی شکلِ برگِ گل معطر ہو

نہ بووے آشنا کو گر سبک دوش اپنی صحبت سے
تو آہن ساتھ کیون نکلے کہ دریا مین شناور ہو

کھٹکتے ہی رہین دل مین ترے مژگانِ برگشتہ
ہجومِ نیشِ کژدم سے اگر دل گنجِ نشتر ہو

کیا یہ سوختہ جان تونے مجکو سرد مہری سے
کہ آہِ سرد میری شمع کافوری سے ہمسر ہو

حرم کو جاے زاہد ہم تو میخانہ کو چلتے ہین
مبارک اس کو طوفِ کعبہ ہم کو دورِ ساغر ہو

نشہ ٹوٹے ترے ساغر کشِ وحشت کا کیا ممکن
اگر سو ٹکڑے سنگِ کودکان سے کاسۂ سر ہو

بچاے حق تعالےٰ اُس یزیدی شمر مشرب سے
کہ خونِ سید کا جس بیرحم کو خونِ کبوتر ہو

رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیرون کی
روانی تیغ مین وابستۂ زنجیرِ جوہر ہو

مجھے صحنِ جہان بھی عرصہ گاہ حشر ہو تجھ بن
گل خورشید میرے واسطے خورشیدِ محشر ہو

جو کھوے آپ کو وہ منزلِ مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ مین اے ذوق رہبر ہو

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمرِ رفتہ کی اپنی صدائے پا سمجھو

سمجھ تو کور سوادون کو ہو جو علم نہو
اگر سمجھ بھی نہو کور بے عصا سمجھو

نہ سمجھو دشت شفاخانۂ جنون ہے یہ
جو خاک سی بھی پڑے پھانکنی دوا سمجھو

پڑے کتاب کے قصو مین کیا کرو دل صاف
صفا ہو دل تو بہ از روضۃ الصفا سمجھو

نہ ہے نصیب کہ ہنگامِ مشق تیرِ ستم
ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو

ہلنے وہ رہنے پہ میرے تو پھر صفِ مژگان
نہ سمجھو چشم یہ دیوارِ قہقہا سمجھو

نفس کی آمد و شد ہے نمازِ اہلِ حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

تمھاری راہ مین ملتے ہین خاک مین لاکھون
اس آرزو مین کہ تم اپنا خاک پا سمجھو

دعائین دیتے ہین ہم دل سے تیغِ قاتل کو
لبِ جراحتِ دل کو لبِ دعا سمجھو

بہا دیا مرا خون اُس نے اپنے کوچہ مین
اسی کو یارو دیت سمجھو خون بہا سمجھو

سمجھ ہے اور تمھاری کہون نہین تم سے کیا
تم اپنے دل مین خدا جانے سُن کے کیا سمجھو

تمھین ہے نام سے کیا کام مثلِ آئینہ
جو روبرو ہو اُسے صورت آشنا سمجھو

نہین ہے کم زرِ خالص سے زردیِ رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

ہاتھ سینہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
ایک نظر دل سے ادھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو

ہے دمِ بازپسین دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منھ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

پر پروانہ پڑے ہیں شجر شمع کے گرد ۔ برگ ریزی محبت کا ثمر دیکھتے ہو
بید مجنوں کو ہو جب دیکھتے اے اہل نظر ۔ کسی مجنوں کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو
شوق دیدار مری نعش پہ آکر بولا ۔ کس کی ہو دیکھتے راہ اور کدھر دیکھتے ہو

لذت ناوک غم ذوق سے ہو پوچھتے کیا
لب پڑے چاٹتے ہیں زخم جگر دیکھتے ہو

عبث تم اپنی رکاوٹ سے منھ بناتے ہو ۔ وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو
لگا کے سرمہ تم آنسو نہیں بہاتے ہو ۔ یہ ہمکو جلوۂ شق القمر دکھاتے ہو
چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو ۔ ہمارے قتل کا بیڑا کہیں اٹھاتے ہو
تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو ۔ کہ میرا اختر بخت سیہ دکھاتے ہو
اگر دباؤ کسی کا تمہارے دل پہ نہیں ۔ تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیوں دباتے ہو
ملاپ جانیں بھی ہم کہ دے کے تم بوسہ ۔ کہو کہ آؤ زباں سے زباں ملاتے ہو
مریض عشق کو تم پوچھ کر طبیبوں سے ۔ مدام شربت عناب کیا پلاتے ہو
ہوں خاک چاٹ کے کتنا ابھی شفا ہو جائے ۔ جو شربت لب میگوں ذرا چٹاتے ہو
جگر کے آبلے جو پھوڑتے ہو حضرت عشق ۔ ہماری چٹکیوں میں ہم کو تم اڑاتے ہو
گلو پہ کہہ گئی کیا کان میں تمہارے صبا ۔ کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہیں سماتے ہو
جلن سے رشک کے ہیں ہڈیاں جلی جاتیں ۔ کہ ہائے تم نئے قلیاں کو منھ لگاتے ہو
ہماری لاش پہ آواز قم باذن اللہ ۔ ق ۔ تم آ کے حضرت عیسے عبث سناتے ہو
اٹھیں گے یار کی ٹھوکر سے لے چلو تشریف ۔ نہیں تو پھر کوئی صلوات سنکے جاتے ہو
جلا رہے ہیں سویدائے دل کو ہم اپنے ۔ نظر گذر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو
ہو کٹتے سبزۂ خط کی جو سیر آئینہ میں ۔ نگہ کی تیغ کو کیوں زہر میں بجھاتے ہو
نمک چھڑکتی ہے شبنم گلوں کے زخموں پر ۔ دکھا کے تم لب دنداں جو کھلکھلاتے ہو

ق
ہمیشہ صدقہ اُس ابرو کے ہو کے حضرت دل
یہ لب پہ نالۂ جانکاہ اپنے لاتے ہو

دیا طواف حرم مین ہے سامنے محراب
اور اس مین نالۂ لبیک تم سناتے ہو

وہ آئے بام پہ ہین ہمدمو نہ بیٹھو اب
اُٹھاؤ میرا جنازہ اگر اُٹھاتے ہو

یہ صید بستۂ فتراک کھل پڑے نہ کہین
سمند ناز کو تیز اتنا کیون اُڑاتے ہو

ق
مرے لئے تو ہر اک طرح سے قباحت ہے
یہ تم جو دشمنون کو درد سر بتاتے ہو

لگاؤن گھس کے جو صندل تو کہتے ہو کہ مجھے
لگاوٹ اتنی بھلا کس لیئے دکھاتے ہو

جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کرون تو کہو
کہ دیکے دم مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کونسا انداز گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زور طبیعت تم آزماتے ہو

جو کہوے قد یار کی تصویر دکھادو
تم لکھو الف اور وہی تحریر دکھادو

دیکھو سر مقتل نہ کہین چھوڑ دے بسمل
پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھادو

([illegible] کہین چھوڑ دے بسمل)

حالت طپش دل کی مرے پوچھین اگر وہ
تم ان کو تڑپتا ہوا نخچیر دکھادو

گر دیکھ لے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے
تم مصحف رخ اُسکو بہ تفسیر دکھادو

گر چاہو ثریا ہو نہان پردۂ شب مین
جگنون کو تہِ زلف گرہ گیر دکھادو

اُس چشم کو ہے ناز بڑا تیر نگہ پر
اے حضرت دل آہ کی تاثیر دکھادو

وہ برق نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم
اس نالۂ جانسوز کا اک تیر دکھادو

گر وہ نہین آسکتے یہانتک تو بلا سے
لاکر کوئی اُن کی مجھے تصویر دکھادو

دیتے ہین خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب
کہدو کہ ہمین تم خط تقدیر دکھادو

اک جان ہے اک دل ہے سو ہین یکرخ و یکرنگ
تم چاہو تو سو رنگ مین تاثیر دکھادو

لطف و کرم یار کے تم پر جو ہین منکر
ذوق آج اُنہین تم یار کی تحریر دکھادو

دم ذبح تیغ جفا میں جب تری بہتا آب حیات ہو
تو شہید ناز کو کیونکہ پھر نہ حیات بعد ممات ہو

جو مذاق شعر کو اسے پری میں چکھاؤں تیری شکر لبی
قلم انگلیوں میں جو ہے مری ابھی رشک شاخ نبات ہو

جو ہیں کرتے میرے لئے دعا کہ ہو دام عشق سے دل رہا
تو ہے دل یہ کہتا کہ اے خدا انہیں اس جنون سے نجات ہو

مجھے کہتے سب ہیں کہ صبر کر جو ہمیں تو صبر سے درگذر
سر حسن و عشق پری میں پر نہ وہ بات ہو نہ یہ بات ہو

سر راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آ رہا
پڑھو آج اس پہ بھی فاتحہ چلو داخل حسنات ہو

ترا حسن وہ بت مہ جبیں کہ ہے صدقہ جس پہ زمان و زمین
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہیں جو چھپائے منہ ابھی رات ہو

جو ہیں مرتے حسن صفات میں وہ رہیں گے اپنی ہی بات میں
تو فنا ہو ذوق اسی ذات میں کہ جو ذات جملہ صفات ہو

کوسوں کیا تنگی زمانے کو
کہ نہیں جا ہے سر اٹھانے کو

قصد کعبہ کا تھا پھرے الٹے
چوم کر اس کے آستانے کو

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم
ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

بیاں تنگ لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو
عجب کیا ہے جو سمجھے طوق گردن چشم سوزن کو

زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفس امارہ
یہ بالوں کی سفیدی شیر ہے اس طفل رہزن کو

کمند نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی
لپیٹ کر شکل طوق فاختہ عنقا کی گردن کو

تصور کس طرح بھولے ترا اس چشمِ گریان کو
نکالے مینہ برستے مین کوئی کیا گھر سے مہمان کو

نکالون کس طرح سینہ سے اپنے تیرِ جانان کو
نہ پیکان دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکان کو

رکھا مہمان بہانہ سے ترے اُس ماہِ تابان کو
بڑے ہی وقت کام آیا مرے رحمت ہے باران کو

متفرقات

دیکھا دمِ نزع دلِ آرام کو
عید ہوئی ذوق دمِ شام کو

تم سی مل کر نہ عزقہ سے نکالا منھ کرو
اور نہین گر مانتے تو جاؤ کالا منھ کرو

اشکباری مری مژگان کی ذرا دیکھین تو
کتنے پانی مین ہین فوارے بھلا دیکھین تو

یا تو پاسِ دوستی تجھ کو بتِ بیباک ہو
یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

غیر نے ایسا پڑھایا کچھ مرے محبوب کو
لاکھ ہچّون سے پڑھا اُس نے مرے مکتوب کو

جتنا ہے نمک سب مرے زخمون مین کھپاؤ
پلکون سے اُٹھاؤ گے نہ ہاتھون سے گراؤ

اتنا شناک آپ کو گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کے شیشہ مین بند ہو

ٹک دیکھو اس لذّتِ پیکان کے اثر کو
جنبش مرے ابتک ہے لبِ زخمِ جگر کو

خبر کر جنگِ نوفل کی تو مجنونِ اہل ہامون کو
اکھاڑے تا صبا کھچوائے طنابِ بیدِ مجنون کو

دریا میں ترے حسن کے بالے میں بھنور دو
اور اس پہ غضب یہ کہ پڑے اس میں گرد و

جاتے ہیں اب تو کوئے بتِ لالہ فام کو
اپنا تو بس سلام ہے دار السلام کو

حق نے تجھکو اک زبان دی اور دیے ہیں کان دو
اسکے یہ معنے کہے اک اور سنے انسان دو

کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زبان ایک دی کان دو

نہ شبنم کو کہو بلبل سے لے آنسو
یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو

ردیف ہاے ہوز

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

دیں کیونکہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ
قیمت میں بڑھے دل کے درم اور زیادہ

ساقی اپنے ہے اب موجِ الم اور زیادہ
کر تو بھی بلند آہِ علم اور زیادہ

تیز اُسنے جو کی تیغ ستم اور زیادہ
مشتاق شہادت ہوئے ہم اور زیادہ

سر کٹ کے سرافراز ہیں ہم اور زیادہ
جون شاخ بڑھے ہو کے قلم اور زیادہ

گر شرحِ جنون کیجیے رقم اور زیادہ
ہو چاک ابھی جیب قلم اور زیادہ

دیتا ہے وہ دمباز جو دم اور زیادہ
شیشے کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ

گھبرا نہ جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش
گھبرانے لگا سینے میں دم اور زیادہ

کچھ کی رقم شوق نے تاثیر جو پیدا
اُٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت کی محبت سے ہے ہر زخم جگر کو
ذوق نمک درد والم اور زیادہ

کرنے کو سیہ نہ ورق چرخ کو اے دل
نالے سے نہین کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہوویگا دو چار قدح سے مجھے ساقی
مین لونگا ترے سر کی قسم اور زیادہ

گر میری طرح دوش پہ ہو بار محبت
ہو پشت فلک مین ابھی خم اور زیادہ

دشمن کی نہ جا سیدھی نگاہو نپہ کہ جون تیغ
سیدھی تو ہے لیک اُسمین ہے خم اور زیادہ

ہو جس کو پس مرگ بھی یادِ دہن تنگ
تنگ اُسکو کرے کنج عدم اور زیادہ

اُس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے
پیدا دم افعی مین ہو سم اور زیادہ

اُس شوخ ستمگر کو مری مرگ ہے منظور
ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ

ہستی تنک مایہ نے کچھ پھونکا ہے ایسا
اُبھرے ہے حباب لب وم اور زیادہ

وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے
یارو نکا گیا اُنپہ بھرم اور زیادہ

ہے سوز محبت سے مری خاکمین گرمی
کیونکر نہ اُٹھاوے وہ قدم اور زیادہ

دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی
ہو آہوے رم دیدہ کو رم اور زیادہ

ہے روغن نفطاب مرے گریہ مین کہ اے چشم
بھڑکے ہے جو یون آتش غم اور زیادہ

ہے نکہت ریحان کا دماغ اب کسے تجھ بن
آتا ہے مرا ناک مین دم اور زیادہ

جو پیٹ کے ہلکے ہین سمجھے بات کب اُنسے
روکین تو اپھر جاے شکم اور زیادہ

مہمیز سر خار سے نکلا سر صحرا
کچھ توسن وحشت کا قدم اور زیادہ

صید دل عاشق مین ہے مصروف وہ کافر
بیخوف ہین اب صید حرم اور زیادہ

گو سرمہ کرے خاک خرابات کو صوفی
سوجھین اُسے پھر لوح وقلم اور زیادہ

اے خنجر خونخوار نہ برش مین کمی کر
ہان تجکو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رکے ہے / آ ناہی اُسے چاہیں گے ہم اور زیادہ
چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے / کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ
سرعت ہے ابھی نبض میں جوں موج رم برق / کیا ہوگا جو ہوگی تپ غم اور زیادہ
کہتا ہے مرا شوقِ جراحت کہ صد افسوس / اُس تیغِ دودم میں نہیں دم اور زیادہ
کیوں میں نے کہا تجھ سا خدائی میں نہیں اور / مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ
کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دمِ خنجر / لے عشق کا پھر اُسکے تو دم اور زیادہ
ق
اُس عاشقِ بیچارہ کا ہے اور بُرا حال / گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ
بیٹھے سرِ بستر پہ پڑا پانوں کہاں تک / بس پانوں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ
ق
ہے باغ جہاں میں تجھے گر ہمتِ عالی / کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ
لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمر ور کو جھکا کر / جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

جو کچھ قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انھیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقتِ نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ / ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ
میں ناتواں ہوں خاک کا پروانے کی غبار / اُٹھتا ہوں رکھ کے دوشِ نسیم سحر پہ ہاتھ
خط دیکھ کے دل میں تھا کہ زبانی بھی کچھ کہے / پر اُس نے رکھ دیا دہنِ نامہ بر پہ ہاتھ
کھاتا ہے اس طرح سے غمِ عشق میرا دل / جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ
جوں پنجشاخہ تو نہ جلا اُنگلیاں طبیب / رکھ رکھ کے نبضِ عاشقِ تفتہ جگر پہ ہاتھ
اے شمع ایک چور ہے بادِ نسیم صبح / مارے ہے کوئی دم میں ترے تاجِ سر پہ ہاتھ
چھوڑا نہ دل میں صبر نہ آرام نے شکیب / تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ
قاتل کبھی نہ تو نے اُٹھائے ہزار حیف / اکر مزارِ کشتۂ تیغِ نظر پہ ہاتھ
جو دیکھے اُسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق / جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھکر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانہ پن کے ساتھ

ہے اُن کی سادگی بھی تو کس کس بھبن پنے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

روز آفتین نئی ہین دل پر محن کے ساتھ
جب دیکھو زخم تازہ ہے زخم کہن کے ساتھ

یاد آگیا ترا قدِ رعنا جو باغ مین
کیا کیا لپٹ کے روئے ہین سرو چمن کے ساتھ

وحشی کو ہنسنے دیکھا اُس آہو نگاہ نے
جنگل مین بھر رہا تھا قلانچین ہرن کے ساتھ

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
ٹکڑے اُڑا دے جسم کے تو پیرہن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

پایا ذرا اثر نہ کہین رات بھر پھرے
سر مارنے پہ آہ سپہر کہن کے ساتھ

اللہ ری لاغری کہ ترے ناتوان کی لاش
اُڑتی پھرے ہے بوے عبیر کفن کے ساتھ

دوزخ مین بھی پڑین تو نہ سیدھے ہون کج سرشت
آتش مین پیچ و خم ہین رسن کے رسن کے ساتھ

بزمِ صنم مین حضرت دل ذکرِ کعبہ کیا
تھی جس چمن کی بات گئی اُس چمن کے ساتھ

ان ناتوانیون مین بھی یاتنک ہے شوقِ دل
گویا چمن مین اُڑ کے نسیم چمن کے ساتھ

ہون زلفِ عنبرین کا جو کشتہ تو کیا ہوا
لکھ دو کفن سیاہی مشکِ ختن کے ساتھ

منظور تجھکو کب ہے یہ اے میرے آفتاب
ہو کوئی تیرہ بخت ترا سایہ بن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت مین
آدم کو کیا ہو گی محبت وطن کے ساتھ

لب پر ترے پسینہ کی بوند اے عقیق لب
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

چشم و دہان حرص سے کون غیر مرگ
بخیہ کا تار اُن کے ہے تار کفن کے ساتھ

آخر چمن سے نکہت گل کر گئی سفر
خانہ بدوش کو نہین الفت وطن کے ساتھ

اللہ رے تابِ حسن کہ اُسکا دُرِ بلاق
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

داغ دلِ فسردہ پہ پھاہا نہ ہو نہ ہو
کام اس چراغِ مردہ کو کیا ہے کفن کے ساتھ

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار
باتین کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

جلد آ کہ مر نہ جائے کوئی خانماں خراب
ٹکرا کے اپنا سر در بیت الحزن کے ساتھ

تیرے بلاکش اژدر دوزخ کو کھینچ لین
اک آتشین نفس دلِ شعلہ زن کے ساتھ

ممکن نہین ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

جنون کے جیب دری پر ہین خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کرتے چلتے ہاتھ

ملا جو غیر نے عطر اُس کو وان تو رشک سے یان
لکیرین مٹ گئین ہاتھون کی ملتے ملتے ہاتھ

نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ

جو چھیڑے برق کے شعلہ کو تیرا سوختہ جان
تو وہ کہے کہ لگا تو نہ جلتے جلتے ہاتھ

فقیر وجد مین گر ہاتھ اُٹھا لے عالم سے
تو پہونچے عرش پہ وہ کودتے اُچھلتے ہاتھ

مریضِ سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض
تو پھر طبیب کے بھی آبلون سے چھلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری مین کس طرح ہو ذوق
نہ اب ہین پاؤن سنبھلتے نہ ہین سنبھلتے ہاتھ

متفرقات ردیف ہائے ہوز

مدعی چوری سے اُسے بھیجا ہے انجان کے ہاتھ
کیسی رسوائی ہے پڑ جائے جو دربان کے ہاتھ

کر دعا میرے لئے شیخ مناجات میں یہ
کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات میں یہ

تو جان ہے ہماری اور جان ہی ہے سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ایمان ہی ہے سب کچھ

لے نگاہ مہر سے دل مت بچشم قہر دیکھ
گر ڈوئے سے جو مرے تو دے نہ اُسکو زہر دیکھ

نگہ وہ ترک کہ جسکی نہیں جفا کی پناہ
اور اُسکی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہیں روزہ
کہ اُسمیں آیا تو روزی ہے اور نہیں روزہ

ردیف یائے تحتانی

ہے ترے رشک خط رخسار سے
دل ہین آئینہ کے جوہر خار سے

شرح فرط حسرت دیدار سے
جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے

کھائے داغ آتش رخسار سے
کم نہیں دل مرغ آتشخوار سے

ہاتھ اُٹھاؤ عشق کے بیمار سے
کوئی بچتا بھی ہے اس آزار سے

اُنس ہے کیا دلمین تیر یار سے
ہے مشابہ زخم بھی تلوار سے

میرے طرز نالہ ہائے زار سے
ٹپکے بلبل کے لہو منقار سے

یون نگہ نکلے ہے چشم یار سے
مست جیسے خانہ خمار سے

فرش گل پر مجکو ہجر یار سے
کم نہیں بار رگ گل خار سے

آئینہ اُس شعلۂ رخسار سے
گرم ہے دکان آتش کار سے

بے نصیب اُسکے ہین گرد دیدار سے
سی دو آنکھوں کو نظر کے تار سے

مارے گر سیلی وہ زلف پر عرق
جھڑ پڑین دندان دہان مار سے

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے
گل جبین مین ہین حباب انگار سے

وائے قسمت تلخکامی ہو نصیب
ہم لوا اُسکے لعل شکر بار سے

کرتا ہے دستِ جنون جب کشمکش
جی اُلجھتا ہے نفس کے تار سے

سُن کے میری جانکنی کو کوہ کن
جون صدا اُلٹا پھرا کہسار سے

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو
گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نقطۂ خال اُسکا سوداخیز ہے
پھرتے ہین اک پانون ہم پرکار سے

اُٹھ چکا وہ ناتوان جو رہ گیا
دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

توبہ توبہ کہتی استغفار ہے
وقتِ توبہ میری استغفار سے

اپنے دامن کو بچا کر جائیو
برق پیرے وادیِ پُرخار سے

چاہئے بحرِ محبت مین ہمین
کشتی اُس کی تیغ لنگردار سے

اب وہ دن آئے جب نگہ کو ضعف سے
کم نہین مژگان کی دیوار سے

تیرے ہی پانون پہ اے قاتل گرا
سر مرا اُڑ کر تری تلوار سے

اُس دہن کا نکتۂ موزون عجب
منتخب ہے مخزنِ اسرار سے

صاف اک ابرِ شفق آلودہ ہے
زلف اُسکی سرخیِ رخسار سے

خاکِ عاشق پر اُٹھے جائے غبار
فتنۂ محشر تری رفتار سے

ناکسون سے کیا رہین وارستگان
اُلجھے کیا دامن صبا کا خار سے

زلف کی پیچی سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے

ق
دل کو آتشنہ کے گر کردے گداز
یار اپنی گرمیِ رخسار سے

جوہر اُس سے یون اُٹھا لین جسطرح
حرف قرطاس غلط بردار سے

بے تمیزون کو ہو نقصان لطف ذوق
لیتے ہین نام طفل آدھا پیار سے

دل کو ہر دم عالمِ معنی سے ذوق
ہے خبر آتی نفس کے تار سے

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اسے تیرِ قضا اُسکو پرِ تیرِ قضا سمجھے

شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا سمجھے
بہا خون کوے قاتل میں اُسی کو خونبہا سمجھے

غلط فہمی ہماری تھی جو اُن کو آشنا سمجھے
ہم اُن کو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہمکو کیا سمجھے

وہی کچھ تلخکام اس زندگانی کا مزا سمجھے
جو زہر آبِ تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے

ہر اک گردشمیں سو اندازِ نازِ فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سرمہ سا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اُس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

تجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ سمجھے خاکساروں کو جب اپنا خاکِ پا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم سے یک بیک چونکے
مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے

نسیمِ صبحِ گلشن میں اگرچہ ہو دمِ عیسےٰ
ترا بیمارِ غم تجھ بن سمومِ جانگزا سمجھے

رواں ہوتا ہے اس بستان سرا سے کاروانِ گل
چٹکنے کو صبا غنچے کی آوازِ درا سمجھے

نہ دے رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے
اسے بھی آپ کیا میرا ہی بختِ نارسا سمجھے

حساب اصلا نہ پوچھے مجھسے میرے دل کے زخموں کا
حسابِ دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے

حکایت دل کی کہتا ہوں سمجھتے ہو شکایت ہے
تمھیں سمجھو ذرا دل میں کہ تم بھی تو کیا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر سینے سے تو رہنے دے
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا
فلک کو بھی یوں ہیں اک آبلہ سا زیرِ پا سمجھے

سلنے سے ہے زخمِ دل تدبیرِ جراح کی کمدو
اُنھیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دندان نما سمجھے

محبت سے ذرا گر موم ہو اُس دل شکن کا دل
دل شکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدو آیا ہے نیکر نامہ پر لکھا نصیبوں کا
کہ رشتے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اُس رندِ آشام پر ساقی
نہ جو دع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستے میں نقشِ عمرِ رفتہ کا
مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاتل سے ہوئے ہم بیخبر بالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں زلفوں کے
گلیم تیرہ بختی سر پہ ہم ظلِ ہما سمجھے

کشادہ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد کے تیز ناخن ناخنِ انگشتِ پا سمجھے

بلا اُس زلف کی مصرع میں ہے مضمون پیچیدہ
اسی سے یہ کھلے جو معنیٔ ناز و ادا سمجھے

ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل تڑپتا ہے
کہیں ایسا نہ ہو دے ہمسے وہ کافر ادا سمجھے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اُنکی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھے گا سوزِ دل اے گریہ پہلے آب تو دے
وگرنہ آگ میں دینا یوہیں عذاب تو دے

گزر کے گریہ مرے سر سے اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جوں حباب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس
ذرا دکھا اُسے تو چشمِ نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں بر آدمی اُن کا
تسلی آ کے مجھے وقتِ اضطراب تو دے

صبا بگولہ بنا اس اسیرِ زلف کی خاک
کہ بعد مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا کچھ اُن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے

شکار بستۂ فتراک کو ترے مقدور
سوا اس کے یہی کہ بوسہ سرِ رکاب تو دے

نشے میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھکو دینے ہیں بوسے بلا حساب تو دے

جواب نامہ نہیں گر تو رکھ دے نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا — نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

خنک دلوں کی اگر مشت خاک دوزخ میں — پڑے تو دافعی اکبار آگ داب تو دے

پہونچ رہو لگا سر منزل فنا اے ذوق — مثال نقش قدم کرنے پا تراب تو دے

الٰہی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے — کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جوں حباب تو دے

دل برشتہ کو میرے نہ چھوڑ اے میخوار — جو لذت اسمیں ہے ایسا مزا شراب تو دے

کہاں بجھی ہے تہ خاک میری آتش دل — کبھو ہوا سے ہلا دامن سحاب تو دے

تمھارے مطلع ابرو پہ خال کہتا ہے — کہ ایسا نقطہ کوئی وقت انتخاب تو دے

در قبول ہے دربان نہ بند کر در یار — دعائے خیر ذرا ہونے مستجاب تو دے

شہید کرنا ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا — ذرا ٹھہرنے تہ تیغ اضطراب تو دے

زبان خنجر قاتل نے کیا کہا تجھ سے — دل شہید تو چپ کیوں ہے کچھ جواب تو دے

کرے گا قتل وہ اے ذوق تجکو سر سے — نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے — حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف ہو تو چاہئے معنی پرست ہو — آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے

درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو — تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے

جز زلف سوجھتا نہیں اے مرغ دل تجھے — خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے

دولت کی رکھ نہ مار سر گنج سے امید — سوذی وہ دیکھا کیا کہ جو دولت پرست ہے

عنقا نے گم کیا ہے نشان نام کے لئے — گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست — کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

زخمِ دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے
مشک گر مہنگا ہے تو کیا نون کا بھی کال ہے

قبر میں عاشق جو تیرا مضطرب احوال ہے
لوحِ تربت پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے

عشق کو گر امتحان پر میرے قصدِ فال ہے
جوشِ داغِ دل ہجومِ نقطۂ رمال ہے

اب تو جانِ ناتوان کا ضعف سے یہ حال ہے
لب تلک بھی اسکو آجانا رہِ صد سال ہے

ہمنے جانا تھا کفِ پا میں تمھارے خال ہے
لیکن اب دیکھا سویدائے دلِ پامال ہے

ابر برسوں رو چکا پر سعدِ غم سے اب تلک
خاک میرے ڈھیر کی اڑنے میں جیسے لال ہے

میرے دودِ آہ سے یاں تک زمانہ ہے سیاہ
آفتابِ آسمان زنگی کے منہ کا خال ہے

پوچھتے کیا ہو شکستہ دل کی صورت دیکھ لو
نامہ ہے چین بر جبین قاصد شکستہ حال ہے

میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا کاغذِ تصویر بھی
مثلِ عیدی باعثِ خوشنودیِ اطفال ہے

بارِ عشق اس بت کا سر پر رکھ لیا جو ہو سو ہو
اب کسے پروا ہے سوزن ہے کہ اک ستعال ہے

جب سے ہے دلمیں کسی کی نوکِ مژگاں کا خیال
نشتر زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے

غم نہیں صیاد کو ورنہ مری فریاد سے
ہے قفس تو سینہ چاک اور دل مشبکِ جال ہے

جوشِ گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا
چادرِ آبِ رواں منہ پر مرے رومال ہے

دل پہ ہوں گر داغِ سوزانِ عشق میں سے کوہکن
پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے

کھاؤں میں ہیرا جو اس بن کیونکہ دل ٹکڑے نہ ہو
جو رگِ پا ہے وہ مجھکو شیر کا سا بال ہے

ہیں جہاں مدفن تمھارے کشتگانِ زلف کے
نخل کی جا بیدِ مجنوں ہے وہاں یا جال ہے

شوخ قاتل کو مرے کیا چاہئے ہے رنگِ پان
خونِ اعجازِ مسیحا سے لب اسکا لال ہے

غنچہ تون سے کس کی دل خون تھا کہ میری خاک سے
نوکِ برگِ سبزہ جون منقارِ طوطی لال ہے

اسکی ٹھوکر کا ہوں دیوانہ کہ جسکے پانوں میں
گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال ہے

آئے وہ شاید عیادت کو کہ باصد ضعفِ حال
آئی مژگان پر نظر بھی بہرِ استقبال ہے

وادیِ وحشت میں بھی جا کر نہ اپنا دل کھلا
پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

دل میں شکل یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے

بسکہ ہے نوروز اپنا آفتاب بادہ سے
دور ساغر ہم کو ساقی گردش یکسال ہے

کھل گیا مضمون شکست دل کا بن خط کے پڑھے
نامہ بر کا اسقدر اپنے شکستہ حال ہے

ہے اسیران محبت کی بلا سینے میں آگ
شعلۂ جوالہ سان طوق گلو تک لال ہے

ہوتے ہیں اعضاے بوسیدہ مرے تن سے جدا
کھینچی تصویر مجنون کی ترے اشکال ہے

روز محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہیئیں
گو یہی اے ذوق طول نامۂ اعمال ہے

موے سر ماران سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
مانگ جو ہے جو اک مار سفید اُس لشکر کا سر لشکر ہے

آبلہ ہاے سینہ جو خیمے سے دکھلائی دیتے ہین
مزرعۂ دل پر میرے گرتا غم کا آکر لشکر ہے

ہووے دل مظلوم ہمارا کیون نہ شہید دشت بلا
در پئے اُسکے شاہیون کا وہ زلف عنبر لشکر ہے

موذی زحمت کش کو ایذا کیونکہ نہ دیوین جمیع ضعیف
دشمن مار زخم رسیدہ مور کا اکثر لشکر ہے

کعبۂ توبہ خدا ہی رکھے آج کہ جوش ابر نہیں
ایک اصحاب فیل کا سایہ دوش ہوا پر لشکر ہے

میں وہ ستاہ کشور غم ہون یارو جسکے ساتھ سدا
جوش اشک کی دولت سے ہے جون موج سمندر لشکر ہے

گاہ ہجوم یاس میں ہے دل گاہ ہجوم حسرت میں
ہے یہ مرد سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے

خال چشم جانان کا مژگان سے تجمل دیکھو تو
اترا پشت ماہی پہ کیا لے سکے سکندر لشکر ہے

ہوئے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھ ابھی
ہوتا گروہ اسلامیون کا جون سبحۂ گوہر لشکر ہے

میری خاکستر اُڑی تھی جس سے گردون سب بنے
اُسمین کچھ اخگر جو باقی تھے سو وہ کوکب بنے

دل کو رکھدون اُس دمِ شمشیر پر گر ڈھب بنے
تا یہ قربانی صراطِ عشق پر مرکب بنے

خال سے خورشید رو رخ پر تمھارے جب بنے
تیرہ بختان محبت سوختہ کوکب بنے

عشق تعلیم نیاز و ناز یک جان کیونکہ ہو
گر نہ مجنون آن کر لیلی کا ہم مکتب بنے

جو نہون عقدے کبھی جون غنچۂ تصویر وا
وا ے قسمت وہ ہمارے عقدۂ مطلب بنے

ہے سیہ کاری سے نامہ یان تلک اپنا سیاہ
روزِ محشر پر پڑے گر سایہ اُسکا شب بنے

سرمۂ چشم کواکب کیا نہ ہے دودِ آہ
ایسا کاجل بن کہ جس سے اُسکا خال لب بنے

صحبت عقلیے بنائے خر کو انسان کس طرح
تربیت سے واقعی نا اہل دانا کب بنے

سوز یون کو حق نہ دے آنکھین تا دین بلا
عین حکمت تھی کہ سعد و م البصر عقرب بنے

عشق ہے اے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے
شیخ صنعان سا مسلمان رند بد مشرب بنے

کچھ نہین چاہئیے تجہیز کا اسباب مجھے — عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیماب مجھے
اُسنے مارا رخِ روشن کی دکھا تاب مجھے — چاہیئے بہر کفن چادرِ مہتاب مجھے
کل جہان سے کہ اُٹھا لائے تھے احباب مجھے — لیچلا آج وہین پھر دلِ بیتاب مجھے
چمن دہر مین جون سبزۂ شمشیر ہون مین — آب کے جائے دیا کرتی ہے زہراب مجھے
مین وہ مجنون ہون کہ مجنون بھی ہمیشہ خط مین — قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے
جو مرے واقفِ جوہر ہین وہ رکھتے ہین عزیز — تیرہ بختی مین بھی جون تیغِ سیہ تاب مجھے
کُنجِ تنہائی مین دیتا ہون دلاسے کیا کیا — دلِ بیتاب کو مین اور دلِ بیتاب مجھے
مین نہ تڑپا جو دمِ ذبح تو باعث یہ تھا — ق — کہ رہا مدِ نظر عشق کا آداب مجھے
ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہوتا — لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جلوۂ انجم مری آنکھون مین نمک
کیونکہ آئے شبِ ہجران مین کہو خواب مجھے

لیتے ہی دل جو عاشقِ دلسوز کا چلے — تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
تم چشمِ سرمہ گین کو جو اپنی دکھا چلے — بیٹھے بٹھائے خاک مین ہمکو ملا چلے
دیوانہ آکے اور بھی دل کو بنا چلے — اک دم تو ٹھہرو اور کہ کیا آئے کیا چلے
ہے لطف سیرِ باغِ جہان خاک اُڑا چلے — شوقِ وصال دلمین لیئے یار کا چلے
غیرون کے ساتھ چھوڑکے تم نقشِ پا چلے — کیا خوب پھول گور پہ میری چڑھا چلے
دکھلاکے مجکو نرگسِ بیمار کیا چلے — آوارہ مثلِ آہوے صحرا بنا چلے
اے غم مجھے تمام شبِ ہجر مین نہ کھا — رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے
بل بے غرورِ حسن زمین پر نہ رکھے پانون — مانندِ آفتاب وہ بے نقشِ پا چلے

کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اڑاتے اڑا سے چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغ ہوا کی طرح
ہم جسکے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا سے چلے

قاتل جو تیرے دلمین رکاوٹ نہو تو کیون
رک رک کے میرے حلق پہ خنجر ترا سے چلے

ہے گل کا دل تو سنبل پیچان کے دام مین
کیا اڑکے تجھ سے طائر نکہت بھلا سے چلے

ہوکر سوار توسن عمر روان پہ آہ
ہم اس سرائے دہر مین کیا آئے کیا سے چلے

لبریز ہوگیا مرا شاید کہ جام عمر
تم وقت نزع ہوکے جو مجھسے خفا سے چلے

سلجھائین زلفین کیا لب دریا پہ آپ نے
ہر موج مثل مار سیہ تم بنا سے چلے

دنیا مین جب سے آئے رہا عشق گلرخان
ہم اس جہان مین مثل صبا خاک اڑا سے چلے

قاتل سے وصل کیا ہے کہ جانبر ہوا اپنا ہوش
گر اڑکے مثل طائر رنگ حنا سے چلے

فکر قناعت ان کو میسر ہوئی کہان
دنیا سے دلمین لیکے جو حرص و ہوا سے چلے

آلودہ سرمہ سے نہ ہوئی چشم مین نگاہ
دیکھا جہان سے صاف ہی اہل صفا سے چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
یان جان ہی بدن مین نہین نبض کیا سے چلے

لیجائین تیرے کشتہ کو جنت مین بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا سے چلے

اس روئے آتشین کی تصور مین یاد رہے
ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا سے چلے

اے ذوق ہے غضب نگہ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیر قضا سے چلے

پاک رکھ اپنا دہان ذکر خدائے پاک سے
کم نہین ہرگز زبان منھ مین ترے مسواک سے

جب بنی تیر حوادث کی کمان افلاک سے
خاک کا تودہ بنا انسان کی مشت خاک سے

جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغ اسیر
جھانکتا ہے دل تجھے یون سینۂ صد چاک سے

تیرے صید نیم جان کی جان بچے کس طرح
ہے تو وابستہ ہے تیرے دامن فتراک سے

بیٹھا دوزخ مین بہارین خلد کی دیکھا کرے
وان کی آتش ہو جو آنکھے روئے آتشناک سے

عزبی بھی نہین دیتے خلش گر کوہین آرائش / کہ صحرا پوچھتا ہے کب سنانِ خار دامن سے

سرایت کچھ جو جنون کو وہ کن کر جائے پتھر مین / نکالے لعل ہے پتھر کی جا کہسار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائین جا نماز اپنی / اگر وہ دھو ڈالے تو داغ سٹنے پندار دامن سے

مرے پاؤن کے چھالے اتنے ہوئے ہین کیا کیا شکستہ دل / جو کوئی ٹوٹ جاتا ہے الجھکر خار دامن سے

مرا آنسو ہے وہ زہر آب نیلا ہو بدن سارا / خدا ناخواستہ لگ جائے اس غمخوار دامن سے

ترے مجنون کو ہے وہ جامۂ عریان تنی زیبا / کہ جسکو آستین سے ننگ ہے اور عار دامن سے

جدا اگر سر ہو تن سے اور جدا ہون ہاتھ شانون سے / جدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے اے یار دامن سے

ترا مجنون زرا اتنا گران جان ہے نہ اٹھنے دے / لپٹ جائے اگر صرصر کے مثلِ خار دامن سے

یہ تجھ بن اشکباری ہے کہ آنسو پوچھتا ہون مین / کبھی تو آستین سے اور کبھی اے یار دامن سے

کہان ہے موسم طفلی کہ ہم دامن سوار ہو مین / کیا کرتے تھے کار توسن رہوار دامن سے

مرا وہ گریۂ غم خندۂ عشرت سے بہتر ہو / اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے

مین وہ آلودہ دامن ہون بنائین تار سبحہ کا / فرشتے پاکدامن لیکے میرے تار دامن سے

یہ صید ناتوان مثل پر افتادہ اڑ جائے / لگائے گر نسیم دامن گلزار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے کیا ایک جنبش مین / کرے سو فتنۂ خوابیدہ وہ بیدار دامن سے

نگاہ بوالہوس آندھی ہے تیری خاک اڑانے کو / چھپائے تو چراغ شعلہ رخسار دامن سے

نہ ہووے دل جلون کی ذوق ہمسایون سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

ہون یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے / جون گیا وہ لچکے ہے پائے مگس کے بوجھ سے

تھا قد رعنا بھی پر اب ہوس کے بوجھ سے / جھلملاتا ہے شعلہ اک نفس کے بوجھ سے

بدنصیبی سے مری اُس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ مین کیا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے دس کے بوجھ سے

یہ اسیری مین گران خاطر ہون مین جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب مین
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقہ کی گردن مین دلِ نالان قیس
بوجھ اُس کا کم ہے اے لیلی جرس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہان احمق اُٹھا کر بارِ حرص
رہ گیا یہ تو گدھا دلدل مین پھنس کے بوجھ سے

شاخِ گل کیا مال ہے گر ہم گران جانی پہ آئین
توڑ دے لوہے کے حلقے کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلہ پر نقشِ غم
ٹوٹ جائیگا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہین وہ آزاد اپنا کب مانند سرو
ہے سبکباری جنھین بارِ ہوس کے بوجھ سے

اپنے دامن مین نہ لے میرے گل لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے کہین چولی نہ مسکے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہ غم اُٹھا
یہ نہین اے ذوق دبتا ایسے دس کے بوجھ سے

فریادِ ستم کش ہے وہ شمشیرِ کشیدہ
جسکا نہ رکے وار فلک کی بھی سپر سے

اشکوں میں بہے جاتے ہیں ہم سوئے دریار
مقصود رہ کعبہ ہے دریا کے سفر سے

اُف گرمیِ وحشت کہ مری ٹھوکروں ہی میں
پتھر ہیں پہاڑوں کے اڑے جاتے شرر سے

کچھ رحمتِ باری سے نہیں دور کہ ساقی
ر دوین جو درامست تو مے ابر سے برسے

گشتہ ہوں میں کس چشمِ سیہ مست کا یارب
ٹپکے ہے جو مستی مرے تربت کے شجر سے

کھلتا نہیں دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ
کیا جانے کہ آجائے ہے تو اُس میں کدھر سے

نالوں کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا
کیوں ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے
انسان وہ کیا جو دلِ دلبر میں گھر کرے

تیر اُس نگہ کا گر دلِ مضطر میں گھر کرے
ناسورِ عشق زخم کے پھر گھر میں گھر کرے

چشمِ سیہ تمھاری نظر بھر کے دیکھئے
لالہ میں داغ دستۂ گل عنبر میں گھر کرے

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشمِ مست کی
بھونرا عجب ہے یوں گلِ عنبر میں گھر کرے

یوں میرے دل میں چھپتی ہے دنداں کی انکھڑی
ہیرے کی جوں کنی کوئی گوہر میں گھر کرے

بلبل کا آشیانہ ہے گلشن میں کیا عجب
اُس رخ پہ دل جو زلفِ معنبر میں گھر کرے

دکھلائے جوش گریہ اگر میری چشمِ تر
ہر دم کے غرق سیکڑوں پل بھر میں گھر کرے

گنبد میں گرد باد کے مجنوں نے گھر کیا
سرگشتہ ایسا کون کہ چکر میں گھر کرے

گلگشتِ چمن نہیں کہ کبھی صبح شام آئے
دل ہو کہ اُسکی زلفِ معنبر میں گھر کرے

آنکھ اپنی اُسکے لب پہ عجب گھر پکڑ گئی
جوں عنکبوت برگِ گلِ تر میں گھر کرے

قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہیں
جوں مورچہ نہ یہ ترے خنجر میں گھر کرے

وہ تنگ ہے تو آنکھوں میں گھر کرتے ہیں ذوق
دل جسکا گم ہوا کہو کس گھر میں گھر کرے

آتا نہین مہ طلعت کیا دیر لگائی ہے
کھینچ اے کشش الفت کیا دیر لگائی ہے

قاتل تو کب آتا ہے پر پیک اجل نے بھی
یان آنے مین یا قسمت کیا دیر لگائی ہے

آنکھون مین ہے دم تیرے بیمار محبت کا
دکھلا دے کہین صورت کیا دیر لگائی ہے

آنا بھی کہین تیرا آنا ہے قیامت کا
اے دلبر خوش قامت کیا دیر لگائی ہے

پروانہ سے کہتی ہے یہ شمع کہین جل چک
ہے تجھ مین اگر جرات کیا دیر لگائی ہے

کس فکر مین ہے ساقی دے بادہ جو ہے باقی
تھوڑی ہے یہان فرصت کیا دیر لگائی ہے

ہے تیغ بکف قاتل تم مرنے پہ جان بازو
با دعوئے ہمت کیا دیر لگائی ہے

گر قتل ہی کرنا ہے قاتل کہین جلدی ہو
لاحول ولا قوت کیا دیر لگائی ہے

یان وعدہ بھی آپہونچا تو اب تلک آتا ہے
اللہ رے تری غفلت کیا دیر لگائی ہے

لے بادہ گلستان مین پیتے ہین لہو سیکش
ساقی نے دم عشرت کیا دیر لگائی ہے

دے پھونک کہین دلکو مدت سے سلگتا ہے
اے سوز غم فرقت کیا دیر لگائی ہے

بالین پہ کہا میری ہنگامۂ محشر نے
لو اٹھو کہین حضرت کیا دیر لگائی ہے

اُسکے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ
تو اسے دل پر حسرت کیا دیر لگائی ہے

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کئی عاشق
کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

خوب رو کا شکایتون سے مجھے
تو نے مارا عنایتون سے مجھے

کہتے کیا کیا ہین دیکھ تو اغیار
یار تیری حمایتون سے مجھے

یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے
خط وہ کن کن کنایتون سے مجھے

واجب القتل اُسنے ٹھہرایا
آیتون سے روایتون سے مجھے

سمجھے ہے واجب الرعایت دوست
دشمنون کی رعایتون سے مجھے

کر نہ گریہ مین تو کمی اے چشم
شوق کم ہے کفایتون سے مجھے

حال مہر و وفا کہوں تو کہیں
کمی گریے نے جلایا دل

نہیں شوق ان حکایتوں سے مجھے
ہوا نقصان کفایتوں سے مجھے

لے گئی عشق کی ہدایت ذوق
اس مری سب نہایتوں سے مجھے

الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ اُسکے کوچے میں آج شورِ بائیِ ذنبٍ قُتلتی ہے

غم جدائی میں تیرے ظالم کہوں میں کیا مجھپہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جانکنی ہے

زمین پہ نورِ قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے
کہ جو ہیں روشن ضمیر اُن کو فروغ اُنکی فروتنی سے

بشر جو اس تیرہ خاکدان میں پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیل عرش میں بھی اُسی کے جلوہ کی روشنی ہے

ہوئے ہیں تر گریۂ ندامت سے اسقدر آستین و دامن
کہ میری تر دامنی کے آگے عرق عرق پاکدامنی ہے

ہوئے ہیں اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر نہو یہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

لگا نہ اُس بتکدے میں تو دل جو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ کر مل
کہ کیسا ہی کوئی خوش شمائل صنم ہو آخر شکستنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہش زر وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر
جہان میں مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلمان جدا ہر اک کی ہے راہ ایمان
جو اسکے نزدیک رہبری ہے وہ اسکے نزدیک راہزنی ہے

کرتے ہو اشک و آہ مین تکلیف کیون عبث
ہوجاتا راز دل جو نگاہون مین فاش ہے

دنبالے پر جو سرمہ کے دانہ ہے خال کا
گویا کہ دست چشم فسونگر مین ماش ہے

کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبان خلق
شاباش جسکو کہتے ہین وہ شاد باش ہے

اُٹھے جہان ہی سے جو بستر سے وہ اُٹھے
تیرا مریض عشق جو صاحب فراش ہے

برندہ ایک تیغ محرف سے بھی سوا
اس کج ادا نے اور نکالی تراش ہے

سکن پذیر آج سے دل مین نہین ہے غم
روز ازل سے اُسکی یہی بود و باش ہے

اے ذوق جانتا ہے وہ ہمدرد میرا درد
دل جسکا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی
رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوئے ہین خم مے کی طرح ہم
پر کیا کرین کہ مُہر ہے مُنھ پر لگی ہوئی

چاٹے بغیر خون کوئی رہتی ہے تیری تیغ
ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجو نہ اُس خاکسار کی
ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسیٰ بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک
ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

کرتی ہے زیر برقع فانوس تاک جھانک
پروانہ سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزارہا
گذری ہے اُسکی راہ گذر پر لگی ہوئی

گل مہندی کیون نہ باغ مین ہو پائمال رشک
پاؤن مین تیرے دیکھے حنا گر لگی ہوئی

یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مہر
آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی

منہ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا
ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہین ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

تجکو کچھ یاد بھی ہین پہلے وہ الفت کے مزے
مزہ ہونے کے لطف اور شکایت کے مزے

بے محبت نہین اے ذوق شکایت سے مزے
بے شکایت نہین پاتے دوست محبت کے مزے

کھائے کیونکہ جی مین ترے آکے جو سنگ طفلان
آئے مجنون کو ترے [illegible] جنت کے مزے

لگتی ہر چین ہی کیا جون کو ہین کیا کیا سنگر
دل پہ [illegible] سے [illegible] ترتیب کے مزے

صرف ہر زخم جگر تا بہ حد کان نمک
تو ہین کیا عشق مین اُس کان ملاحت کے مزے

مکتب عشق مین ہو کاش تساخ ہی سہی
کہ اٹھائین ترے سرباز شہادت کے مزے

دیکھکر اُسکو گیا عالم حیرت مین تو مین
ایک مین کیا سون اُس عالم حیرت کے مزے

سجدے مین پاے خم مے ہے یہ کس لطف سے مست
یون عبادت ہو تو ہان ہین عبادت کے مزے

غنچۂ خندان ہو نہ کیون کرکے زر اپنا برباد
کہ اٹھاتے ہی مین دولت کے [illegible] کے مزے

جان شیرین بھی گئی اور نہ ملی شیرین بھی
پوچھ فرہاد سے اس تلخی حسرت کے مزے

ابر و باران کے نہ کیون لطف اٹھائے مے خوار
کہ اٹھاتے ہین گنہگاری رحمت کے مزے

ہے نمک پاش جو ہنس ہنس کے وہ لعل نمکین
لے رہا ہے دل مجروح جراحت کے مزے

کچھ جتا دو جو محبت تو یہی ہے کہ سبھی
دیکھ تو کیسے چکھاتا ہون محبت کے مزے

ذائقہ چاشنی عشق کا کامل ہو تو دین
شادی وصل کی لذت غم فرقت کے مزے

نہین جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا مین
پر مزیدار بنا دیتے ہین غفلت کے مزے

خنجر ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو
چاٹتا ہے نمک لے لے کے جراحت کے مزے

بے مزاجی کو کرین لاکھ ترے ظلم و ستم
بھولنے کے نہین پہلی وہ عنایت کے مزے

پھر پھٹا زخم کا انگور مبارک ہو اے ذوق
دل زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مزے

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا تھا کام منہ کا شکم مین جو ناف سے

اب وہ گذرتے ہین سر لاف و گزاف سے
جنکی کہ آشنا ہے زبان لام و کاف سے

چل سکیدین شیخ بسر کر مہِ صیام
مسجد مین تنگ بیٹھا ہے کیون اعتکاف سے

نالون سے تپ دی چڑھا جو تپِ لرزہ مہر کو
کھولی نہ آنکھ ابر سیہ کے لحاف سے

پھینکے ہے ایک جنبشِ مژگان مین وہ پری
اس اپنے ناتوان کو پرے کوہِ قاف سے

ہے جوہر کمال پہ ننگا اگر فقیر
ہے تیغِ تیز ننگ سے اُسکو غلاف سے

گذری ہے مشق سینہ شگافی مین عمر چرخ
اس کلک تیر نالۂ گردون شگاف سے

گردش سے اُسکی چشم کی کیون میرے دلکے گرد
کافر لو کام کعبے کے ہے کیا طواف سے

لڑتے ہین گر نصیب سے گاہے فلک سے ہم
فرقت کی رات کم ہنین روزِ مصاف سے

طوفِ سیاہ خیمۂ لیلےٰ ہوا نصیب
مجنون سمجھیو کعبہ سے بہتر طواف سے

جون تیغ خوش غلاف نگہ تیری اے پری
ہے دم بدم نکل کے جھمکتی غلاف سے

لکھتا ہے شیخ مسئلۂ وحدت وجود
لیکن دوئی عیان ہے قلم کے شگاف سے

گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے
اُن کا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

چاہین گر چارہ محبت کا جراحت والے
ہین الماس و نمک سنگِ جراحت والے

گئے جنت مین اگر سوزِ محبت والے
تو یہ جانو رہے دوزخ مین یہ جنت والے

ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے

رہے جون شیشہ و ساغر وہ مکدر دونون + کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے
جان بلب ہین ترے آزار محبت والے

حرص کے پھیلتے ہین پانون بقدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہین دنیا مین فراغت والے

ہاے رے حسرت دیدار مری ہاے کو بھی
لکھتے ہین ہاے دو چشمی سے کتابت والے

نہین جز شمع مجاور مری بالین مزار
نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہین کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشہ ہے کہ مثل سر نواپنا فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہین شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہون مین مجھسے ہے دل کچھ کہتا
دونون اک حال مین ہین رنج و مصیبت والے

بے نصیبون کے نصیبون مین کہان یار کا وصل
اُنکی قسمت مین ہے جو لوگ ہین قسمت والے

تو جو آجاے تو ہے درد محبت کی دوا
ہیں بے درد یون ہین درد و نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہین قلم چون قلم آتش بار
میری شرح تپش دل کی کتابت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دل بیمار کے ہین وہی عیادت والے

تو مرے حال سے غافل ہے برائے غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اُسنے دیکھے ہی نہیں نازو نزاکت والے

کیا غمزہ ترا بر سرِ بیداد غضب ہے
جلاد فلک سے بھی یہ جلاد غضب ہے

جو ہے ستم و کینہ و بیداد غضب ہے
سر تا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ہے

ناز آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے
شاگرد بھی ہے قہر جو استاد غضب ہے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے
فریاد نہ کر دیکھ یہ صیاد غضب ہے

نکلے ہے صدا کوہ سے ہم آتش و ہم آب
کیا سوز و گدازِ دل فرہاد غضب ہے

خاکستر پروانہ پہ روتی ہے صدا شمع
ہو خاک جگر سوختہ برباد غضب ہے

ہم جانتے ہیں تم کو گرے سب کی نظر سے
پہلے ہی سے اس چاہ کی افتاد غضب ہے

کیوں غنچہ پریشان ہو نہ ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ میں ہونا بھی دلِ شاد غضب ہے

اُس بت کا سمجھ حسنِ خداداد نہ اسکو
یہ تجھ پہ خدا کا دل ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے سپند ایک ہی آواز میں اخگر
کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا اگر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشمِ غضبناک کے ہوتے
ہم جانیں قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر مرے شیشۂ دل کی
پھر آج وہ مست مئے بیداد غضب ہے

بھولا نہ مجھے قتل گہِ عام میں قاتل
اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ہے

اخوانِ شیاطین ہیں یہ مستِ مے پندار
کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے

مرتے نہیں حوروں پہ تری طرح سے واعظ
ہم جیسے ہیں عاشق وہ پریزاد غضب ہے

انجم سے رخِ چرخ پہ بوندیں ہیں عرق کی
عاشق کی ترے گرمی فریاد غضب ہے

ہلال کو دیکھیں کیوں فلک پر اگر ہے منظور عید ہمکو
تو اُسکی تیغ ستم کے دل میں لب جراحت نہ دیکھ لینگے

بہار باران کو کون دیکھے نصیب یاران ہے تیر باران
ہم اُسکے بدلے سر سنگ مژگان کی اپنی شدت دیکھ لینگے

اگرچہ مین مر بھی جاؤن گا تو کہین گے ہے سینا دم چرانا
وہ جب تلک اپنے آستانے پہ میری تربت نہ دیکھ لینگے

ہمیں یقین ہے نہیں دکھائیں کے اپنے رخسار لالہ گون کو
روان مری چشم تر سے جب تک وہ خون حسرت نہ دیکھ لینگے

یہ لوگ تا واقف محبت نہون گے واقف تپ درون سے
کہ جب تلک مثل برق رگ رگ مین میرے سرعت نہ دیکھ لینگے

خط اسکو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوق دیگر کسیکا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لینگے میرا مری عبارت نہ دیکھ لینگے

کیا نظر تمکو ہے یارون سے تو کہیئے
گر منھ سے نہین کہتے اشارون سے تو کہیئے

حال دل بیتاب کہا جائے تو ہم سے
گر کہئے نہ لاکھون سے ہزارون سے تو کہیئے

کیا کہتے ہو آئین گے سر خاک شہیدان
کچھ فتنے اُٹھاتے ہو مزارون سے تو کہیئے

پھر تم نہ کہین حضرت عیسےٰ اگر اُن سے
کہیئے یہ تم عشق کے مارون سے تو کہیئے

کچھ سوز دل اپنا کسی دلسوز کے آگے
فرصت ہو تپ غم کے حرارون سے تو کہیئے

موقوف ہے گر دل کا شکار آن و ادا پر
تو کہیئے کچھ ان تیر شکارون سے تو کہیئے

ان دانتون تلک کیا موتیون سے کہتے ہو ہمتا
موتی نہین کچھ مال ستارون سے تو کہیئے

شانے کا دل چاک پسند آپ کو آیا
کس واسطے یہ سینہ فگارون سے تو کہیئے

کہیئے نہ تمہین ظرف سے اے ذوق کبھی راز
کہکر انھین سننا ہو ہزارون سے تو کہیئے

یہ اقامت ہمین پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

زال دنیا ہے عجب طرح کی علامۂ دہر
مرد دیندار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے

تیرہ بختی مری کرتی ہے پریشان مجھ کو
تہمت اُس زلف سیہ فام پہ دھر دیتی ہے

رات بھاری تھی سر شمع پہ سو ہو گذری
کیا ملا باش سفیدی سحر دیتی ہے

فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا
اب تو اکسیر بھی دیجے تو ضرر دیتی ہے

بڑھتی جاتی ہے جو شوخی اُس ستم ظالم کی
کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے

دیتی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری
عین احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے

دمبدم زخم پہ اک زخم ہے دم لینے کی
مجکو فرصت تری کب تیغ نظر دیتی ہے

غنچہ ہنستا ترے آگے ہے جو گستاخی سے
چٹکی اس منہ پہ وہین باد سحر دیتی ہے

شمع بھی کم نہین کچھ عشق مین پروانہ سے
جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سر دیتی ہے

نخل مژگان سے ہے کیا جانئے کیا چشم ثمر
چشم پالان کی جگہ خون جگر دیتی ہے

کہتے سنتے نہین کچھ ہم تو شب ہجر مین پر
نالۂ دل کا جواب آہ جگر دیتی ہے

تپ دل شمع کی جب کم نہین ہوتی ناچار
اسکو کافور سپیدی سحر دیتی ہے

کوئی غماز نہین میری طرف سے اے ذوق
کان اُسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

مزے جو موت کے عاشق بیان کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

مزا تھا ہمکو جو بلبل سے دوبدو کرتے
کہ گل تمہارے بہارون کی آرزو کرتے

غرض تھی کیا ترے تیرون کو آب پیکان سے
مگر زیارت دل کیونکہ بے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑین گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

یقین ہے صبح قیامت کو بھی صبوحی کش
اٹھین گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

نہ رہتی یوسف کنعان کی خوبی بازار
مقابلہ مین جو ہم تجھ کو رو برو کرتے

چمن میں دیکھتے گلزار آبرو کی بہار
تمھاری یاد بہاری میں آرزو کرتے

سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصور
کہ چاک پردہ حقیقت کا ہیں رفو کرتے

عجب یہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

سراغ عمر گذشتہ کا ڈھونڈھئے گر ذوق
تمام عمر گذر جائے جستجو کرتے

نا ساز ہے جو ہم سے اُسی سے یہ ساز ہے
کیا خوب دل ہے واہ ہمیں جس پہ ناز ہے

اُس سنگ آستان پہ جبین نیاز ہے
وہ اپنی جا نماز ہے اور یہ نماز ہے

دروازہ میکدے کا نہ کر بند محتسب
ظالم خدا سے ڈر کہ در توبہ باز ہے

خانہ خرابیاں دل بیمار غم کی دیکھ
وہ ہی دوا خراب ہے جو خانہ ساز ہے

ڈرتا ہوں اُسکا خنجر نہ بہ جائے ہو کے آب
میرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے

پہونچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب
سچ ہے حرامزادے کی رسی دراز ہے

اُس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک
ہر چند جانتا ہوں کہ وہ پاکباز ہے

مداح خال روئے بتاں ہوں مجھے خدا
بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

ہر برگ گل کے لب سے ٹپکتا ہے خون پڑا
گلشن میں کس کی خاک شہیدان ناز ہے

اے ذوق اپنا سب پہ کھلے کیوں نہ راز عشق
ہر نالہ اک کلید در گنج ناز ہے

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے
کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے

آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم
تو ڈبو دو انھیں دریا میں سفینا بھر کے

نہیں پروین کہ ہے حقۂ پروین میں فلک
لائے اُس عارض روشن سے پسینا بھر کے

دل سے آئینہ صفا چاہئے رکھتا اسکا
رنگ سے بھرتا ہے کیوں اُس میں تو کینا بھر کے

روز اُس گلشن رخسار سے لیجاتے ہیں گل
اپنے داماں نگہ مردم بینا بھر کے

زخم پر جوش کے مانند جھلکتا ہے مدام
خون حسرت سے لبوں تک مرا پیمانہ بھر کے

جام خالی بھی لگا منہ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کے ساتھ قدح ذوق سے پینا بھر کے

نہیں مژگاں پہ خون خار غم بھی دلنشیں نکلے
جنوں یہ نیشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدو نیش دن کے گھر سے میرا مہ جبیں نکلے
الٰہی برج عقرب سے قمر جلدی کہیں نکلے

چھٹے کیا ہم سے شوق حسن گندم گوں کہ گندم پہ
ہمارے جد امجد چھوڑ کر خلد بریں سے نکلے

ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز ہوں پیدا
ترے ہر ناز پر سو سو کا دم اے نازنیں نکلے

پرے جا کر نئی دنیا سے بھی گر ڈھونڈھو دنیا میں
تو خالی خاک آدم سے نہ چپّا بھر زمیں نکلے

خدا دے دوربینی اور اس چشم تصور کو
کہ لاکھوں کام اس سے ہو سکیں بے دوربیں نکلے

قلم کی دیکھ گلکاری دم تحریر حال دل
کہ جا سے حرف لکھا ہے انار آتشیں نکلے

زیادہ جان کے جانے سے غم ہے تیرے جانے کا
الٰہی جانے سے پہلے مری جان حزیں نکلے

نہ غربت میں ہو گر قدر صفا پاکیزہ گوہر کی
تو کیوں دریا سے یکتا ہو کے پھر در ثمیں نکلے

تباہی میں ہے موذی کی حلاوت اہل عالم کی
کہ ویراں خانۂ زنبور موجب انگبیں نکلے

ہوئے تم چیں بہ ابرو ہو کے بہر قتل کے درپے
چھپنے سے تمہارے جوہر شمشیر کیں نکلے

سراپا روسیاہی کے لیے ان نامداروں کو
ہوس دل سے نہ انکے نام کی مثل نگیں نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے کثرت سے انجم کی
مگر کیا دخل جز زہراب آہیں انگبیں نکلے

دل زخمی کی حالت پر دہان زخم کیا بولیں
زباں تیغ سے نکلے تو شاباش آفریں نکلے

تصور اُس لب شیریں کا آجائے اگر دل میں
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبیں نکلے

مرے دل میں جو حسرت ہے نکالوں کیا کہاں اس کو
نہ وہ اوپر فلک نکلے نہ وہ زیر زمیں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا
وہ سب یار خرابات اپنے نکلے ہمنشیں سے نکلے

ہم مفت عدو اپنا کسی کو نہین پاتے
تم پاتے ہو ہمکو تو چھری کو نہین پاتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہین پاتے
ہنستے ہین مگر تیری ہنسی کو نہین پاتے

کیون ہمنے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا
کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہین پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہین دل مین
لیکن نہین پاتے تو خوشی کو نہین پاتے

لیتے ہین شب وصل مین ہم اُنکے جو بوسے
وہ لب یہ سحر رنگ مسی کو نہین پاتے

ہین ایسا کہین گم ہون کہ یاران عدم بھی
گم ہو کے مری گمشدگی کو نہین پاتے

رکھتے ہین دم شعلہ فشان اژدر دوزخ
لیکن مری آتش نفسی کو نہین پاتے

وہ دن ہین کہان بہتے تھے جو چشم سے چشمے
اب نام کو بھی اُسمین نمی کو نہین پاتے

معلوم نہین اُسکے دہن ہے کہ نہین ہے
اے ذوق ہم اس سر خفی کو نہین پاتے

نبض کی ہے کہان میری فلاطون چلتی
ہے ضعف اب تو کہ چیونٹی بھی نہین یون چلتی

پہونچے کیونکر جرس ناقۂ لیلی کی صدا
آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنون چلتی

کھولدے آنکھین دم ذبح نہ دیکھوگا تجھے
پھر چھری اپنی تو گردن پہ مین دیکھون چلتی

جب مین دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت
تو اکیلا نہین ہمراہ ترے مین ہون چلتی

دور کر یارون کو سر سے یہ کہے ہے لیلی
پھر نہین کان پہ مجنون کے کبھی جون چلتی

ہین تو ان آنکھون کی گردش کا بلا گردان ہن
کہ نہین تیری بھی جان گردش گردون چلتی

بحر طے کرتی ہے ہمدم سفر بحر فنا
جسکو تو سانس کہے ہے دل محزون چلتی

چلتے کو دیکھے ہے ساحل کو سوار کشتی
یہ حقیقت مین ہے کشتی سر جیحون چلتی

ذوق گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے
کہ ہوا باغ جہان مین ہے دگرگون چلتی

ترے یہ دل کے لئے تھے نہ تھے زبان کے لئے
سو ہینے دلین ترے سوزش نہان کے لئے

نہیں ثبات بلندی عز و شان کے لیئے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسمان کے لیئے

ہزار لطف میں جو ہر ستم ہیں جان کے لیئے
ستم شریک ہوا کون آسمان کے لیے

فروغ عشق سے ہے روشنی بیان کے لیئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکدان کے لیئے

دم عروج ہے کیا فکر نردبان کے لیئے
کمند آہ تو ہے بام آسمان کے لیئے

صبا جو آئے خس و خار خاکدان کے لیئے
قفس میں کیوں نہ پھڑکے دل آشیان کے لیئے

صدا تپش پہ تپش ہے دل طپان کے لیئے
ہمیشہ غم یہ ہے غم جان ناتوان کے لیئے

نگاہ ناز نے کی دیر ورنہ میں تیار
ہوں کب سے بیٹھا ہوا مرگ ناگہان کے لیئے

جبیں کے جوتے ہی پر ہے حج کعبہ اگر
تو بوسے ہنے بھی اُس سنگ آستان کے لیئے

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیئے

جو پاس مہر و محبت کہیں یہاں بکتا
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیئے

خلش سے عشق کے ہے خار پیرہن تن زار
ہمیشہ اس ترے مجنون ناتوان کے لیئے

تپش سے عشق کے یہ حال ہے مرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخوان کے لیئے

مرے مزار پہ کس طرح سے نہ برسے نور
کہ جان دی ترے روئے عرق فشان کے لیئے

الٰہی کان میں کیا اُس صنم نے پھونک دیا
کہ ہاتھ رکھتے ہیں کانوں پہ سب اذان کے لیئے

نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجت سامان
اٹھانہ چاہیئے کیا خانۂ کمان کے لیئے

نہ دل رہا نہ جگر دونوں جلکے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ میں کیا چشم خونفشان کے لیئے

نہ لوح گور پہ ستون کی ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشت خم سے کوئی نشان کے لیئے

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمیں آرام جاودان کے لیئے

وہ مول لیتے ہیں جس دم کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے ہمیں پر ہیں امتحان کے لیئے

طریق چشم سخن کو ترے سمجھ نہ سکے
جواب صاف ہے پر طاقت توان کے لیئے

تغافل ہے مزا جب تلک کہ دم میں دم
فغان ہے میرے لیئے اور میں فغان کے لیئے

بلند ہووے اگر میرا کوئی شعلۂ آہ
تو ایک اور ہو خورشید آسمان کے لیئے

چلے ہین دیر کو مدت مین خانقاہ سے ہم
شکستہ توبہ لیئے ارمغان مغان کے لیئے

وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیئے

بیان درد محبت جو ہو تو کیون کر ہو
زبان دل کے لئے ہے نہ دل زبان کے لئے

رہے ہے ہول کہ برہم نہو مزاج کہین
بجا ہے ہول دل اُنکے مزاجدان کے لیے

اشارہ چشم کا تیری نگاہ یک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگ ناگہان کے لیئے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لیئے

جو دل قمارخانہ مین بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

کیا خط مین مدعا لکھون اپنا کہ مدعی
پہلے ہی اُنکو میری طرف سے پڑھا چکے

آنا بلا سے انکا قیامت سے کم نہین
مرتے ہین انتظار مین اک روز آ چکے

زہر آب بھی ہے بادہ تو کرینگے نوش جان
ساقی پیالہ منھ سے ہم اب تو لگا چکے

اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا
بس اے ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے

یاد آیا یان کے آنیکا وعدہ اُنھین تو کب
جب رات کو وہ پاؤنین مہندی لگا چکے

جبتک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہو سو ہو
اب ہم تو سر پہ بار محبت اُٹھا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اے پُرجفا چکے

اب خاک کے ہین ڈھیر تو کیا اس خرابہ مین
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اُڑا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخون کے دل
سو بار آ لئے اسے آنکھین دکھا چکے

حاجت نہین ہے تیرے شہیدونکو غسل کی
قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خون مین نہا چکے

کیا مجھسے قیمت دل و جان پوچھتا ہے تو
دونون مین اک نگاہ پہ اے دلربا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہین کرتے ہو کبھی
ہم تو تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا چکے

دیکھو منہ اُسکے نام نے روشن کیا نشان
دشمن ہمارے نام کو لیا کیا منہ چکے

ہو معرکہ میں عشق کے قاضی نہ کیونکہ موت
جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

اپنا ہی دل نہ پھیر سکے رخ سے یار کی
سر اپنا خوب حضرت ناصح پھرا چکے

بنکا رو آج خوب چلو میکدے کو ذوق
چھوڑ دو کہیں وظیفہ بہت بڑ بڑا چکے

بھکے پھکے غم کا کھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
جی ہی جی میں تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ذکر حسن شمع لانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
اُن کو در پردہ جلانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جھوٹ موٹ افیون کھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
اُن کو کت لالر ڈرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
برق خط تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیر و پیکان جتنے تھے دلسے دئیے ہمنے نکال
اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

دیکھکے قاتل کو بھر لائے خراش دلمیں خون
سچ تو ہے یوں مسکرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

خط میں لکھوا کر اُنھیں بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل اپنا جتانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دلکو قاتل کے بڑھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

واں ہلے ابرو یہاں گردن یہ پھیری ہمنے تیغ
بات کا ایما بھی پانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

سنکے آمد اُنکی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم
پیشوا لینے کو جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل
تیوریوں کا تاڑ جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اُس کو غیر
کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

لطف اُٹھانا ہے اگر منظور اُسکے ناز کا
پہلے اُسکے ناز اُٹھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

کہدو قاصد سے کہ جائے کچھ بہانے سے وہاں
گر نہیں آتا بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

زخم تو سیتے ہیں سب پر سوزن الماس سے
چاک سینے کا سلانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

پوچھے مُلّا سے جسے کرنا ہو سجدہ سہو کا
سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہیں جون مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

زبان پیدا کرون جون آسیا سینے مین پیکان سے
دہن کا ذکر کیا یان سر ہی غائب ہے گریبان سے

اُڑائے خوب گلچھرّے نکل مجنون نے زندان سے
کہ ہر سو گُل فشانی ہے شرار سنگ طفلان سے

فلک کیا فتنہ سازی مین ہے ہمسر چشم فتّان سے
گر اٹھا یہ بھی اشک سرمہ آلود اُسکی مژگان سے

شرارے متصل نکلے یہانتک سنگِ طفلان سے
کہ چمکے ہے سرِ مجنون پہ بجلی سنگِ باران سے

یہانتک ناتوان ہم ہین گذر جائین اگر جان سے
اُٹھائے مور لاشے کو ہمارے دستِ مژگان سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوران سے

پیشوائی کو بڑھے گر کشش دل آگے
دوڑے مجنون کی طرف ناقۂ محمل آگے

جاتے اس طرح سے اُس کوچے کو ہین وہ ہم
دل سے ہم آگے کبھی ہمسے کبھی دل آگے

گرچہ ہون وادی عنقا سے پرے لاکھون کوس
لیک ہے گم شدگی کی ابھی منزل آگے

تجھ ناقص کو بھی غنیمت ہے اب اسوقت مین ذوق
کاملیت ہے کہان ہو چکے کامل آگے

جو خانۂ ہستی مین ہے انسان کے لئے ہے
آراستہ یہ گھر اسی مہمان کے لیئے ہے

زلفین تری کافر انہین دل سے مرے کیا کام
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلمان کے لیے ہے

بیٹھا ہے سخنور جو گرفتار تفکر
زیبا یہ قفس مرغ خوش الحان کے لیئے ہے

مستون کے لیئے رحمت باری کے ہین آثار
زاہد جو دعا مانگتا باران کے لئے ہے

اپنون سے نہ مل اپنے ہین سب اپنون کے دشمن
ہر نے مین بھری آگ نیستان کے لیئے ہے

مین کس کی نگاہون کا ہون وحشی کہ مری خاک
اک کحل بصر چشم غزالان کے لیئے ہے

کچھ میرے نصیبون نے زیادہ جو سیاہی
باقی ہے تو میری شب ہجران کے لیئے ہے

عاشق کا جنون طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات
گویا سبق اطفال دبستان کے لیئے ہے

وہ زلف سیہ پھینکتی کیون دام ہے دل پر
یہ صید کسی نخچیر مژگان کے لیئے ہے

دل بھی ہے مرا جان ترے مشق ستم کی
جو تیر ہے اس تودۂ طوفان کے لیئے ہے

دل قید تعلق سے نکل سکتا نہین ذوق
کیا در نہین اس خانۂ زندان کے لیئے ہے

ناتمام

چھپی تونے افشان جو اے مہ جبین ہے
ستارون مین کیا کیا جہان مہ جبین ہے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے
خبر بھی نہین یان کہ ہے یا نہین ہے

یہی گر تری چشم سحر آفرین ہے
تو دل ہے نہ جان ہے نہ ایمان نہ دین ہے

ستم میرے دل کو خدائی کا تیری
یقین ہے یقین بلکہ عین الیقین ہے

ہر اک چاند دیکھے ہے آستینون کا
جہان ناتوان ہین وہ باریک بین ہے

ترکے اشک اور آہ پہنچی فلک پر
مرا عشق کم خرج و بالا نشین ہے

تغافل سے فرصت نہین وان نظر کو
یہان منتظر یہ جان حزین ہے

بچھڑے تو تڑپے یہ جدائی سے تیری
کہ مین ہون کہین دل کہین جا کہین ہے

شب غم مین دمساز و دلسوز اپنا
دم سرد ہے نالۂ آتشین ہے

ہنسی ہے جو کچھ رنجش آمیز ان کی
تو موج تبسم بھی چین بر جبین ہے

نہ ہووے ا تجھ کو دم کا بھروسا
تو جو دم ہے غافل دمِ واپسین ہے

وہ پہلو مین بیٹھے ہین اور بدگمانی
لیئے پھرتی مجھ کو کہین کا کہین ہے

ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے
کوئی ماہِ کنعان کو کہتا حسین ہے

جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو
لگائے ہوئے میرا دل دوربین ہے

نہین وہ رہے ہم سے تم تھے جو پہلے
زمانہ کو تو کچھ تغیر نہین ہے

وہی سب ہے زمانہ وہی رات دن ہے
وہی آسمان اور وہ ہی زمین ہے

نہ کی آہ سو زخم دل پر اُٹھائے
تجھے آفرین ذوق صد آفرین ہے

چھلا نہین تو چھلے کا گل اے نگار دے
پر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے

تو چشم مین نہ سرمہ دنبالہ دار دے
مفتون چشم کو یونہین ایک تیر مار دے

ہاتھ اپنا میرے ہاتھ مین کب وہ نگار دے
جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشت خار دے

ٹانکے نہ زخم دل مین ترا دلفگار دے
تو جب تلک نہ گیسوئے مشکین کا تار دے

دشنام ہو کے وہ ترش ابرو ہزار دے
یان وہ نشے نہین جنہین ترشی اُتار دے

گلشن کو آب گر مژۂ اشکبار دے
بلبل بجائے بیضہ دُرِ آبدار دے

کیا خاک تجھ پہ جان کوئی جان نثار دے
مٹی بھی جس کو تیرے نہ دلکا غبار دے

وہ زلف مشکبار اگر ایک تار دے
پھر مین نہ لون اگر کوئی مشکِ تتار دے

جولان سمند ناز کو اے شہسوار دے
تو سرمہ چشم ماہ مین میرا غبار دے

وہ ناتوان ہون مین کہ نہ جنبش کرون کبھی
پلٹے اگر نہ مجھ کو دل بیقرار دے

عشق اُس پری کا ہے وہ بلا جائے لیکے جان
یہ جن نہین ہے جس کو سیانا اُتار دے

ایسا نہو کہ آتے ہی آتے جواب خط
قاصد جواب زندگی مستعار دے

غم یار کا رہے گا مرے ساتھ تا بہ حشر
سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیونکر نہ یار دے

کیا پختہ مزاجون کو سحر تو نے دنیا مین
یہ تیرا خوب جادو واے خیالِ خام چلتا ہے

عجب شطرنج گردون ہے کہ جسمین اپنے گھوڑیکو
سنے منصوبہ سے رہوارِ ابلق ایام چلتا ہے

کہو صیاد سے گر ذبح کرنا ہے تو جلدی کر
ابھی کچھ دم مرے سینے مین زیرِ دام چلتا ہے

ارادہ گر کرے ناقص علوِ جاہِ کامل کا
تو یہ جانو کہ نابینا کنارِ بام چلتا ہے

خرد نے رازِ عالم کچھ نہ پایا ذوق اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام چلتا ہے

پھولا نہین سماتا جو گل پیرہن مین ہے
آتا یہ کس کہ بھروسے پہ ہنستا چمن مین ہے

سہ مین کہان جو تابِ رخِ سیم تن مین ہے
پردہ سا عنکبوت کا سقفِ کہن مین ہے

دم کو نہین ہے سینہ مین آرام ایک دم
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن مین ہے

حرف آئے مجھ پہ دیکھئے کس کس کے نام سے
اس درد سے عقیق کا دل خون مین ہے

وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چینِ جبین کی تاب
زیرِ شکنجہ زلفِ شکن در شکن مین ہے

یاد آتا ہے جو آبِ دمِ تیغ کا مزا
بھر آتا میرے زخم کے پانی دہن مین ہے

ہین روزنِ دہن مین جو کثرِ دم لیئے ہوئے
یہان کام انکا نیش زنی ہر سخن مین ہے

دکھلا دو پشتِ لب پہ تم اپنی ذُرِ بلاق
دیکھین سہیل کیونکہ چمکتا یمن مین ہے

ہوش و خرد کو دیکھ لیا دردِ سر مین ذوق
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ پن مین ہے

یہان سے آنیکا مقرر تا صبا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دیگا خدا وہ دن کرے

کون سی شب آئیگا وہ یہ منجم سے کہو
میرے سعد و نحس کا معلوم تا وہ دن کرے

تو کرے قربان ہمین جس دن ہمارے واسطے
عید قربان سے شرف پیدا سوا وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدہ کا آیا تو کہا
اس سے کہدو یون ہی محشر تک گنا وہ دن کرے

تیغِ قاتل سے رہے جو قتل کے دن بے نصیب
عید کے دن کو نہ کیون عاشور کا وہ دن کرے

دن قیامت کا تو ہے پر میرا طومار عمل
ہاے اتنا ہے کہ امکان کیا دفا دہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا کے ہین لکھی جس دن کی ہو
کچھ کرو لیکن فراش کیا قضا دہ دن کرے

لاش دفنا کر مری بیٹھا ہے قاتل سوچ مین
یعنے میری فاتحہ کا کونسا دہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کرونگا جمعہ کو حسب کا عمل
کوئی اُسکو جا کے بتلا دے ہوا وہ دن کرے

کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے

مری حقیقت پر درد کو کوئی اُس سے
یہ آہ و نالہ نہ کہوے یہ چشم تر تو کہے

یہ آرزو ہے جہنم کو بھی کہ آتش عشق
مجھے یہ شعلہ گیا بنا کہے شرر تو کہے

بقدر مایہ نہین گر ہر ایک کا رتبہ و نام
بھلا حباب کو دیکھین کوئی گہر تو کہے

جو چپ لگا کے نہ بیٹھے تو کیا کرے ناصح
کہ جانتا ہے کہے کا ہو کچھ اثر تو کہے

جل اُٹھے شمع کے مانند قصہ خوان کی زبان
ہمارا قصۂ پر سوز لحظہ بھر تو کہے

شہید عشق کا ہر قطرۂ خون اناالحق ہے
کہے جو حق کوئی منصور اسقدر تو کہے

مجال کیا کہ ترے آگے فتنہ دم مارے
کہیگا اور تو کیا پہلے الحذر تو کہے

بھرے گا بار محبت کی کیا فلک حامی
یہ حوصلہ کوئی رکھے بجز بشر تو کہے

بلا سے ہووے مرا مرغ نامہ بر بھونرا
کہ اُسکو دیکھ کے وہ منہ سے خوش خبر تو کہے

سرشک چشم مرے ہین کہ ہو گئے موزون
مری طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائین گے
مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائین گے

سامنے چشم گہربار کے کہدو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظرون سے اُتر جائینگے

تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہان ہم اور ٹھہر جائین گے

خالی اے چارہ گرو ہونگے بہت مرہم دان
پر مرے زخم نہین ایسے کہ بھر جائین گے

لائے جو مست ہین تربت پہ گلابی آنکھین
اور اگر کچھ نہین دو پھول تو دھر جائین گے

پہونچین گے رہ گذر یار تلک کیونکر ہم
پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائین گے

آگ دوزخ کی بھی ہوجائیگی پانی پانی
جب یہ عاصی عرق شرم سے تر جائین گے

ہم نہین وہ جو کرین خون کا دعوے تجھ سے
بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائین گے

رخ روشن سے نقاب اپنے الٹ دیکھو تم
مہر و مہ نظرون سے یارون کے اتر جائین گے

شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤن
پر یہی ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائین گے

ہم بھی دیکھین گے کوئی اہل نظر ہے کہ نہین
یہان سے جب ہم روش تیر نظر جائین گے

ذوق جو مدرسہ کے بگڑے ہوئے ہین ملا
ان کو میخانہ مین لے آؤ سنور جائین گے

دل بچے کیونکر بتون کی چشم شوخ و شنگ سے
اپنا گھر تو سوجھتا ہے سیکڑون فرسنگ سے

اے تغافل کیش جلدی آ کہ تو واقف نہین
اس دل بیتاب و جان مضطر کے ڈھنگ سے

بل بے باریکی کہ گویا ہر ترا تار سخن
جنتری مین کھنچ کے نکلے ہے دہان تنگ سے

ایک بھی نکلے نہ میری سی صداے دلخراش
خون اگر ٹپکے نواے مرغ خوش آہنگ سے

چھپ کے بیٹھے گا کہان تو ہم سے اے رنگین ادا
ہو گا تو جس رنگ مین ملجائینگے اس رنگ سے

جوش گریہ سے رہی برسات برسون پر کبھی
اسکی تیغ تیز آلودہ نہ دیکھی زنگ سے

پہلے یہ نیت وضو کی ہے نماز عشق مین
دل سے کہہ دیجئے کہ دھولے ہاتھ نام و ننگ سے

میرے رونیکے اثر سے ہوگئے پتھر بھی آب
جھڑتے ہین جاے شرر پانیکے قطرے سنگ سے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر
وسمہ آب بنگ سے سعدی سے گلرنگ سے

کوئی ان تنگ دہانون سے محبت نہ کرے
اور یہ تنگ کرین منہ تو شکایت نہ کرے

ہے جراحت کا مری سودۂ الماس علاج
فائدہ اسکو کبھی سنگ جراحت نہ کرے

عشق کے داغ کو دل مہرِ نبوت سمجھا / ڈر ہے کافر کہیں دعوائے نبوت نہ کرے

ہر قدم پر مرے اشکوں سے رواں ہیں دریا / کیا کرے جادہ اگر ترکِ رفاقت نہ کرے

آج تک خون سے مرے تر ہے زبانِ خنجر / پھر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نہ کرے

مکتبِ صبحِ ازل کا ہے خلیفہ انسان / پھر کرے کون اگر یہ ہی خلافت نہ کرے

بن جلے شمع کے پروانہ نہیں جل سکتا / کیا کرے عشق اگر حسن ہی سبقت نہ کرے

پھر چلا مقتلِ عشاق کو قاتل اے ذوق / سر پہ برپا کہیں کشتوں کے قیامت نہ کرے

کہتے ہیں جھوٹ سب کہ ہیں پانوں چھوٹ کے / چھوٹے تو بیٹھے بھی نہیں پانوں ٹوٹ کے

چلتا ہو ذوق قید ستہ سبق کے چھوٹ کے / یہ قید مار ڈالے گی دم گھوٹ گھوٹ کے

ڈھالا جو تجھ کو حسن کے سانچے میں اے صنم / آنکھوں کی جائے بھر دیئے موتی سے کوٹ کے

بیدرد سینہ کوٹنا خالی نہیں مرا / دلمیں بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے

کیونکر حباب ہو سکے دریائے بیکران / دریا ہے جب تلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اُس شمع رو سے رات کو رخصت ہوئے جو ذوق / روئے ہیں دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

ہر دم دلِ خون گشتہ مین اک جوشِ فزون ہے / جو آہ ہے سینہ مین سو فوارۂ خون ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستیِ ہمت / گردون کو جو اوج اس زمانہ مین کج دون ہے

پھر جاتی ہے سینہ کو مری آہ بھی اُلٹی / قسمت ہے جو برگشتہ بھلی بخت نگون ہے

مین درد سے ہون عشق کے جیتا ہوا لبریز / پر دل یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کہون ہے

اک غمزہ تری چشمِ فسون کار کا کافر / سو چشمِ پری کو سبق آموزِ فسون ہے

دل کرتا ہے اس کوچہ کا جب قصد تو لیتا / طائر کے عوض رنگ پریدہ سے شگون ہے

قایم ہے بنا درد کی فریاد سے میری / جو نالہ ہے ایوانِ محبت کا ستون ہے

ہے بدن سے ہوا عشق مرے درپئے تعلیم
ہر خار بیابان قلم مشق جنون ہے

مرجاؤن مگر راز محبت نہ جتاؤن
کیسا ہی اگر درد ہو دلمین نہ کہون ہے

بیتابی دل لفظون مین کیا آئے کہ ہر حرف
دکھلا رہا گاہے حرکت گاہ سکون ہے

بیتابی دل کا کوئی مضمون جو ہوا نظم
ہر حرف پہ میرے حرکت جا سکون ہے

تلخی پہ حسرت کو پیون کیون نہ مزے سے
میری یہی تبرید تپ سوز درون ہے

ہے وصل مین غم ہجر کا اور ہجر بلا ہے
آرام محبت مین ہمین یون ہے نہ وون ہے

آلودہ اظہار نہ ہو راز محبت
دم سونٹون پہ آجائے مگر مین نہ کہون ہے

کھو آپ کو گر ڈھونڈھتا ہے عشق کی منزل
گم گشتگی اس رہ مین تری راہ نمون ہے

ہاروت سے وان لاکھون ہین شاگرد کہ جسجا
وہ چشم فسونگر سبق آموز فسون ہے

کیون حال زبون اپنا بیان کرتا ہے اُسنے
اے ذوق ترے واسطے یہ سخت زبون ہے

کرے ہے کام تیغ یار کس کس آبداری سے
دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخمکاری سے

زبان کھولین گے مجھپر بدزبان کیا بدشعاری سے
کہ مین نے خاک بھردی انکے منہ مین خاکساری سے

گذرتی ہے مزہ مین زندگی غفلت شعاری سے
مرے نزدیک بیہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے

نہوتا گر وہ شوخ خودنما سرگرم آرائش
اُٹھاتا ہاتھ خورشید فلک آئینہ داری سے

رواں ہے شمع کے اشکون مین چربی خاک گھل گھل کر
بہا جاتا ہے دل خون ہوکے اپنا اشکباری سے

خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمار محبت کی
کہ نوبت دم شماری کی تھی شب اختر شماری سے

جو پوچھے داد خشک اپنی وارد کمند و پی لے
اگر سر سبز کو پوچھے کہو یہ سبزکاری سے

قفس کو لے اُڑین صیاد اسیر مضطرب تیرے
خبر گل کی اگر اُڑتی سنین باد بہاری سے

کبھی گر سر اُٹھا اپنا تو جون اشک سر مژگان
زمین کو جا لگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے

اُٹھائے جاؤن کبتک داغ کاش اُنکے عوض جھٹ
مری چھاتی پہ پتھر سنگدل وہ جا پہ بھاری سے

لگی بھی گر زمین کو بیٹھ تیرے تفتہ جانوں کی
تو شل تپ اُٹھ چلے دہین پھر بیقراری سے

نہین آتا نہ آئے رحم اے **ذوق** اُس ستمگر کو
بلا سے خوش تو ہو جاتا ہے میری آہ و زاری سے

یار سینے حال پر ہم دلفگاروں کے لگے
کاش کے ایسے ہی یا رب لگو یاروں کے لگے

اور بھی چمکا سمند وحشت اپنا دشت مین
تیز جون مہمیز نشتر جب کہ خاروں کے لگے

کس کی کفش پا پہ دیکھے ہین ستارے اے فلک
رہتے ہین دیدے زمین کو جو ستاروں کے لگے

بزم مین گر وہ اُلٹ دے روے روشن سے نقاب
چھوٹنے مہتاب منھ پر ماہ پاروں کے لگے

اس طرح در پے دلوں کے ہین ترے چشم و نگاہ
جون شکار افگن پھرین پیچھے شکاروں کے لگے

سرزمین باغ الفت مین ترے اے فتنہ گر
نخل قامت جب ترے سینہ فگاروں کے لگے

ٹہنیاں تیروں کی نکلین پھوٹے سوفاروں کے گل
خنجروں کے برگ نکلے پھل کٹاروں کے لگے

ہو اگر گرم فغان مرغ چمن میری طرح
آگ دم مین آشیانوں کو ہزاروں کے لگے

آئے ہم اُس بزم مین اکدم سوا سیکڑوں
تیغے طعنوں کے لگے خنجر اشاروں کے لگے

اے خدنگ یار مرہم جا ملین بجز ترے کہین
مرہم اگر زخم پر سینہ فگاروں کے لگے

ذوق صحرائے جنون مین ہو گیا ہے گرد باد
توسن وحشت کو ہین مہمیز خاروں کے لگے

باغ عالم مین جہان نخل حنا لگتا ہے
دل پر خون کا وہان ہاتھ پتا لگتا ہے

کیا تڑپنا دل بسمل کا بھلا لگتا ہے
جب اُچھلتا ہے ترے سینہ سے جا لگتا ہے

دل کہان سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے
دل کے لگ جانے سے جینا بھی برا لگتا ہے

جو حوادث سے زمانہ کے گرا کب اُٹھا
نخل آندھی کا کہین اُکھڑا ہوا لگتا ہے

دل لگے کا ہے مزا یہ کہ گزک مین ایدل
سب کبابوں سے نمک تجھکو سوا لگتا ہے

نہ شب ہجر مین لگتی ہے زبان تالو سے
اور نہ پہلو مرا بستر سے ذرا لگتا ہے

ہلے محتاج ہوا مرہم زنگار کا تو
زخم دل زہر مجھے ہنستا ہوا لگتا ہے

آب خنجر ہے جو زہر آب وفاداروں کو
ملک سرحد ہے وفا پانی درا لگتا ہے

قد مجنون ترے پھولونکی چھڑی ہے لیلی
جب ذرا جھکتا ہے سر پانو لینے جا لگتا ہے

زر و زاہد ہے تو کیا کھوٹ اسکی ہے دلمین
ذوق اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

اڑا لی طرز نالہ کی بھی اکدم تیر سے محزون سے
سوا تب تک دیکھ لے منقار طوطی سرخ ہے خون سے

نہ شب آنکھوں مین خواب آیا خیال خال شبگون سے
رہے بیدار ساری رات ہم اک حب افیون سے

یہ دنیا ہے وہ خمخانہ کہ جسمین دور گردون نے
کل حکمت کیئے کتنے ہی خم خاک افلاطون سے

اثر ہو نالۂ پر درد کا اتنا تو اے بلبل
کہ ٹپکے جائے شبنم اشک انجم چشم گردون سے

شہید چشم میگون ہون کہو تربت پہ سب مے کش
کرین آکر چراغان ساغر صہبائے گلگون سے

ترے مجنون کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ
بنا تا پیرہن ہے ایک برگ بید مجنون سے

خدا جانے ہوئے بخت اپنے واژون اسکی زلفون سے
وہ یا زلفین ہین اسکی واژگون مجھ بخت اژدرون سے

اڑائین یون جادو گر بلا سے ہم نہین ڈرتے
ہے اپنا دم ہوا ہوتا تری چشم پر افسون سے

اُسی باغ سخن مین ذوق جی اپنا بہلتا ہے
جہان بو عشق کی آتی ہے کچھ گلہائے مضمون سے

تمہارا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ترا زبان سے ملانا زبان جو یاد آیا
نہ ہائے ہائے مین تالو سے پھر زبان لگی

کسی کے دلکا سنو حال دل لگا کر تم
جو ہووے دلکو تمھارے بھی مہربان لگی

تو وہ ہلال جبین ہے کہ تارے بن بن کر
رہے ہے تیری طرف چشم یک جہان لگی

خدا کرے کے تجھ سے یہ کچھ جدا لگتی
کہ زلف سے بیت بدکیش تیرے کان لگی

اڑائی حرص نے آکر جہان مین سبکی خاک
نہین ہے کس کو ہوا زیر آسمان لگی

تمھارے ہاتھون ہمارے دل فگار ہین آہ
سنان و خنجر و پیکان کی ہے دکان لگی

کسی کی ناوکِ مژگان سے آج ساری رات
نہیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی

تباہ بحرِ جہان مین تھی اپنی کشتیِ عمر
سو ٹوٹ پھوٹ کے یارب کنارے آن لگی

خدنگِ یار کو کس طرح کھینچ لون دل سے
کہ اُسکے ساتھ ہے اے ذوق میری جان لگی

وہ ہون مین پر معاصی سوختہ سوزِ ندامت سے
حذر دوزخ کرے جسکے شرارِ سنگِ تربت سے

وہی ہے ایک سب مین دیکھ لو چشمِ حقیقت سے
بنا واحد کی کیون توڑیگا ملا جمعِ کثرت سے

نہ سوکھے دامنِ تر ذرہ میرا اور جون اختر
رواں ہون اشکِ خجلت چشمِ خورشیدِ قیامت سے

دمِ تکبیر اُٹھائے دو جہان سے ہاتھ یکباری
نمازِ عشق کی جسنے ادا کس حسنِ نیت سے

اگر پوچھے کوئی تجھسے کہ کیون ذرات تابان ہین
تو مین کہدون محبت سے محبت ہے محبت سے

برلے شوکتِ دنیا نہ لیجو عارِ دین زاہد
سمجھیو شوکت العقرب کو بہتر ایسی شوکت سے

نمک ہو مشک ہو یا سودۂ الماس تم چھڑکو
جراحت کو مرے کیا کام ہے سنگِ جراحت سے

پڑھو تم فاتحہ گر آکے مرقد پر شہیدون کے
تو یاس اُٹھکر اشارہ کردے انگشتِ شہادت سے

حریصونکو نہین جا وسعت آبادِ قناعت مین
نہ کھینچے ہاتھ کو وہ پاؤن پھیلا دے فراغت سے

الف کو تیری قامت کے کیا اُستادِ قدرت نے
مزین صفحۂ ہستی ہو رعنائی کے خلعت سے

لبِ ہر زخم میرا ہے ہلالِ عید سے خوشتر
مجھے زخمی کیا ہے کسنے ابرو کی اشارت سے

بہت اچھا کیا مجھکو کیا گر قتل قاتل نے
کہ ہو دیگانہ عاشق اکیلی اور بےغیرت سے

علاجِ زخمِ حسرت ہے مرا تیز آبِ تیغ اُسکا
نہین سنگِ فسان کچھ کم مجھے سنگِ جراحت سے

اگر آرائشِ ظاہر ہو پیدا باطن کو کیا حاصل
بھلا باطن مین رتبہ کیا ہے اسکو نیک طینت سے

ہوئی حرفون مین گو یک نقطہ رحمت سے سواد
عدد مین ہے مگر رحمت زیادہ ہوئی رحمت سے

زبانِ ریختہ کردی زبانِ اہلِ ولایت کی
محبت ذوق کو از بسکہ ہے شاہِ ولایت سے

ملنا ہمارا اُن کا تو کب پائے جائے ہے
البتہ آدمی سو کبھی آئے جائے ہے

جو اُس گلی میں مثل صبا آئے جائے ہے
فردوس میں کب اُنکو تمنائے جائے ہے

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائے ہے
پر میرے پاس سے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمع بزم
یون روغن اشک گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیتا ہے ایک پرچہ گاہ گاہ
دل کو ذرا ذرا مرے پرچائے جائے ہے

ابر مژہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا
نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوارہ سے بجا ہے تواضع کا سیکھنا
اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا حال جسم زار کہون سوز عشق سے
ایک بال ہے کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے

مضمون اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر
وہ مرغ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

تابوت تیرے کشتہ کو پیش سے کم نہین
کیا پانوٗن اپنے چین سے پھیلائے جائے ہے

سو کوس کیا نہ جا سکے مجنون تو وہ قدم
پر شوق مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

جبتک کہ جان تن سے نکل جائیگی نہ ذوق
دل میں جو درد ہے سو کوئی ہائے جائے ہے

تمام

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کرین جو کام نہ بے دل لگی چلے

کم ہونگے اس بساط پہ ہم جیسے بدقمار
جو چال ہم چلے وہ نہایت بری چلے

ہو عمر خضر بھی تو کہین گے بوقت مرگ
ہم کیا رہے یہان ابھی آئے ابھی چلے

لیلےٰ کا ناقہ دشت مین دکھلاتا ذوق شوق
سن کر فغان قیس بجائے حدی چلے

نازان نہو خرد پہ جو ہونا ہو وہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دنیا نے کس کا راہ فنا مین دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہین جبتک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق مین ہین اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے باد صبا اب کبھی چلے

مین کیا کرون اظہار غم سے بار غم پر بار غم
دن رات اک انبار غم میرے دل غمگین پہ ہے

صیقل نہ ہو گر تیغ پر جوہر نہ ہو کس کو نظر
اے ذوق یہان قدر ہنر آرائش و تزئین پہ ہے

اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے
تو پھر ہوتے ہین رخصت ہم ابھی سے

لگے کیون تم پہ مرنے ہم ابھی سے
لگا یا جی کو اپنے غم ابھی سے

دلا ربط اُس سے رکھنا کم ابھی سے
جتا دیتے ہین تم کو ہم ابھی سے

ترے بیمار غم کے ہین جو غمخوار
برستا اُن پہ ہے ماتم ابھی سے

غضب آیا ہلین گر اُسکی مژگان
صفین یارون کی ہین برہم ابھی سے

نہین ہے دیر گر جاتے ہین اُن کے
نہین اپنے بھی دم مین دم ابھی سے

بہے آنسو تو دامن کیا کہین گے
ہوئی ہے آستین پرنم ابھی سے

مرے لاشہ پہ بھی اُس بدگمان نے
کہا کیون جی چرایا دم ابھی سے

تمھارا مجھ کو پاس آبرو تھا
وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے

لگے سینہ پلانے مجھ کو آنسو
کہ ہو بنیاد غم محکم ابھی سے

وہ شاید منہ کھلے پر جائینگے آج
کہ چھایا دل پہ ابر غم ابھی سے

نکلتے ہی دم اُٹھواتے ہین مجھ کو
ہوے بیزار کیون ہمدم ابھی سے

ابھی دل پر جراحت سو نہ دو سو
لے آئے دوستو مرہم ابھی سے

کیا ہے وعدہ دیدار کس نے
کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے

موا جانا مجھے غیرون نے اے ذوق
کہ پھرتے ہین خوش و خرم ابھی سے

حالت نشہ مین دیکھنا اس بیحجاب کی
ہر ناز سے ٹپکتی ہے مستی شراب کی

کوچہ مین آ پڑے تھے ترے خاک ہو کے ہم
یان تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب جان مری دے چلی مجھے
پر منتظر ہے آنکھون مین خط کے جواب کی

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منھ چھپا کے تم
دابے ہوئے بغل مین صراحی شراب کی

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے
معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی

قفلِ صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے
جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

خارِ غم دل سے کسی طرح نہ نکلا اے عشق
ہو کے ناخن کئی سینہ مین فرو ٹوٹ گئے

چارہ گر سوزنِ تقدیر مین کچھ اور ہین تار
جیب کے تار جو ہو ہو کے رفو ٹوٹ گئے

سیکڑون کاسۂ سر دہر مین مانند حباب
کبھو اے چرخ بنے تجھ سے کبھو ٹوٹ گئے

تو جو کہتا ہے کہ دے غیر کو بھی ساغرِ
ہاتھ کیا اُسکے ہین اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

دخترِ رز نے وہ انداز دکھائے سرِ بزم
رات یارون کے وہان غسل و وضو ٹوٹ گئے

کیونکہ بن کشتیٔ مے کیجیے سیرِ دریا
سیکڑون زیرِ بغل ابتو کدو ٹوٹ گئے

دیکھکر سرمہ کی تحریر تری آنکھون مین
ہین صنم خانون مین زنارِ گلو ٹوٹ گئے

تیرے ہاتھون مین برنگِ گلِ بازی آخر
بند بند اپنے ہین اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

چشمِ مخمور کے اک جام مین سب یارون کے
رات سر رشتۂ اعمالِ نکو ٹوٹ گئے

تیر کھینچے بھی اگر چارہ گرون نے دل سے
تو کبھو چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

کیا بیان تم سے کرون زورِ شکستِ دل کا
کہ مری خاک سے بن بن کے سبو ٹوٹ گئے

مژۂ تر پہ امنڈ کر جو شب آئے آنسو
شدتِ گریہ سے مو بہ سرِ مو ٹوٹ گئے

جذبِ عشق اپنا ہے کب چھوڑتا تیرون کو ترے
کھینچے بھی دل سے جو سوفار کبھو ٹوٹ گئے

گلشنِ عشق ہے کیا بارور اللہ اللہ
یہ ثمر لائے کہ سروِ لبِ جو ٹوٹ گئے

کہہ بہ تبدیلِ قوافی غزل اک اور بھی ذوق
دیکھین کس طرح سے بھلاتا ہے تو ٹوٹ گئے

کس کے موشانہ مین اے دستِ ہوس ٹوٹ گئے
تیرہ بختوں کے جویان تارِ نفس ٹوٹ گئے

رات جو شیشہ مے تجھ سے عسس ٹوٹ گئے
ہاے نہ گنبد مینا کے کلس ٹوٹ گئے

دیدۂ آبلہ پا ہے مژگان پیدا
پاؤن مین چبھ کے مرے خار ز بس ٹوٹ گئے

ساقیا بادہ کشی مین کٹی ساری برسات
عہد و پیمان مرے سب کئی برس ٹوٹ گئے

یاد آیا جو اسیرانِ قفس کو گلزار
مضطرب ہو کے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے

رو نگٹے یار کے پشتِ لبِ شیرین پہ نہین
شہد پر بیٹھ کے ہین پاے مگس ٹوٹ گئے

نو گرفتارِ قفس گر ہو نہین تڑپے صیاد
کوئی دم مین یہ سمجھنا کہ قفس ٹوٹ گئے

ذوق ہم ہو گئے گم ایسی ہوئی گم آواز
آج کیا قافلہ کے سارے جرس ٹوٹ گئے

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
کہ بانگ ولادت کو مولود سمجھے

ہوا نا رحب ودد آلود سمجھے
کرے تیے عشق حلوا ہے بے دود سمجھے

تری مانگ کی تیغ کا ہو جو زخمی
وہ بے زخمِ دل کو نمک سود سمجھے

خدا کی خدائی اگر آگے آئے
وہ کافر کسی کو نہ موجود سمجھے

جو کچھ آپ کو دل مین سمجھا وہ کافر
نہ فرعون سمجھے نہ نمرود سمجھے

ہمارا جو دل ہو گیا موم ان پر
ہم الفت کو اعجازِ داؤد سمجھے

کیا دل لگا بازارِ الفت مین سودا
زیان کو ہم اے ذوق یان سود سمجھے

خط بڑھا کاکل بڑھے زلفین بڑھین گیسو بڑھے
حسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تیرے جلوہ سے چمن مین رونق اے گلرو بڑھے
شاخِ گلبن ہین بڑھے گل گل مین رنگ و بو بڑھے

بعد رنجش کے گلے ملتے ہوئے رکتا ہے جی
اب مناسب ہے یہی کچھ مین بڑھوں کچھ تو بڑھے

ہاتھ ملنے کو جو مجنون سے بڑھ جائے وحشت یہین
ضعف سے مدت مین جون شاخِ سرِ آہو بڑھے

کھہ رہا ہے حسن لے دیوان میں خط پشت لب
ایک مطلع اور نہ یہ مطلع ابرو پڑھے

پڑھتے پڑھتے بڑھ گئی وحشت اگر یہ پہلے آہ
ہاتھ کے ناخن پڑھتے سر کے ہمارے مو پڑھے

تجھ کو دشمن وان شرارت سے جو پڑھکاتے ہین ورد
جا تجھے ہین او شررا سے شوخ آتش رو پڑھے

واہ ساقی کیا ہی دی ہے دارو سے فرحت فزا
جسکے اک قطرہ سے سیروں سیم مین لو ہو پڑھے

یون دم گریہ ہوا دل سے مرے نالہ بلند
جس روش پانی کے باعث سرو آبجو پڑھے

حسن کیفیت سے ہو معمور اگر مینا سے دل
پھر تو جام جم سے قدر کاسۂ زانو پڑھے

یان پڑھی دل کی طپش اور وہان سے غیر ونکی لگی
گرمی صحبت تری اے شوخ آتش رو پڑھے

چرخ پر نور قمر راتوں پڑھے راتوں گھٹے
حسن تیرا روز بروز اسے ہلال ابرو پڑھے

کچھ تپ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس سے طبیب
روز نسخہ مین اگر خرفہ گھٹے کاہو پڑھے

چاہتا ہے دل پڑھے الفت کی اُسنے رسم وراہ
پر وہان قابو نہین کس طرح بے قابو پڑھے

پیشوائی کو غم جانان کی چشم و دل سے ذوق
جب پڑھے نالے تو اُسنے پیشتر آنسو پڑھے

آتے ہی تونے گھر کے پھر جانے کی سنائی
رہ جاؤں سن نہ کیونکر یہ تو بری سنائی

مجنون و کوہ کن کے سنتے تھے یار قصے
جبتک کہانی اپنی ہمنے نہ تھی سنائی

جس بات پر تمھاری سب عشق مین ہمسے چھپے
ہم نے کھوین آنکھون دیکھی وہ سب سنی سنائی

شکوہ کیا جو مین نے گالی کا آج اُس سے
گالی کے ساتھ اُسنے اک اور بھی سنائی

کیا جانے کیا کہیگا کچھ سکھنے کو ہے ناصح
دیتا نہین مجھے تو اے بیخودی سنائی

کہنے نہ پائے اُس سے ساری حقیقت اکدن
آدھی کبھی سنائی آدھی کبھی سنائی

صورت دکھائے اپنی دیکھین وہ کس طرح سے
آواز بھی ہے جس نے ہمکو کبھی سنائی

قیمت مین جنس دل کی مانگا جو ذوق بوسہ
کیا کیا پھر اُسنے ہمکو کھوٹی کھری سنائی

ہنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکر تو تجھے پسینہ سے شکر تری ہوئے

ثبت اس بیاضِ چشم مین ہین خطِ سرمہ سے
جو انتخابِ نسخۂ افسون گری ہوئے

دکھلائے ہم نے لیکے جو دامن پہ دُرِ اشک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

ایک خال زیرِ زلف سے ظاہر مرے لئے
اے یار سو طریقۂ بد اختری ہوئے

جلجائے خاک وحشیِ چشمِ بتان پہ گھاس
لیکن ہرن کھری نہ رہے بن ہری ہوئے

کچھ رہ سکے آدمیت اگر ہووے آدمی
یہ حور وش تو حور ہووے یا پری ہوئے

ہم جیتے جی جہان سے معدوم ہوگئے
اتنے نظر سے گم بسبب لاغری ہوئے

رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک
ہم آپ اپنی باعثِ پردہ دری ہوئے

مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے ہے کام
دل دیکے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے

طالع ہوئے نہ اپنی سعادت سے بہترین
ہر چند سو قرانِ مہ و مشتری ہوئے

اے **ذوق** آج سامنے اُس چشمِ مست کے
باطل سب اپنے دعوی دانش وری ہوئے

اک صدمہ دردِ دل سے مری جان پر تو ہے
لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے

آنا ہے اُنکا گرچہ قیامت پہ منحصر
ہم خوش ہین یہ کہ آنے کی اُنکے خبر تو ہے

ہے سر شہیدِ عشق کا زیبِ سنانِ یار
صد شکر یار سے نخلِ وفا بارور تو ہے

اے شمع دل ہے، ورنہ مین جلتا تو کیا ہوا
ہوجاتی اس مین رات بلا سے بسر تو ہے

ہے دل مین درد اگر نہین ہمدرد گر پاس
دلسوز اگر کوئی نہین سوزِ جگر تو ہے

اے دل ہجومِ رنج و الم سے تنگ ہو
خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

اُس بت نے غائبانہ کہا یا نہین کہا
چپ ہوگیا وہ بارے مجھے دیکھکر تو ہے

تربت پہ اہلِ عشق کے نہین گر چراغِ گل
سینہ مین سوزشِ دل و داغِ جگر تو ہے

کشتیِ بحرِ غم مرے حق مین ہے تیغِ یار
کردیتی ایکدم مین ادھر سے اُدھر تو ہے

وہ دل کہ جس مین سوز محبت نہ ہووے ذوق
بہتر ہے اُس سے سنگ کہ جس مین شرر تو ہے

خدا نے بہرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
بتوں نے ہیں کے نظارۂ تم بہار مجھے

وہ خط جو لکھتے نہین جز خط غبار مجھے
سمجھتے ایسے کہ ہین اپنا خاکسار مجھے

نگہ نے اُس کی مجھے سخت بے قرار کیا
بلا سے مار دے اگر کوئی کٹار مجھے

جمال یار نے مڑ کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

تمھارے عشق مین ماہی سے تا بہ فلک
دکھائی دیتے ہین دلہا سے داغدار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روز وصل پر موقوف
تو کرنا کیا تھا نظر سیدِ انتظار مجھے

عیان ہے آئینۂ رخ پہ جیسے خطِ غبار
وہ خط ہین لکھتے مگر در خطِ غبار مجھے

ہوا سے وادیِ وحشت مجھے موافق تھی
دکھا رہے ہین چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشمِ اشک بار اے ذوق
جلا چکی تھی مری آہِ شعلہ بار مجھے

مرض عشق جسے ہو اُسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سینکڑون خنجر پھیرین کیا یاد رہے
چیر دو سینہ مین دل کو کہ پتا یاد رہے

رات کا وعدہ ہے بندہ سے اگر بندہ نواز
بند مین دست کے گرہ تا کر دنا یاد رہے

قاصدِ عاشقِ سودا زدہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھ بھی لینا ہمین راہ مین اور کیون صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش سے کیا ہوش و خرد کی ہو امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیرو جب
کاش اُس وقت تمھین نام خدا یاد رہے

خاک برباد نہ کرنا مری اُس کوچہ مین
تجھ سے کہدیتا ہون یہ بادِ صبا یاد رہے

گور تک آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھ دو
کوئی بیدل ادھر آ مٹے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہو آسودہ بزیرِ طوبیٰ
خلد مین بھی ترے کوچہ کی ہوا یاد رہے

یاد آ جائین جفائین جو کبھی آپ تو پھر
یاد عاشق کو نہ کیجیے گا بھلا یاد رہے

داغِ دل پر مرے پھاہا نہین ہے انگارا
چارہ گر لیجیو نہ چٹکی سے اٹھا یاد رہے

زخمِ دل بولے ترے دل کے نمکخوار ہین ہم
تو بھلا کچھ تو محبت کا مزا یاد رہے

حضرتِ عشق کے مکتب مین ہے تعلیم کچھ اور
یان لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے

گر حقیقت مین ہو بینا تو نہ رکھ خود بینی
بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے

عالمِ حسن خدائی ہے بتون کی اے ذوق
چلکے بت خانہ مین بیٹھو کہ خدا یاد رہے

چشمِ قاتل ہمین کیونکر نہ بھلا یاد رہے
موت انسان کو لازم ہے سدا یاد رہے

میرا خون ہے ترے کوچے مین بہا یاد رہے
یہ بہا وہ نہین جسکا نہ بہا یاد رہے

کشتۂ زلف کی مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش
بید مجنون ہی لگانا کہ پتا یاد رہے

خاکساری ہے عجب وصف کہ جس مین ہوا
ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے

ہو یہ لبیکِ حرم یا یہ اذانِ مسجد
میکشو قلقلِ مینا کی صدا یاد رہے

یاد اُس وعدہ فراموش نے غیرون نے بدی
یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے

خط بھی لکھتے ہین تو لیتے ہین خطائی کاغذ
دیکھئے کب تک اُنھین میری خطا یاد رہے

وہ ورق ہین کفِ حسرت کے دو عالم کا ہے علم
سبقِ عشق اگر تجھکو دلا یاد رہے

قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے ایدل اُس نے
پر خدا ہے کہ اُسے نام مرا یاد رہے

طائرِ قبلہ نما ہین کے کہا دل نے سبھے
کہ تڑپ کر یونہی مر جائیگا جا یاد رہے

جب یہ دیندار ہین دنیا کی نماز ہین پڑھتے
کاش اُس وقت انھین نامِ خدا یاد رہے

ہم جو سودا پہ جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد
بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا یاد رہے

محو اتنے بھی نہو عشق بتان مین اے ذوق
چاہئے بندہ کو ہر وقت خدا یاد رہے

تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر مین کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے تری تقدیر مین کیا ہے

اے اہل نظر عالم تصویر کو دیکھو
تصویر کا کیا دیکھنا تصویر مین کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دل دیوانہ ہے الجھا
معلوم نہین زلف گرہگیر مین کیا ہے

پارہ کی جگہ کشتہ اگر ہو دل بیتاب
پھر آپ ہی اکسیر ہے اکسیر مین کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیون اتنی چھری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر مین کیا ہے

کچھ سلسلہ جنبان جنون ہے ترا مجنون
محل دیکھ بیابان خانۂ زنجیر مین کیا ہے

بیٹھا ہے در کعبہ پہ حیران ترا شیدا
لبیک مین کیا ہوتا ہے تکبیر مین کیا ہے

صیاد عبث گرد ہے تو اسکے شب و روز
تو دیکھ تو کچھ اس ترے نخچیر مین کیا ہے

ہے صید نگہ کہتا قضا سے یہ تڑپ کر
اس تیر مین کیا لطف ہے اس تیر مین کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے نہ کھلے گا
کیا جانئے دل عاشق دلگیر مین کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ مین اور ہم تہ خنجر
تاخیر ہو کیون فائدہ تاخیر مین کیا ہے

آترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانئے اُس آب دم شمشیر مین کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو نہ تم میرے دم ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر مین کیا ہے

ذوق اُس لب شیرین کا جو تو وصف ہے کہتا
کیا کہیئے حلاوت تری تقریر مین کیا ہے

پری رو کیا ستمگر پیشہ ایسے نہ ہوتے تھے
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے

وہ جب وان بے تکلف رات بھر لیتے تھے سوتے تھے
صبا کے جھونکے یہان تُرت بھر لیتے نہ ہوتے تھے

کسی کی فندقین پا جا لگی ہین بند مژگان کے
نمایان قطرۂ خون جگر ایسے نہ ہوتے تھے

جو دیتے ہین گالیان اُس پہ دعا انکو آج کیا ہے
کبھی نادم ہم اُسکو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے

خدنگِ عشق کھاکر زخم دل فرہاد کے باہم
لگے کہنے کہ شیرین نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے

سفر ہے اکی جان کا حضرت دل بیٹھے حیران ہین
پریشان ورنہ جون گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے

کتاب دل شرارِ عشق سے ہے جل اُٹھی شاید
کہ مضمون سوزِ دل کے پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے آبلون مین آب ہے یا آبداری ہے
کہ پہلے خارِ صحرا تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

ستم دنیا کے جو جو تھے ستمگر دل پہ تھے گذرے
مگر صدمے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے

زمانہ مین ہین سنتے شور مدت سے قیامت کا
پر اس قامت سے جو ہین شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے شعر سنکر ذوق جیسے بزم عالم مین
ہوے قائل ہین اب اہل نظر ایسے نہ ہوتے تھے

نہ کھینچو عاشق تشنہ جگر کے تیر پہلو سے
نکالے ہے مثل ماہی تصویر پہلو سے

نہ لے اے ناوک افگن دل کو میرے چیر پہلو سے
کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جون تیر پہلو سے

دلِ سیپارہ کو مٹے ٹانک تعویذ و نہین ہیکل کے
نہ سرکا یہ حمائل اے بتِ بے پیر پہلو سے

وہ ہون بے دست و پا بسمل رسائی جسکے تہ آئی
گیا نا پاسے قاتل اُٹھ نہ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے ہین دیکھ اے پاسبان شبکو
دبا کر بیٹھ اُنکے پانوُن کی زنجیر پہلو سے

مصور لیلی و مجنون کی ناکامی پہ حیران ہے
کبھی ملکر نہ بیٹھا پہلوے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنہ ... ہے رات بھر کرتا
صدائے العطش جون نالۂ شبگیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنون کہتا تھا ہم
چھٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

نہ گھستا استخوان انکو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دل دلگیر پہلو سے

خیال ابروے جانان نہ دل بھولتا اکدم
سپاہی سے جدا کرنا نہین شمشیر پہلو سے

تمام اہل سخن بزمِ سخن مین ذوق حیران ہین
ملا جو قافیہ تو نے کیا تحریر پہلو سے

برق میرا آشیان کب کا جلا کر لے گئی
کچھ جو خاکستر بچا آندھی اُڑا کر لے گئی

اسکے قدموں تک نہ مینا بھی بڑھا کر لیگئی
ہائے وہ پلٹے ہوئے اور کچھ بتا کر لیگئی

ناتوانی ہمکو ہاتھوں ہاتھ اُٹھا کر لیگئی
چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لیگئی

صبح محشر سے کون شام زلف مین جاتا تھا آہ
اے دل شامت زدہ شامت لگا کر لیگئی

خون سے فرہاد کے رنگین ہوا دامان کوہ
کیون نہ موج شیر یہ دھبا چھڑا کر لیگئی

تمنے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہان قافلہ
لیکن آواز جرس ہمکو جگا کر لیگئی

نوک مژگان جب ہوئی سینہ فگارون سے دوچار
پارہ پارے دل سے گلدستہ بنا کر لیگئی

دیکھی کچھ دل کی کشش لیلی کہ ناقہ کو ترے
سوئے مجنون آخرش رستہ بھلا کر لیگئی

وہ گئے گھر غیر کے اور یہان ہین دم بھر کے بعد
بدگمانی انکے گھر سو گھر پھرا کر لیگئی

واہ اے سوز درون کوچہ مین اسکے برق آہ
رات ہمکو ہر قدم مشعل دکھا کر لیگئی

جو شہید ناز کوچہ مین تمھارے تھا پڑا
کیا کہون تقدیر اُسے کیونکر اُٹھا کر لیگئی

دشت وحشت مین بگولا تھا کہ دیوانہ ترا
روح مجنون بہر استقبال آ کر لیگئی

آگ مین ہے کون گر پڑتا مگر پروانہ کو
آتش سوز محبت تھی جلا کر لیگئی

اے بھی پہلو سے میرے کیا کہون تیری نگاہ
دل اڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لیگئی

ذوق مرجانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا
کوچۂ جانان مین اجل ناحق لگا کر لیگئی

صد رقم ہے وصف جبین سے صنم پرے
برحق ہے شاخ سدرہ سے لوح و قلم پرے

رفتار وہ کہ فتنہ رہے سو قدم پرے
قامت سے کہے ہے شور قیامت کو تھم پرے

کہتا ہے کس کو ناز سے تو دمبدم پرے
تو دو قدم سکے ہین رہین تو سو قدم پرے

بسمل ترے تڑپ کے بھی پہونچے نہ پانو تک
یا دو قدم در سے رہے یا سو قدم پرے

کیون گرم اضطراب ہے اسدرجہ اے شرار
ہستی سے کتنی دور ہے ملک عدم پرے

باہر کہ اپنے کلبۂ دل مین غزال رم
سکتے ہین دیکھ رہیو غزال حرم پرے

قاتل جو تیرے ہاتھ میں پٹی ہو زہر کی
مرہم کو زخمِ دل سے اُٹھا رکھیں ہم پرے

ہے موجِ ریگِ بادیہ کیا ایک گام میں
ہو نکلے سوار کشتیِ نقشِ قدم پرے

یارب کدھر کو جائیے یہ جا بجا ز درد و غم
باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پرے

اتنا بھی دم نہیں ہے کہ تیرا مریضِ غم
سرکے نظر سے صورتِ نقشِ قدم پرے

ق

شب گھر پہ اُسکے غیر نے تو آ لیا تھا پر
دیوار بام پر سے چڑھے ہم کہ دھم پرے

کچھ اپنی شرحِ سوزِ دلِ بیقرار آج
آیا تھا جی میں بیٹھ کے لکھیے رقم پرے

اللہ رے اضطراب کہ جوں آتشیں قلم
ہاتھوں سے جا پڑا مرے چھٹکر قلم پرے

یہ کیا شبِ وصال کہ دونو ہم تو ہیں
پرے ہے وہ ہیں بیٹھے پرے اُلٹے ہم پرے

کعبہ نہیں یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست
رہنا ذرا یہاں سے طوافِ حرم پرے

تم آؤ گر تو آؤ نہیں مجھکو لو بلا
گھر سے تمھارے گھر ہے مرا اُسکے قدم پرے

برگشتہ بخت وہ ہوں کہ پھر جائے ناز سے
مژگان تک اُسکی آکے نگاہِ کرم پرے

میں نے کہا جو اُسنے نکلتا ہے میرا دم
بولے خدا کیواسطے رکھئے یہ دم پرے

دیکھو نہ جاؤ حضرتِ دل زلفِ یار میں
رستہ نہیں ہے آپکی سر کی قسم پرے

کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر ذوق
ہے ایتو یاں سے ملکِ عدم دو قدم پرے

ذکرِ مژگان تیرا جسکے روبرو نکلا کرے
اُسکے بدلے نشترِ رگِ جان سے لہو نکلا کرے

گر فغان اچھا نہیں تو چپ بھی رہنا ہے بُرا
کچھ تو سینہ کا بخارا سے دل کبھو نکلا کرے

لائے گر بادِ صبا اُس زلفِ مشکیں کی شمیم
شمع کے گل سے گلِ شبّو کی بو نکلا کرے

دیکھے پھرے آنسوؤں کی آبیاری کو اگر
آبِ دریا سے گہر بھا آبجو نکلا کرے

چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ نظر
تا قیامت پھر دلِ آہو سے ہو نکلا کرے

اے صنم پیدا کرے جو دلمیں تیری آرزو
پھر نہ اُسکے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

خطِ مشکین کا تمھارے وصف اگر کیجیے رقم
خطِ مشک افشان قلم سے مو بمو نکلا کرے

حضرت دل ہم تو جب جانین کرامات آپکی
کھا کے دھکے روز اس گھر سے عدو نکلا کرے

تیرے ترکِ چشم کو اگر شوقِ خونریزی نہو
باندھکر تلوار کیون اسے جنگجو نکلا کرے

خدمتِ پیرِ مغان سے لو وہ دارو ذوق
نشہ سے جس سے بیے جام و سبو نکلا کرے

خمِ ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے
کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے

جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے
سرد خورشید کا بازار نظر آتا ہے

گھر مین جو روزنِ دیوار نظر آتا ہے
چشمِ اعمی مجھے بے یار نظر آتا ہے

مستِ چشم اُسکا جو میخوار نظر آتا ہے
ہے تو دیوانہ پہ ہشیار نظر آتا ہے

کیا تمھین ہاے اُسے الابصار نظر آتا ہے
یہان تو اغیار مین بھی یار نظر آتا ہے

ضعف سے تارِ تنِ زار نظر آتا ہے
سر مرا تن پہ گرانبار نظر آتا ہے

سبزۂ خط گلِ رخسار پہ ایک عالم ہے
خطِ ریحان خطِ گلزار نظر آتا ہے

سعیٔ رنگ خموشی سے جو دل ہوا آگاہ
برگِ گل مین لبِ اظہار نظر آتا ہے

جتنا بیہوش ہوا اُتنا ہی سوا ہو آرام
مست ہاتھی ہو تو بے بار نظر آتا ہے

زلف کے دام مین ہے مرغِ دل آتا ہین باز
جب کوئی مرغ گرفتار نظر آتا ہے

خوابِ غم مین بھی ہے آرام اگر آجائے
سب وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے

آنکھ اُٹھا کر تو ذرا دیکھ کہ زیرِ افلاک
جو ہے سرکش وہ نگونسار نظر آتا ہے

ہے رونے پہ جو ہے دیدۂ سوزن رہتا
تار اک آنسو وہ ٹکا تار نظر آتا ہے

جسدِ بیکین پہ ترسے کون ہے کتا آنکھیں
ہے تو ہوتا یونہی مردار نظر آتا ہے

تیرے مجنون کو ہے سامانِ جنون آتش
داغِ سودا گلِ دستار نظر آتا ہے

سینۂ خستہ پہ سر مرے نے چکا یا تسلی کھنچ
آگ بستہ مین ہمیشہ انظر آتا ہے

بار احسان ہے صبا کا بھی سر نکہت گل — کون گلشن مین سبکبار نظر آتا ہے

خنجر موج تبسم سے ترے گلشن مین — دیکھا ہے گل کو دل افگار نظر آتا ہے

میری آنکھون مین نظر آتا ہے عالم ویران — دل کا ویرانہ جوسے یار نظر آتا ہے

ماتم دل مین کبھی آکے فلک کو دیکھو — کیا پس پردۂ زنگار نظر آتا ہے

ہائے اے دست جنون تار نفس چھوڑ دیا — تن پہ تو مجھ کو نہین تار نظر آتا ہے

بڑھ کے جو ہمکا زمانہ مین دکھائی دیا کم — روز کیا اختر ادبار نظر آتا ہے

جو جوا مرد علائق مین پھنسا ہے وہ مجھے — شیر پنجرے مین گرفتار نظر آتا ہے

دیکھکر اے بت مغرور یہ انداز ستم — شرم سے چرخ نگونسار نظر آتا ہے

کاٹنے دوڑتا ہے گھر جو نہین وہ گھر مین — حلقۂ در دہن مار نظر آتا ہے

دل پر وسوسہ کا عقدہ ہے قفل وسواس — اس کا کھلنا ہے مجھے دشوار نظر آتا ہے

مژدہ اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھون مین مری — دامن وادی کہسار نظر آتا ہے

کم نمائی سے ہوا ہے ماہ لقا عید کے چاند — کہ برس مین کبھی اکبار نظر آتا ہے

دل نے ہے دیکھ لیا دفتر تقدیر تمام — فلک اک نقطۂ بیکار نظر آتا ہے

چشم ساقی نے یہ میخانہ مین پھیلایا کفر — گردن شیشہ مین زنار نظر آتا ہے

صحبت اہل صفا دیتی ہے سرکش کو اُٹھ — نخل پانی مین نگونسار نظر آتا ہے

تنگ جو زیست سے ہین تختہ تابوت انہین — مر کے اک تخت ہوادار نظر آتا ہے

ذرۂ مضمون ہین ترے ذوق زبس بیش بہا
کم کوئی انکا اختر مدار نظر آتا ہے

دکھلا نہ خال ناف تو اے گلبدن مجھے — ہر لالہ یہان ہے نافۂ مشک ختن مجھے

ہمدم وبال دوش نہ کر پیرہن مجھے — کانٹا سا ہے کھٹکتا مرا تن بدن مجھے

پھرتا ہے چمن مین سے دیوانہ پن مجھے — زنجیر پا ہے موج نسیم چمن مجھے

تسبیح دو بہ بیم میں دیکھو اسام کو
بخشی ہے حق نے زیب برہمن مجھے

اے میرے یاسمن ترے دندانِ آبدار
گلشن میں ہیں رلاتے گلِ یاسمن مجھے

محرابِ کعبہ جب سے ہے تیرا خمِ کمان
صیدِ حرم سمجھتے ہیں ناوک فگن مجھے

ہے تن میں ریشہ ہائے نے خشک استخوان
یون کھینچتا ہے کانٹو نیستان سے [illegible] مجھے

اے لب مسی کو پھینک کر نیلم ہے کم بہا
یاقوت دے دیا کوئی لعلِ یمن مجھے

ہون شمع یا کہ شعلہ خبر کچھ نہیں مگر
فانوس ہو رہا ہے مرا پیرہن مجھے

اک سرزمین لالہ بہار و خزان مین ہون
یکسان ہے داغِ تازہ و داغِ کہن مجھے

خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹون نہ تیرا خون
شیرین نہ ہووے خوابِ سرِ کوہکن مجھے

زنجیر تھا یہ دام جو ڈالا ہے سبزہ نے
آتا نظر ہے دیدۂ خفتہ دمن مجھے

یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمین آسمانکو خاک
اک دم کو برق دے جو چھپا پیرہن مجھے

کوچہ مین تیرے کون چھپا لیتا بھلا نہ شب
شب چاندنی نے اُسکے چھپایا کفن مجھے

دکھلاتا آسمان سے ہے روئے زمین کی سیر
اے رشکِ ماہ تیری جبین کا شکن مجھے

رکھتا ہے چشمِ لطف پہ کس کس ادا کے ساتھ
دیتا ہے جام ساقی پیمان شکن مجھے

ہے جذبِ دل درست تو چاہِ فراق سے
کھینچے گی تیری زلف شکن در شکن مجھے

دکھلاتا اک ادا مین ہے سو سو طرح بناؤ
اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے

جیسے کوئین مین ہو کوئی تارا چمک رہا
دل سوجھتا ہے یون تہ چاہِ ذقن مجھے

آکر اسے بھی دو کبھی آنکھین ذرا دکھا
آنکھین دکھا رہا ہے غزالِ ختن مجھے

آئے مزے ہین کہ ہوا مین تری ہوا
صحرائے دل ہوا ہے چمن در چمن مجھے

یا رب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینہ نظر
دکھلا رہا ہے سیرِ وسفر در وطن مجھے

آیا ہون نو سیکھے مین بزمِ سخن مین ذوق
آنکھون پہ سب بٹھائین گے اہلِ سخن مجھے

مار کر تیر جو وہ دلبرِ جانی مانگے
کہدو ہم سے نہ کوئی دیکھے نشانی مانگے

اے صنم دیکھ کے ہر دم کی تری کم سخنی
موت گھبرا کے نہ کیوں یہ خفقانی مانگے

خاک سے تشنۂ دیدار کے سبزہ جو اٹھے
تو زباں اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے

مارِ پیچاں تو بلا ہیگا مگر تو اے زلف
ہے وہ کافر کہ کاٹا ترا پانی مانگے

دہنِ یار ہو اور مانگے کسی سے دلکو
وہ جو مانگے تو باندازہ نہانی مانگے

دل مرا بوسہ بہ پیغام نہیں ہے ہمدم
یار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے

جلوہ اُس عالمِ معنی کا جو دیکھے اے ذوق
لطفِ الفاظ نہ لے حسنِ معانی مانگے

نہیں گواہی جو داغِ کہن نہیں دیتے
دکھائی کیا مرے تن پر چمن نہیں دیتے

جفا میں بات وہ کیا حکمتہً نہیں دیتے
کہ دردِ جاں ہمیں اب زخمِ تن نہیں دیتے

جو بولوں کچھ تو مجالِ سخن نہیں دیتے
سیوں کبھی میں یہ وہ سینے دہن نہیں دیتے

سحر ہے روز دکھاتا نئی چمک خورشید
دکھا اُسے مرا داغِ کہن نہیں دیتے

ہیں منع کر رہے رونے کو یہ جو ناداں دوست
بجھانے کیوں مجھے دل کی جلن نہیں دیتے

یہ پڑ گئیں تنِ لاغر میں جھریاں ہیں مرے
کہ اتنی زلف میں بھی وہ شکن نہیں دیتے

شہیدِ ناز کے چہلم پہ ہے نظر شاید
کہ سُرمہ آنکھوں میں ہم جانِ من نہیں دیتے

اجل ہے پوچھتی پھرتی مرا پتا یارو
بتا اُسے مرا بیت الحزن نہیں دیتے

عدم کی راہ میں بھی کچھ تو ہے خطر کا گذر
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے

جو مانگا آبِ دمِ تیغ اُس سے بسمل نے
تو بولا زخمی کو اے خستہ تن نہیں دیتے

بیانِ شیخ جو ہے وصفِ حور و شعلۂ طور
ذرا دکھا اُسے اپنی پھبن نہیں دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے کہدے اے دل آہ
کہ بے نشانیِ ناوک فگن نہیں دیتے

ہوا اُنکی زلف سے کیا زخم دلکو چشم امید
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہیں دیتے

پڑے ہیں دامن کہسار و دامن صحرا
ترے شہید کو دو گز کفن نہیں دیتے

زبان حلاوت الفت کا لے مزہ کہ نہ لے
لب اپنے حد سے لذت سخن نہیں دیتے

پلا یا زہر دکھایا ہے مے کا پیمانہ
یہ دھوکے اے بت پیمان شکن نہیں دیتے

سنبھال ناخن وحشت کو اب تو دست جنون
کہ سینے یہ مرا چاک کفن نہیں دیتے

گلون سے بن چکے جب دونو ہاتھ گلدستہ
تو بولے **ذوق** جلا تن بدن نہیں دیتے

اے صنم ہجر میں ہم جیتے بھلا پتھر سے تھے
سینہ تھا ہاتھ تھا سر اپنا تھا یا پتھر سے تھے

وہ بھی دن یاد ہین جب کوے صنم مین اپنے
بستر خاک تھا اور تکیہ کی جا پتھر سے تھے

دل مجروح نے جو کھائے جنون مین پتھر
اسکو وہ سنگ جراحت سے سوا پتھر سے تھے

پوچھا اس بت نے تو نکلی نہ زبان سے اک بات
حضرت دل وہان کیا بار خدا پتھر سے تھے

جن دلون نے ہے کیا چور مرا شیشۂ دل
اے بتو دل تو نہ تھے وہ بخدا پتھر سے تھے

عمر بھر کھاتا رہا سرو قدو سنگ دشنام
اس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر سے تھے

کون ہمدم شب غربت مین تھا بیکس کا ترے
یا تو سناٹا تھا یا دیتے صدا پتھر سے تھے

تھے دل سنگ مین جبتک تو رہے قطرۂ خون
تاج شاہی مین لگے لعل تو کیا پتھر سے تھے

خاک اُس زیست پہ جب سنگ در اُسکے نہ ہوئے
مرکے ہم خاک مین جیتے تھے تو کیا پتھر سے تھے

میرے نالون سے تو پتھر سے بہائے چشمے
اے بتو تم ہی پسیجے نہ ذرا پتھر سے تھے

کعبۂ عشق کا اے **ذوق** کیا ہم نے طواف
آلمد خاک تھی اور سنگ صفا پتھر سے تھے

دل کے مفلس ہو تونگر تھے تو کیا پتھر تھے
اب تو کنکر ہین جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

مرکے گر خاک مین تو جا ہی پہ پتھر ہی دھرا
کھائے گلیون مین جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے

تاج شاہی مین جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا
اور دھرے گر تربت پہ وہ تھے تو کیا پتھر تھے

کہہ نہ بتخانہ مین اے شیخ بتون کو دل سنگ	دہان تیرے کعبہ کے اندر تھے تو کیا تھر تھے
کتنا رویا ہون ولیکن نہ پسیجے وہ سنگ	سنگدل گر نہ ستمگر تھے تو کیا پتھر تھے
سا قیا خاک ہے گر شیشۂ دل میرا تو کیا	اور بلورین ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگدل وہ رہے اے ذوق ملاحق مین مرے
غیر کے حق مین جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

بزم مین ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی	وہین معلوم کرون ہونٹ ہلائے تو سہی
سنگ پر سنگ ہر اک کوچہ مین کھائے تو سہی	پر بلا سے ترے دیوانے نے کھائے تو سہی
گر جنازہ پہ نہین قبر پہ آئے وہ مری	شکوہ کیا کیجیے غنیمت ہے کہ آئے تو سہی
کیونکہ دیوار پہ چڑھ جاؤن کوئی کہتا ہے	پاؤن کا لوٹ رنگا انگوٹھے کو بجائے تو سہی
پارۂ مصحف دل تھے ترے کوچہ مین پڑے	آتے پاؤن کے تلے شکر کہ پائے تو سہی
آکے عرفہ مین نہ بیٹھے تو نہ بیٹھے وہ شوخ	روزن در سے ذرا آنکھ لڑائے تو سہی
کہ گھٹاتا ہے کبھی مہ کو بڑھاتا ہے فلک	پر شب ہجر کو ہم دیکھین گھٹائے تو سہی
کرون اک نالہ سے مین حشر مین برپا سوشر	شور محشر مجھے سوتے سے جگائے تو سہی

تھے تم ہی نکلے جو اُس دام بلا سے اے ذوق
ورنہ تم بیچ مین اُس زلف کے آئے تو سہی

خیال دل مین پری نہ لاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہین نہ آؤ ہمارے دلمین تمھارا گھر ہے
یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت نہین ہے یان نام کو کدورت
کسی کو گھر مین بلا بٹھاؤ ہمارے دلمین تمھارا گھر ہے
محل بنائیے مکانکو بیچیے تو ہوگا نقصان مکین کو پہلے
مکان کو دل کے نہ تم گراؤ ہمارے دلمین تمھارا گھر ہے

غلط ہے تہمت ہے افترا ہے کہ ہم نے دل اور کو دیا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

گئی ہے رات اب بہت زیادہ کدھر کا کرتے ہو تم ارادہ
نہ گھر کے جانے کی اب سناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

تم اپنے رخ مین ہو گر رہے دن ہو زلف مین شب کے عقدے گن گن
ہزار دل سے ہمین بھلاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

مکان دیدہ پسند خاطر اگر نہین ہے کہ ہو سکے طاہر
تو خیر تشریف تم نہ لاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

تم اسکو دو داغ مثل لالہ دیا کرو بھیک کر اُجالا
بگاڑ دو تم اسکو یا بناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

یہی زبان سے ہے ذوق کہتا تمھارا ہے دھیان اسمین رہتا
جدا مکان اور کیون بناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

زبان پیدا کرون جون آسیا سینہ مین پیکان ہے
اُڑا اے خوب گلچھرے بشکل مجنون نے زندان ہے

فلک کیا فتنہ سازی مین تو ہمسر چشم فتان ہے
چمکتی ہے سر مجنون پہ بجلی سنگ باران ہے

یہان تک ناتوان ہین ہم گذر جائین گر ماں ہے
اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے

دہن کا ذکر کیا یہان سر ہی غائب ہے گریبان ہے
بدستے پھول ہین یار پر شرار سنگ طفلان ہے

گرا تھا یہ بھی اشک سرمہ آلود اسکی مژگان ہے
لگے گی ابر رحمت کی جھڑی اے چشم گریان ہے

اُٹھائے مور لاشہ کو ہمارے دست شوکان ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوران ہے

سب کو دنیا کی ہوس خوار لیے پھرتی ہے
پھرتا سرگشتہ زمانہ مین بھلا کیون خورشید

کون پھرتا ہے یہ مردار لیے پھرتی ہے
ہوس گرمی بازار لیے پھرتی ہے

وہ میرے اختر طالع کی ہے واژگون گردش
کہ فلک کو بھی نگونسار لئے پھرتی ہے
کر دیا کیا ترے ابرو نے اشارا قاتل
کہ قضا ہاتھ مین تلوار لئے پھرتی ہے
جاکے پھرتا نہ تھا اکبار جہان دان مجکو
بے قراری ہے کہ سو بار لئے پھرتی ہے

کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یہان تلک آتے ہوئے
آتش خورشید سے اٹھتا نہین دیکھا دھوان
آکھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے
وہ نہ جاگے رات اور یہان صدمے بخت خفتہ کی
بج گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے
چاک آتا ہے نظر پیراہن صبح بہار
کس شہید ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

ناقص کا صفا کیش سے مطلب بر آئے
جو کور ہو عینک سے اسے کیا نظر آئے
فردوس مین ذکر اس لب شیرین کا گر آئے
پانی دہن چشمۂ کوثر مین بھر آئے
بتخانہ مین گر آہ کرون عشق صنم سے
ناقوس کا دل آبلہ کیطرح بھر آئے
ممکن نہین کم ہو وے تپ سوز محبت
جون شمع مجھے لاکھ پسینہ اگر آئے

نعل جب بجلی سے نو ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہ روشن کو لگے
بوسے کے مانگتے ہی پھیرنے چتون کو لگے
ایسے کیا لعل لب غیرت گلشن کو لگے
آشیان ہو جیو مرغان ہوا کا برباد
بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے
بے درد اگر دل بخدا بھی ہے تو کیا ہے
آزاد محبت کا مزہ کیا کبھون جس کی
ہے درد دوا دیکھو دوا بھی ہے تو کیا ہے
سیراب ہو جیسے کوئی تشنہ مقصود
اے ذوق جو وہ آب بقا بھی ہے تو کیا ہے

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجئے
فرہاد ضرب تیشہ سے ہے سخت ضرب غم
ہم دو گھڑی کو آؤ تو ہیں لب پہ جان کو

ست وہ مثل کہ پھول نہیں پنکھڑی سہی
سچ پوچھئے تو پٹ ہیں نے کڑی سہی
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی ہیاں دو گھڑی سہی

کیا وہ دنیا جس میں کوشش ہو نہ دین کے واسطے
خون کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے
ذوق عاصی ہے برا اسکا خاتمہ کیجو بخیر

واسطے وان کے بھی کچھ باسب ہیں کیواسطے
اے سکندر کس لیے دو گز زمین کیواسطے
یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کیواسطے

سوز دل سے مرے نالے جو شرر بار ہوئے
ٹکڑے اڑ جائیں قفس کے تو اڑ نکلے کبھی
چمن دل سے ہوئے کم نہ گل لخت جگر

مدعی جل گئے اچھا ہوا فی النار ہوئے
ہم ہیں صیاد کی آفت سے گرفتار ہوئے
دو اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے

چھپا کے پھولوں میں منہ صبا سے جو مسکرانے کو کلی ہے
تبسم اس گل کا یاد کرکے عجب ہوائی دلکو بے کلی ہے
تپش دکھائی جو میں نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھا کر
دکھایا تم نے جو رو سے روشن تو شمع محفل میں کیا جلی ہے
بنا ؤ لینا چوب صندل سے میرا تابوت اے عزیزو
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ سفر رہ جائینگے
لیکے جب زیر زمین ہم وہ نہ تر جائینگے

آگے جائیں پیچھے جائیں جائینگے پر جائینگے
خشک ہیں جتنے کہ ہیں پانی سے سب بھر جائینگے

نالہ دل سے مرے تو بار شرر بار ہوئے + پر جو سرگرم شرارت تھے فی النار ہوئے

ابر رحمت ہے تجھے اسدم لگا دے تو جھڑی
کہتے ہیں جانے کو وہ دیکھیں تو کیونکر جائینگے

گر دور ہے کھونا دل مضطر سے کسی کے
پانی تو پلا دار کے سر پر سے کسی کے
دل بس میں پڑا اُسکے کہ جو بس میں نہ آیا
جادو سے نہ ٹوٹنے سے نہ منتر سے کسی کے
اللہ کرے یاں ہمیں پیوند زمین کا
جب وصل ہو بستر ترا بستر سے کسی کے

جو دل نہ کشمکش طرۂ دوتا میں پڑے
تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے
ہوا ہے سایۂ طوبے نہیں ہے مستو تمکو
رہیں گے تاک کے نیچے کہیں ہوا میں پڑے
بتوں کے دزد نظر سے ہے دل مرا نالان
یہ چور وہ ہیں کہ جو خانۂ خدا میں پڑے

متفرقات

ایک کلک آہ بس ہے شرحِ غم کے واسطے
کون تیرے واسطی ڈھونڈے قلم کے واسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغِ ستم کے واسطے
پر لگا رکھتے ہیں وہ جھوٹی قسم کے واسطے

تم بیٹھے بغل میں جو رقیبِ دغلی کی
کی گرم بغل ہم نے بھی گورِ بغلی کی
اے ذوق نکر نور میں آمیزشِ ظلمت
کیا کام تبرہ کو محبت میں علی کی

مقابل اُس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے
وہ دل میں پھنکتا ہوں میں آہِ آتشیں اے ذوق
کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے

اسیری پر تری مرتا ہوں اے قمری لڑکپن سے
جدا تن سے ہوئی گردن نہ اُترا طوق گردن سے

مجھے گہوارہ بھی تھا کشتیٔ طوفان زدہ آسا
رہا ہوں طفل اشک آفت رسیدہ میں تو بچپن سے

یاں لگ چکے سب ہیں دل و جاں ٹھکانے
کیا جانے خبر لایا ہے کیا واں سے کہ قاصد

اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے
آتے نہیں تیرے نظر اوسان ٹھکانے

مزے سے حسن عمل سے معصیت بھی مار کرتی ہے
اگر انسان قانع ہو تو ہے اکسیر سے بہتر

مری توبہ پہ توبہ توبہ استغفار کرتی ہے
ہوا اُدھر میں لیکن اُسکی ستی خوار کرتی ہے

ہم ہیں غلام اُنکے جو ہیں وفا کے بندے
مت بھول بندگی پر غرّہ ہیں آپ کے بندے

اسکو یقین کرنا گر ہو خدا کے بندے
زاہد سے تا بہ فاسق سب ہیں خدا کے بندے

ہم ہجو نکو اپنے جذب دل سے کھینچے جائینگے
دیکھیں تو کبتک نہیں کرتے ترے دل میں اثر

پر تیرے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچے جائینگے
ہم بھی نالے اپنے جذب دل سے کھینچے جائینگے

کام لیجے گا کہیں اور ہی دانائی سے
کیونکہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگاؤں اے یار

ناصحو جاؤ نہ لپٹو کسی سودائی سے
چار آنکھیں ہوئیں تجھ قوت بینائی سے

کوستے دن نگہ تیز نہ خونریز رہی
آتش عشق تو ہے گلشن جنت کی ہوا

مجھ پہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی
یاں مگر آتش دوزخ سے بھی کچھ تیز رہی

پہلو کیا یاں راہ پہ ہے کوئی یا گمراہ ہے
ایک ہی سب کا راہبر ہے اور سب کا [illegible] اللہ ہو

کیا بشر مانند یوسف کیا بشر ہاروت وار	عشق کے ہاتھوں سے ہوجاتا اسیر چاہ ہے
عزیزو ناقۂ لیلی کے دیکھو گے شتر غمزے کہاں ہم - اور کہاں غم سیکڑوں کو غم سے کیا نسبت	اگر مل جائیگی مجنون کو خدمت ساربانی کی مگر لے حضرت دل آپنے یہ مہربانی کی
رہے خاطر نہ بے شغل محبت کیونکہ بند اپنی زمین کیا ہے فلک پانو کے نیچے سے نکلتی ہے	کلید قفل دل فریاد ہے مثل سپند اپنی ہماری خاک پر دکھلا دو رفتار سمند اپنی
جو دل سے اپنے دم آتشین نکل جائے ستم نے سیم تنون کے کیا ہے ناک مین دم	فلک کے پانون تلے سے زمین نکل جائے الٰہی تن سے مرا دم کہین نکل جائے
اٹھانا عشق کی کیون ابدل ناداں جوکھون ہے	ابھی تو مال جوکھون ہے پیر آگے جان جوکھون ہے
پیش اکرام سے ساری کرامت ہے یہی	عادت بد ترک کر تو خرق عادت ہے یہی
پھرتے ہین لکھے پڑھے سو دیمین مال و جاہ کے	طفل مکتب بیٹھے ہین گنبد مین بسم اللہ کے
لحد کو جائیے یون پیر پشت خم دیکھے	سرا کو جیسے تھکا اونٹ دم بدم دیکھے
پلا سے آشکارا ہمکو کسکی ساقیا چوری	خدا کی جب نہین چوری تو پھر بندہ کی کیا چوری

رہی اسطرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسناکی
شرابی کرکے توبہ جسطرح ہو جاے تریاکی

باتون کو نہ ہو حق کر اے شیخ مناجاتی
سوتے ہوے چونکین گے رندان خراباتی

کیا ہم سخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے
غنچہ سے یہ کہدو کہ چٹک جائے چمن سے

قطرہ قطرہ آنسو جسکا طوفان طوفان شدت ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل جو پڑا ہے تودہ تودہ حسرت ہے

جسے ہم چاہتے ہین وہ بت گمراہ بھی چاہے
ہمارے دل نے تو چاہا مگر اللہ بھی چاہے

کل کے جو وصل کے عالم ہین نظر مین پھرتے
آج تنہا خفقانی سے ہین گھر مین پھرتے

ہم اور غیر یکجا دونون ہم نہ ہون گے
ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

جنون کے دست مبارک ہین پیرہن کو لگے
رہا بھی تار نہ باقی کہ جو کفن کو لگے

لاشے کو دفن کیجئے میرے کہ پھینک دیجئے
مردہ بدست زندہ جو چاہئے سو کیجئے

معلوم ہوا بینی و ابروے بتان سے
اک تیر ہے گویا کہ جڑا ہے دو کمان سے

دشمنا ہو کاسہ سر جسکو کا فر تو وہ فسون کے اثر سے کھیلے
دہان و گیسو کا تیرے مار منہ سے پہلے نہ سر سے کھیلے

بیقراری کا سبب ہر کام کی اُمید ہے
نا اُمیدی سے مگر آرام کی امید ہے

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے
لگایا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے

باقی ہے دل مین شیخ کے حسرت گناہ کی
کالا کریگا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی

عیان ہے اشک کی گرمی ہویدا سوزش دل ہے
کہ آتا اپنا اشک سوختہ مانندِ فلفل ہے

درد دل سے لوٹتا ہون پر اُسکو درد ہے
مین ہون نقطۂ درد جس پہلو سے دیکھو درد ہے

دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے
ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

جو کہو گے تم کہینگے ہم بھی ہان یونہی سہی
آپ کی یونہی خوشی ہے مہربان یونہی سہی

جس در پہ یہ غل تھے کہ آتی کان پڑی آواز نہ تھی
عقل سحر اُس در پہ تھی حیران کھڑی آواز نہ تھی

راز درون ہم سے کسے اس پردہ مین آگاہی ہے
یون تو ہر ایک زعم مین اپنے افلاطون الٰہی ہے

وہ لعل شیرین کسی کے دل کی الٰہی کیا ہوگیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد کل سے مرے کلیجہ مین ہو رہا ہے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

اب ہے جا زیر مغیلاں ترے دیوانوں کی
مدتوں چھان چکے خاک بیابانوں کی

الفت کا نشہ جب کوئی مرجائے تو جائے
یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

رات جوں شمع کٹی ہمکو جو روتے روتے
بہ گئے اشکوں میں ہم صبح کے ہوتے ہوتے

کوئی جو اُسکو پڑھکر عاشق کا خط سنائے
اک حرف مدعا پر سو سو غلط سنائے

لاشے کے ساتھ بھی نہ مری قبر تک چلے
ہوتے ہی اذن عام کے گھر کو کھسک چلے

نہیں ہچکی بھی ہچکی شام سے اکدم ٹھہرتی ہے
ترے بیمار غم کو موت شاید یاد کرتی ہے

ناخن سے منقار کی میرے داغ جنوں کو زاغ کھائے
عشق یہ تیری قدرت ہے تو سر سے بھیجا کھائے

چاہیئے زر ان بتان سیم تن کیواسطے
یاں قلندر میں نہیں کوڑی کفن کیواسطے

پھر بہار آئی کہ ہر شاخ پہ پیمانہ ہے
ہر روش پہ جلوۂ باد صبا مستانہ ہے

ہوتا نہ اگر وصل تو صحبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو یہ آفت بھی نہ ہوتی

مصروف چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے
مرچین سی لگ رہی ہین زخم جگر کو میرے

مٹی سے اپنی مٹی جو تربت مین مل گئی
جو کچھ کہ تھی مراد محبت مین مل گئی

ہم نہ بولے زیر گردون گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

لان کتاب اپنی اب بادۂ لالہ رنگ ہے
میکدہ اپنے واسطے مدرسۂ فرنگ ہے

کیا تاب دل جلون سے جو برق لاگ رکھے
دوزخ بھی ہو تو انکی جلیون پہ آگ رکھے

کرے کعبہ مین کیا جو سر بتخانہ سے آگہ ہے
یہان تو کوئی صورت بھی وہان اللہ ہی اللہ ہے

ہمیشہ کام مجنون کو رہا صحرا نوردی سے
بسایا خانۂ زنجیر ہمنے پائے مردی سے

جنون سے میرے مجنون بھاگتا جیسے بگولا ہے
کہ مین صورت ہون وحشت کی وہ دھونی کا بگولا ہے

نہ خاک اُڑاتا دشت مین جب پھرا سودائی پھرے
پھر بگولا تو ہے کیا آندھی بھی بولائی پھرے

جہان دنیا مین دکھا سچ کے اوپر جھوٹ فائق ہے
کہ پہلے صبح کاذب ہے تو پیچھے صبح صادق ہے

نہ کر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے
کر کے مین ضبط ہنسی کھولے ہین ناخن اپنے

بیمار غم جو اُس کا کہا کر زمین دیکھے
خوش خوش وہ مقبروں کی جا کر زمین دیکھے

کترے پر رکھنے میں صیاد دیا غاصن کہ ہائے
ملتی اس پر کف افسوس ہے مقراض کہ ہائے

وحشت اگر پتنگ کو ہووے گی داغ سے
زنجیر گریہ کے ڈالینگے وہ چراغ سے

تری عمر دو روزہ غافل ایک پتلی ہے دو کل کی
کہ ایک کل روز آخر کی ہے اک کل روز اوّل کی

دکھلانے کو نہیں ہم مضطرب حالت ہی ایسی ہے
مثل ہے دور سے ہو کیوں کہا صورت ہی ایسی ہے

پہلے بتوں کے عشق میں ایمان پر بنی
پھر ایسی آ بنی کہ مری جان پر بنی

جو تیرے ناخن پا تیرا مائل دھو کے پی جاوے
تو اُسکے دست و پا پھر ماہ کامل دھو کے پی جاوے

جس طرح ماہ سارے ستاروں میں ایک ہے
یوں میرا مہ جبین بھی ہزاروں میں ایک ہے

آپ آتا ہے عیادت کو تو آ فی سبب
تیری خاطر سے اجل تجھ سے فراموش ہوئے

حسرت پہ کر کے غصہ دیکھا اک نگہ کی تھی ادھر
سو بھی اگر آ سر مژگان حیا سے پھر گئی

کہتے ہیں آج ذوق جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اب حال یہ ہے عالم پیری مین اے ظفر
باقی نہین حواس بھی گفت و شنود کے

کیا کہون اُس ابروئے پیوستہ کے دل نشین ہے
ایک طعنہ مچھلیان دو کشمکش آپس مین ہے

آبلے دکھلائے جب اس دلِ رنجور نے
دانتون مین تنکا لیا خوشۂ انگور نے

اشک کے قطرے جو مژگان پر اکٹھے ہو گئے
خوشۂ انگور کے بھی دانت کھٹے ہو گئے

قطعہ

کہون کیا ذوق احوالِ شبِ ہجر
کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے

نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر
مرے بختِ سیہ کی تیرگی نے

تپِ غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم
اور آتے تھے پسینون پر پسینے

یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے
کہ او بے مہر بد اختر کمینے

کہان مین اور کہان یہ شب مگر تھے
مری جانب سے تیرے دل مین کینے

سو اس ظلمت کے پردہ مین کئے ظلم
ارے ظالم تری کینہ وری نے

عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج
پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے

حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے
قرینے سے ہوئے سب بے قرینے

مری سینہ زنی کا شور سُنکر
پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے

اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا
مجھے بیتابی و بے طاقتی نے

کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ
بہت الماس کے توڑے نگینے

نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ
بہت سی جان توڑی جان کنی نے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی / طلوع صبح سے منہ روشنی نے
کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات / یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے منہ میں آنسو / پڑھی یٰسین سرہانے بیکسی نے
مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی / نگار رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے / اذان مسجد میں دی آ کے کسی نے
بشارت مجکو صبح وصل کی دی / اذان کے ساتھ مین دوفرخی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر / کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے

موذن مرحبا بر وقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

کل ایک تارک دنیا سے مین نے پوچھا ذوق / کہ تو اُلجھ کے اُدھر سے ادھر ہوا پیوست
گذرتی ہوگی بآرام زندگی تیری / کہ تجھ کو اب نہ غم نیست ہے نہ شادی ہست
کہا یہ اُس نے کہ قید حیات مین انسان / کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو مست الست
اُٹھائے ہاتھ جہان سے ولیک کیا امکان / کہ با فراغ کرے کنج عافیت مین نشست
چھٹا جو کوئی گرفتاریون سے دنیا کی / تو سلسلہ مین فقیری کے وہ ہوا پابست
رہا وہ خدمت مرشد کی قید مین برسون / کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست
گر ایک عمر مین پہونچا مقام عالی پر / کہا یہ شوق نے ہو ہمت بلند نہ پست
جو دستگاہ تصرف مین بھی ہوئی اُس کو / تو یہ ارادہ ہوا اور بھی ہون بالادست
ہمیشہ جنگ رہی بعد صلح کل کے بھی / کہ نفس دشمن سرکش ہے اسکو دیجے شکست
جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند / پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتون مین گر ہے مست
نہین ہے دام علائق سے مطلق آزادی / مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کر کے جست
کہا ہے خوب کسی نے یہ شعر برجستہ / کیا دیان ہے نکل اُسکی جیسے تیر ز شست

کہ کرد قطع تعلق کدام شد آزاد
بریدہ زہمہ باخدا گرفتار است

دیکھتے ہین جلوۂ گلہاے رنگا رنگ ہم
مثل نرگس جب تلک ہے اس چمن مین چشم وا

آخرش ہوگا وہی اکدن خزان کے ہاتھ سے
جو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا

ہے غنیمت کوئی دم نقل رہ رنگ بہار
پھر کہان یہ گلشن اور گل اور سبزہ یہ ہوا

درعدم بودیم و دیگر درعدم خواہیم رفت
این تماشائے جہان را مفت مے بینیم ما

رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہین جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

اعلائے جو علیؑ کی ہے امامت کا مقام
رکھتے ہین خبر اُس سے یہان خاص و عام
جو لوگ صف اول میثاق مین تھے
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام

سبطین نبیؐ یعنی حسنؑ اور حسینؑ
زہراؑ اور علیؑ کے دونون ہین وہ نور العین
عینک ہے تماشائے دو عالم کے لیئے
اے ذوق لگا آنکھون سے اُنکی نعلین

دل کو سر بازارِ جہان کر نہ اُچاٹ
جسطرح بنے سود و زیان مین دن کاٹ
اے ذوق فلک کے جب ہین بارہ چھتے
سودا ہو نہ کیون زیرِ فلک بارہ باٹ

جب تک تھے گرہ مین احمقون کے پیسے
سب کہتے تھے اُن کو آپ ایسے ایسے

مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق
پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے ویسے

اے ذوق کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا
جب تک تھا جوانِ بد مست
ایک دم نہ ترا صرفِ مناجات ہوا
اب پیر ہوا اسیرِ خرابات ہوا

آنکھ اُسکی نشہ میں جب گلابی ہو جائے
دکھلائے جو وہ روئے کتابی اے ذوق
صوفی اُسے دیکھے تو شرابی ہو جائے
سب مدرسہ کا خرِ ستابی ہو جائے

جن دانتوں سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل
پیری میں کہاں اب وہ جوانی کے مزے
اب وہ روتے ہیں وہی ہلاتے ہل ہل
اے ذوق بڑھاپے سے ہے دانتا کل کل

اے ذوق فرشتے ہیں یہ کہکر روتے
غفلت میں یہ رہتا ہے یہاں تک ہشیار
اے کاش کہ انسان ہی ہم بھی ہوتے
شیطان کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے

ان آنکھوں نے روئے لالہ گوں بھی دیکھا
کیا کیا دیکھے نہ رنگ ہم نے اے ذوق
اور پھر اُن کو ہا اشکِ خوں بھی دیکھا
یوں بھی دیکھا جہاں میں ووں بھی دیکھا

دنیا کے الم ذوق اُٹھا جائینگے
جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے
ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائینگے
اب جائینگے اوروں کو رلا جائینگے

دل جن کا ہے آہن کی طرح سخت وسیاہ
وہ لطفِ سخن سے نہیں ہوتے آگاہ

بداصل کو کیا نام خدا کوئی بتائے	بندوق کا طوطہ نہ کہے حق اللہ
اس جہل کا ہے ذوق ٹھکانا کچھ بھی ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانینگے	دانش نے کیا دل کو نہ دانا کچھ بھی جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی
مشکل ہے بیان پائے خرد کا جمنا ہم پیروِ عشق و عشق اپنا ہادی	اس وحشی رم دیدہ کو کیسا تھمنا جو عشق کہے ذوق کہو سلّمنا
کھلتا نہیں اے ذوق یہ ہم پر مضمون کہیئے کسے حق پہ اور باطل پہ کسے	ہر شخص جو مذہب کا ہے اپنے مفتون کل حزب بما لدیہم فرحون
اے زاہد و تم سے کیا جھگڑ کر لوں مین میخوار و صنم پرست کہتے ہو مجھے	غصہ سے کرون کس لئے دلکو خون مین تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہون مین ہون مین
دنیا سے ذوق رشتۂ الفت کو توڑ دے پر ذوق تو نہ چھوڑے گا اس پیرہ زال کو	جس سر کا ہے یہ بال اُسی سر مین جوڑ دے یہ پیرہ زال گر تجھے چاہے تو چھوڑ دے
جنکو اسوقت مین اسلام کا دعوی ہے کمال بے جلیے محفل مین ہنسانے کو مسلمانون پر	غور سے دیکھا تو اے ذوق ہے اُنکا یہ حال نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال
تو بھلا ہے تو برا ہو نہین سکتا اے ذوق	ہے برا وہ ہی کہ جو تجکو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے	کیوں بُرا کہنے سے تو اُسکے بُرا مانتا ہے
قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق میں اے ذوق جو کوئی آبلہ پائے مور بھی ہے یہاں	گذرنا اس رہِ دشوار سے نہ آسان ہے ترے ڈبونے کو وہ بھی تنورِ طوفاں ہے
نذرِ دین بغض کس کو دنیا دار سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق	واہ کیا تیری کارسازی ہے مالِ موذی نصیبِ غازی ہے
اے ذوق کریگا کوئی دنیا کیا ترک کیا دخل کہ ہو ترک کسی سے دنیا	دنیا ہے بری بلا ارے کیا ترک جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک
دل سے میں اپنے رسولِ عربی کا ہوں غلام میں حضوری میں رہوں اُسکی نہ کس طرح مدام	دل کہو جان کہو جانیں ہیں اس بات کو سب ہے یہ مشہور مثل مالِ عرب پیشِ عرب
ناصحا مجھکو ملامت تو نہ کر بسکہ مجھ کو عشقبازی کا ہے ذوق	کس طرح میں عشق سے بیزار ہوں کیا کروں میں ذوق سے ناچار ہوں
اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا آج وہ دن ہے کہ لائے در انجم سے فلک تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید وہ کہے صلِّ علےٰ یہ کہے سبحان اللہ	آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا کشتی زر میں مہ نو کی لگا کر سہرا رخِ پر نور پہ ہے تیرے منور سہرا دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی مین رہے اخلاص بہم
گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق مین اس سہرے کی
گائین مرغانِ نوا سنج نہ کیونکر سہرا

روے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار
تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش
سر پہ دستار رہے دستار کے اوپر سہرا

ایک گہر بھی نہین صدکان گہر مین چھوٹا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سی ہے اترائی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولون کا معطر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدھی
کنگنا ہاتھ مین زیبا ہے تو سر پر سہرا

رونمائی مین تجھے دے مہ و خورشید فلک
کھولدے منھ کو جو تو منھ سے اٹھاکر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیون کے
دمِ نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا

دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا

جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دو انکو
دیکھو اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

مثنوی

چاہیئے نام اُسی کا اے خامہ
زینتِ نامہ زیبِ سر نامہ

ہے فلک اک نمونہ قدرت کا
یا قلمدان ہزار صنعت کا

رخِ قرطاس کو صفائی دی
اور سیاہی کو روشنائی دی

دیا قمری کو مصرعہ نالا
مصرعہ قدِ سرو پہ بالا

کی عطا تو خطون کو کلکِ ادا
کیا عاشق کو تختہ مشق جفا

نمک افشان ہے عشقِ شور انگیز
زخمِ دل کرتے ہین بریز بریز

عکس ہے سبزۂ لب جو کا
وسمہ قوسِ قزح کے ابرو کا

آئے گلشن مین فصلِ گل سو بار
بلبلین ہون ترانہ سنج ہزار

ساقیا جلد اُٹھ درنگ نہ کر — عرصۂ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر
طاق سے تو اُتار لے شیشہ — طاق پر رکھ کتاب اندیشہ
شیشۂ مے کی یہ دراز زبان — اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہان
مین ہون مانند ساغر لبریز — جان بلب جان بلب کو کیا ہے ہیر
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے — پانون توبہ کے لڑکھڑانے لگے
ق
کردے یا تنک مجھے نشہ مین چور — تاکہ مانندِ خوشۂ انگور
دل کے سارے پھپھولے پھوڑ نہین — نکتہ باقی نہ کوئی چھوڑ دون مین
شب ہجران بسر نہین ہوتی — نہین ہوتی سحر نہین ہوتی
بسترِ رنج و کنج تنہائی — رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہے یہ صبح تلک — نہین لگتی مری پلک سے پلک
کیون نہین بولتے سحر کے طیور — کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
گر لکھون خط مین بیقراری دل — نامہ بر ہو کبوتر بسمل
مضطرب اب جو ہو رہا دل ہے — دل ہے یا مرغ نیم بسمل ہے
دل کی واشد کی کیا کرون تدبیر — غنچۂ دل ہے غنچۂ تصویر
جانِ بیتاب جیسی ہے کل برق — وہ بھی گرم رہ فنا کا برق
نبضین چھوٹی ہوئین غشی طاری — ایک فرقت ہزار بیماری
دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی — بیقراری نے استقامت کی
ہوس سیرِ باغ ہے کس کو — دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر — سگ دیوانہ بن گیا ہے گھر
اب ہو یک لخت دل کو جو صد لخت — تن بتقدیر سنگ آمد و سخت
ہو چکی دل کی اپنے عشق مین خیر — رہین دریا مین اور مگر سے بیر

(۲) الف در اوصاف رخسار و زلف

ماہ بے مہر بلکہ شمس بعصر
برق کا وہ ذرا سپک جانا
فتنۂ اُستاد نرگس فتّان
رخ تعالے وزلف صلّ علٰے
زلف جنبان مین رخکی تیراقی
گویا تارنگبم نہ سفہ سے کہے
مچھلی بازو کی یاہے دوالفین
کمر وناف ازپے دل زار

ہر ستم مین ستم شریک سپہر
اور بغل مین ترا دبک جانا
گرد مژگان ہجوم شاگردان
عدد وہ سبحان ربی الاعلٰی
کرے مشائیون کواشراقی
لیک جاری زبان ہر موسے
غرقہ کش بحر حزن سے مردم عین
رشتۂ کار وعقدہ دشوار

رنگ پان لعل روح افزا پر
خون ثابت کرے مسیحا پر

قصیدہ نمبر ۱

سحر جو گھر مین بشکل آئینہ تھا مین بیٹھا نزار وحیران
تو اک پری چہرہ حور طلعت بشکل بلقیس وماہ کنعان
پری کی صورت چمن کی رنگت گر اسکا شیوہ تو اسکا جلوہ
زبان شیرین بیان رنگین کلام رندان خرام مستان
انیس خلوۃ جلیس جلوۃ حریف حکمت ظریف صحبت
بہ بزم یاران بدل بہاران باہل عزلت گلے بداما ن
حسین بشکل ومہ منور عرق کے قطرے ہین اس مین اختر
ہلال ابرو نگاہ جادو خدنگ مژگان وچشم فتان
بروے رنگین نگارستان شگوفہ خندان مگر نہ خندان
ہوئے پیچان سے عشق پیچان جو ہین پریشان تو دل پریشان

وہ گوش پر زیبِ کج کلاہی جو دیکھو بنی تو یا الٰہی
دہن میں غنچہ لبوں میں گلبرگ درودِ روشن میں مہر تابان

نگاہ ساغر کشِ تماشا بیاضِ گردن صراحی آسا
وہ گول بازو وہ گوری ساعد وہ پنجہ رنگین نگوں کی جان

کمر نزاکت سے لچکی جائے کہ ہے نزاکت کا بار اٹھائے
اور اُس پہ سو نور لہر کھائے پہ اُس پہ ہیں دو قمر فروزان

وہ ران روشن وہ ساق سیمیں وہ پائے نازک حنا میں رنگین
وہ قد قیامت وہ فتنہ قامت دلونپہ شامت جو جھومے جوان

جو نام پوچھا کہا خوشی ہوں جو وصف پوچھا تو دلبری ہوں
سبب جو پوچھا تو ہنس کے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے نادان

وہ شاہ جو ہے محمد اکبر جہان میں رشکِ جم و سکندر
جلوس جشن اُس کا ہے فلک پایہ کے پرتو میں شادمان

یہ سنتے ہی میں نے بالبداہت کہا وہ مطلع شفق شباہت
کہ جسکو اُس کے سخنور پڑھے پہ تحسین ہر اک سخندان

مطلع

شہنشہا تیرے سر پہ دوران کے جغہ بن کے ہوتا قران
کہ ہفت اختر بہ ہفت کشور میں آج یکسر مطیع فرمان

وہ ہے ترا اختر ہمایوں کہ جسکے روشن چراغ گردون
مدام کانپے ہے شعلہ آسا بزیر فانوس چرخ گردان

سحاب ہمت جو دُر فشانی کرے بہنگام حکمرانی
تو ہو سخاوت سے پانی پانی ہوا پہ یکدست ابر نیسان

تری عدالت میں ہے یہ قدغن کتان کو دیکھے نہ ماہ روشن
وگرنہ ہالہ ہو طوق گردن کہ تا ہو دل میں بہت پشیمان

جو تیغ بران کو اپنی شاہا کرے علم بہر زہیجا
تو زیر داماں ابر اپنا دکھائے جلوہ نہ برق رخشان

یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر کہ جس کے لگتے ہی دم میں اڑکر
قفس سے ہوتا ہے تن کے پران ترے مخالف کا طائر جان

ہے عید قربان میں تیری میمون رکھا بزرگوں نے شتر گردون
کہ کھائے گاو زمین نہ ہیبت کہیں بزیر زمین ہو لرزان

رہےگا فغفور چینی خانہ تو حکم دے آے شہ زمانہ
بنا صفاہان پہ آستانہ کہ بیٹھے دارا بجائے دربان

تری سخاوت کا سن کے عالم امنڈ پڑا ہے تمام عالم
عرب سے آیا ہے چل کے حاتم طلب سوال و بدست داماں

جو آئین جنبش میں لعل شیرین جیک ہو ائی کلام رنگین
تو حکم دیوے تو ہو وہیں آئین تو پھنکے بولے تو گل ہو خندان

جو ہو سوار سمند تازی کرے تو میدان میں اسپ تازی
تو سمجھے دور فلک کو بازی بپائے گوئے و بدست چوگان

وہ تیرا ہے فیل کوہ پیکر کہ جسے یہ کہتے ہیں سب نظر کر
فلک پہ دمدار ہیں دو اختر دیا تمایان ہیں اس کے دندان

ترا جو وصف خجستہ شاہا لکھے قلم کو کہاں ہے یارا
ثنا دعا پر ہے ختم کرتا جو ذوق تیرا ہے تہنیت خوان

کہ سوز تجکو خوشی ہو افزوں حسود ہوں سرنگوں مخزون | یہ جشن فرخ و ہمایوں سدا بصد فر و شوکت و شان

قصیدہ نمبر ۲

صبح سعادت نور ارادت تن بہ ریاضت دل بہ تمنا
جلوۂ قدرت سایۂ وحدت چشم بہ بیعت گوش بہ ایما

قصر رفیع و صحن وسیع طرز بدیع شکل مربع
باغ ارم یا روضۂ رضواں خلد بریں یا جنت ماویٰ

مرغ خوش الحان بر سر بستان بر گل ریحان زمزمہ [illegible]
جوش شقائق پا سرو و دیدۂ نرگس مست تماشا

لحن قماری نخل سنج صوت عنادل ورد بلبل
سرو بہ قامت نخل دعا و نکہت گل با دم بہ مسیحا

فصل ربیع و موسم اردی معتدل اک جا گرمی و سردی
سیل عناصر سوئے طبائع ربط قوی با عالم اشیا

چہرۂ گلشن آتش رخشاں سرخی گل میں لعل بدخشاں
سبزہ پہ شبنم رشک جواہر لالہ پہ ژالہ لولوئے لالا

قلب کو فرحت روح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت
جلوۂ ساقی نغمۂ مطرب نالۂ چنگ و نشۂ صہبا

خندۂ گل پر نثار دل پر سرو چمن پر لطف سخن پر
نغمۂ بلبل نالۂ صلصل قہقہۂ قلقل پر لب مینا

غلغلہ اندر محفل مستاں وجد میں خیل بادہ پرستاں
نغمہ طرازان باربد آسا چنگ نوازان سحر نگینا

جام بلوریں واسطے لعلیں صبح بہار و گلشن رنگیں
شیشۂ مینا بر سر مینا اختر صبح و گنبد خضرا

ساقی مہوش مست شبانہ مطرب دلکش صرف ترانہ

مژدہ عید اقبال مجسم وقت سعید انوار سراپا

ایک بت ترسا با دل سنگین لعبت کافر با ہمہ تمکین

صورت لات و شکل منات و رشک یعوق و غیرت عزیٰ

کان ملاحت بحر صباحت جوئے فصاحت گلشن راحت

شور مین لیلےٰ نور مین سلمیٰ لہجہ مین شیرین جلوہ مین عذرا

وہ لب میگون عارض گلگون وہ قد موزون چشم پر افسون

برگ گل تر لالۂ احمر سرو صنوبر نرگس شہلا

خال بلب ہے نقطۂ مشکین یا ہے ہلال و چشمۂ شیرین

مردم دیدہ محو بدیدہ لالہ بداغ و دل بہ سویدا

فوج نظارہ جون رم آہو آہوئے کعبہ نرگس جادو

چین بہ جبین محراب بکعبہ طاق دو ابرو مسجد اقصےٰ

چاہ زنخدان آب زلال اور اسپہ تکلم چشمۂ شیرین

ناصیہ روشن جون کف موسیٰ زلف شکن در خط چلیپا

پان کی سرخی لب سے گلو تک دست و گریبان قوس قزح سے

دام برائے گردن عنقا چشم و چراغ دیدۂ حورا

بیت زلالی لب بہ تکلم فرہ و خیالی رنگ تبسم

موئے میان جون معنیٰ نازک تنگ دہان سربستہ معما

عارض گلگون چشم پر افسون سبزہ ترسے طرز نظر سے

مایۂ ناز و غمزہ طراز و گلشن راز و راز بدلہا

فتنہ بلا بر پا قہر سراسر مست وفا مین چست جفا مین شرم سے ڈوبا بحر حیا مین ناصیہ رو بر عالم بالا

رمز سے ہو کر صرف تکلم ناز سے ہو کر لب پہ تبسم
مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا تو بھی تو بول اے بلبل شیدا

میں نے پڑھا ایک مطلع روشن مدح میں تیرے جس سے ہو گلشن
روح معطر اے شہ عالم عرش ہو جبریل اور شاد ہوا عیسیٰ

اے شہ عالم و رہبر عالم عالی اعلیٰ والی والا
لب پہ ستائش دل پہ ستائش جلوہ طراز عرش معلیٰ

نفس خلافت از رہ رتبت تخت خلافت عرش عظمت
تو ہے بہ جملہ وجہ جو صورت وہ ہے بعینہ تیرہ ہیولیٰ

روح مجسم عقل مکرم نفس مقدس جسم مطہر
باطن صافی جان مصفیٰ پردہ بہ دنیا جلوہ بہ عقبیٰ

علم حقیقی علم مجازی تیرے حلول ساری و طاری
اصل مبانی نقل معانی عقل کو تیرے عیش مہیا

سارے پڑھے اسمائے الٰہی سب ہیں موثر اے شہ اکبر
اسم جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمیٰ

قوم میں لے کر صافی طینت رکھ کے نظر میں اوج فریت
عرق حیا ہیں زمزم و کوثر سر بہ زمیں ہیں سدرہ و طوبیٰ

خلق کریم و نفس نفیس و ابر مفیض و فائز رحمت
آب بقا و خاک شفا و نار خلیل و باد مسیحا

تو ہے دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
حکمت ترا ہے تا بہ ثریٰ اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا

حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر فتح سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسریٰ

تجھ سے ہی قائم شام و سحر ہے تجھ ہی سے دائم تازہ و تر ہے

بارِ مراد و برگِ نشاط و شاخِ امید و نخلِ تمنا

تو بہ ریاست تو بہ فراست تو بہ مقالت تو بہ سیاست

فطرت لحیان فکر جماعت حسن بیاض و غصہ حمرا

رو بہ رضا و لب بہ دعا و دست بہ ہمت پا بہ اقامت

لب بہ ہدایت دل بہ درایت صرف بزہد و محو بہ تقویٰ

تو بہ حقیقت تو بہ طریقت تو بہ شریعت تو بہ ودیعت

پاک سرشت و نیک نوشت و جسم مطہر قلب مصفّیٰ

رو بہ تحمل خو بہ تحمل کف بہ تکلف لب بہ تکلّم

رو کش یوسف ہمسر صالح ہمرہ موسیٰ ہمدم عیسیٰ

تیری محافظ آیۂ کرسی تیری معاون آیتِ قدسی

زیب نمایم سورۂ یاسین حسن حزائم سورۂ طٰہٰ

جانبِ اعدا تو سر میدان کھینچ لے جب دم صارم بران

نعرہ ہو اس کا اُقتل اُقتل ندیہ ہو اس کا نحن قتلنا

جلوہ سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر

مہر ہو دوائے دیدہ شپر مہر ضیائے حیرت حربا

تو دم فرحت تو دم عشرت تو دم صولت بر سر دولت

ماہ بسرطان زہرہ بمیزان تیر بہ قوس و شمس بہ جوزا

فہم ترا وہ عقل ارسطو بالغہ جس سے جوہر ثانی

عقل ترا وہ درس فلاطون فلسفہ جس کی ابجد اولےٰ

حال و عالم تجھ میں ہے پیدا اور ہے یہ نور کشف ہویدا | غیر قیافہ غیر سر وہ غیر تفاؤل غیر بہ رویا

تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری
باد بہار کی مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

فکر فرنگ و دانش یونان آگے ترے ہے طفل دبستان
تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ بینا تو ہے وہ دانا

تیغ سے تیری پیکر دشمن حلقہ بہ حلقہ جب ہو یہ جوشن
پیش حکیمان کب رہے ثابت عقل سے تیرے لا تتجزی

زینت لوح شوکت و شان تو زیب سریر تو تیغ جہان تو
اسپ مزین جون گل طغرا ہے مسجل جو بنا امضا

حاتم دوران مسند نعمان رستم دستان شیر نیستان
تو یہ سخاوت تو یہ عنایت تو دم جرات تو سر ہیجا

حسن ادا مین نکتہ سوز دن طرز بیان مین گوہر مکنون
شغل و عمل مین نظم مسجع حرف سخن مین نشۂ صہبا

تیرا ہے توسن سایہ ذوالمن بر سر جستن وقت دم تیز
برق جہان و آب روان و شعلۂ آتش موجۂ دریا

باد بوقت تیز روانی ابر بوقت قطرہ فشانی
جب تو اڑا دے کوہ و جبل پر جب تو روان ہو جانب صحرا

یہان سے دو شعر رہ گئے

فیل ہے تیرا ابر بہاران پر بخیال بادہ گساران
ہووے درخشان برق بہ باران وے جو بلا زنجیر مطلا

بحر بوسعت کوہ برفعت پردۂ کوہ نور بہ ظلمت
اس پہ طلوع جلوۂ طلعت طور پہ گویا نور تجلی

پشت پہ اُسکی ہو درج زرّین قوس قزح سے مستک رنگین

تیرا طلوع اے خسرو دنیا صبح شفق کر دے ہویدا

تھا جو سخن آغاز ثنا سے ختم سخن ہو حسن ادا سے

ذوقِ سخندان تیری دعا سے طرز سخن موزون ہو سراپا

دل ہے ترا یا نور کا عالم بلکہ فروغ طور کا عالم

پیش نظر ہے دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا

ورد ملائک نام خدا ہے دیکھ زبان پر کس کی ثنا ہے

دل کہ سراپا دست دعا ہے وست دعاؤ دامن شبھا

تاکہ زمان منضم بہ زمین ہو دور مین چترِ چرخِ برین ہو
شاہ کا عالم زیرِ نگین ہو سطحِ زمین ہو عالمِ بالا

قصیدہ نمبر ۳

خضرِ نصیب کی گر دنیا مین رہبری ہو
اور شاہ راہِ دل پر چشمِ ہنر وری ہو

منظور ہر نظر مین تب شکل آئینہ ہون
روشن قلم سے میرے تاجِ سکندری ہو

تارہ کی طرح چمکے ذرہ مرے سخن کا
اور نام میرا روشن جون مہر و مشتری ہو

مین رستمِ معانی اور سیستان سخن ہے
دیتا جو زور قسمت دل کو تنا وری ہو

برگشتہ بخت اپنا گر آئے راستی پر
گردون بھی سرنگون چتر پہ دیکھ سروری ہو

یہ کہہ رہا تھا مین جو یکبار عقل بولی
وہ بات کہہ کہ جسمین تیری بھی دلبری ہو

تجھکو خبر نہین کیا ہے دورِ شاہِ اکبر
رفعت سے پست جسکی شانِ سکندری ہو

ہے فکر کیا جب ایسا فیاض ہو جہان مین
اور دل کا اُسکے مقصد خود بندہ پروری ہو

مثل سحاب جا کر با مدعے ہوا فلک پہ
جس پر کہ اُس کی چشم الطاف سرسری ہو

دربار مین تو اُسکے ہو بہرہ یاب جا کر
بہروزی ہووے تیری اور تیری بہتری ہو

لیکن رہِ رسائی اُس وقت ہو گی روشن
جب خضرِ راہ تیری طبعِ سخنوری ہو

تو بھی تو سوچ دل مین تیرے دُرِ سخن کا
اُسکے سوا جہان مین کون آج جوہری ہو

اُسکی نظر چڑھین گر یہ تابدار گوہر
پھر نام تیرا روشن مانندِ انوری ہو

تب بحرِ فکر مین دل غواص ہو کے اُترا
سعدم تا کہ سب کو زورِ شناوری ہو

مطلع یہ ہاتھ آیا شہوارین کے موتی
شرمندہ جسکے آگے ہر دکانِ جوہری ہو

شاہا نظر کرم کی جس ذرہ پر تری ہو
وہ آسمان پہ جا کر خورشید خاوری ہو

دیکھی ہے چین ابروآئینہ جبین مین
کیونکر نہ تن مین اُسکے ہیبت سے تھرتھری ہو

کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے
گر بہرِ پاے بندی ایمائے سرسری ہو

یہ آستانِ دولت ہے سجدہ گاہِ عالم
دل کو تری عقیدت اور تابِ سروری ہو

دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی
دربان جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو

سورج مکھی کا تیرے اک پھول ہمرا اُوپر
قربان چترِ دولت نہ چترِ سنجری ہو

باغِ جہان مین نرگس لے کیون نہ جامِ زرین
جب ہر گدا کو دیتا اک ساغرِ زری ہو

دکھلا کے آبداری جب تیغِ شعلہ دم کی
شیرون کے دلمین ٹھنڈا خون دلاوری کا

کشتِ امل کو سرسبز آبِ گہر سے کر دے
ابرِ کرم کی تیرے جب فیض گستری ہو

بیشہ مین معدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا
نوشیروان کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو

شیوہ ہو سون کا مہر کرم مین تیرے
تیری گداگری ہو کیون کیمیا گری ہو

گر آفتاب تیرا ڈالے کرن کو اپنی
تاجِ گدا کا جلوہ جون تاجِ قیصری ہو

تیری ثنا مین شاہا لکھتا ہون اب یہ مطلع
جس کی چمک سے کاغذ جون غنچۂ زری ہو

یون نقش پاے تیرے جو کنگری ہو
جا کر فلک پر اُسکو تارون سے برتری ہو

ابر کرم سے تیرے کیا دور ہے کہ شاہا | کشت فلک مین پیدا سر سبزی و تری ہو
سورج کی جو کرن ہے گردون سے زمین تک | مانند عشق پیچان پھر سر بسر ہری ہو
ترنج کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت | دشمن کو بھاگ کر پھر کیا اُس سے جانبری ہو
نعرہ سے تیرے ہووے ہیبت کا چاک سینہ | دل پر دلاوری کے وہ تیغ حیدری ہو
تیرے سوا جہان مین کون آج ہے توانا | جو دل کے ناتوان کو دیتا توانگری ہو
جاروب کش ہے تیرے مشکوے خسروی کا | زیبا ہے ماہ کو گر فرمان مہتری ہو
خورشید نذر لائے جب افسر شعاع سے | منشور افسری پر توقیع خاوری ہو
ابروے تاج بخشی جس دم کرے اشارت | کشتی مین لے کے حاضر وہ افسر زری ہو
لائین پئے سواری توسن کو جب سجا کر | صورت مین ہووے پتلی پرواز مین پری ہو
چلتا ہوا ہے افسون اُڑتا ہوا چھلاوہ | پھر اس سے آگے بڑھکر کیا سحر سامری ہو
کیا برش قلم وان دکھلائے شہسواری | جب توسن تصور کھاتا سکندری ہو
خاک قدم ہو اُس کی اہل نظر کو سونا | جو نقش سم ہے اُس کا وہ مہر اکبری ہو
تو اُس پہ ہو سر زین جون رحل پر ادب سے | اُمّ الکتاب لیکر جبرئیل نے دھری ہو
کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے ہودن | کرتا نہ فیل گردون جس کی برابری ہو
اس طرح جلوہ گر ہے تو بر سر عماری | برج حمل مین جیسے خورشید خاوری ہو
چار آئنہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو | اور سر پر اُسکے ٹوپی فولاد کی دھری ہو
پر جیسے آئنہ سے تیر نگاہ گذرے | یون غرق اُس مین تیرے ہر تیر کی سری ہو
کیا سعد نحس کا یان رہوے حساب باقی | جب چھائی آسمان پر فرخندہ اختری ہو
ختم ثنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر | تو مدعا پہ اس کے گر ملتفت ذری ہو
جو ہو ترا دعا گو گلرنگ ہو وہ کھِل کر | بدخواہ اگر ہو خندان صد برگ جعفری ہو

ہو سیر بخت تیری گر اوج ہیمنت پر | رفتار بخت اعدا بر برج عقربی ہو

قصیدہ نمبر ۴

تا زبان زد دہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام
ست سپہر افلاک لازم یعنی شرق و لقیام

تا خطِ محور پہ ہووے گرم گردش آفتاب
تا نہ قطبین فلک تک پہنچے دور صبح و شام

سبعہ سیارہ ہوں سائر تا سرِ سقفِ آسمان
ہو ثوابت کا سپہرِ ہشتمیں پر ازدحام

منجمد ہو کر سیاں طبقہ ہائے زمہریر
قطرہ افشاں تا بخار ابر ہوں بن کر غمام

آب باراں سے گذر کر تا منعکس ہو شعاع
انعکاسِ رنگ سے قوسِ قزح پائے نظام

تا حقیقت کے لئے لطفِ سخن ہووے مجاز
صنعتیں پیدا ہوں اُس سے باِمرام و بے مرام

تا کریں روشن معانی و بیان سحر بدیع
جن سے ایراد معانی ہو بہ تحسین الکلام

تا اَنْ و لَنْ کے اِذَنْ و کَیْ فعلِ مستقبل کو نصب
جازم فعل مضارع اِنْ و لَمْ لمّا و لا م

تا کہ علم شعر ہو داخل یہ اوزان بحور
تا افاعیل و تفاعیل اس سے پائیں انقسام

اور تفاعیلن کا عمل لیکر ردیف و قافیہ
گو عرب کا ہے عجم میں انکو دے موزوں مقام

تا اطباء زمان کو ہووے علم طب کے ساتھ
غور نبض و فکر بحران فکر الوان قوام

تا حس و حکاک لاذع رخوہ و ثاقب ثقیل
جب تلک امراضِ مہلک کا اطبا میں نام

کلیات خمسہ ہوں منطق میں ایسا غوجیا
یعنی جنس و فصل نوع و خاصہ و عرض عام

تا ذی و فاعل علت کو تا صورت کے ساتھ
علت غائی ہو دیویں اہل دانش انضمام

تا ریاضی و طبیعی سے ہو در فلسفہ
فیلسوفان جہاں علم و عمل میں لیویں کام

تا کہ بیت سعد اکبر ہوں فلک پر قوس و حوت
تا کہ جوزا اور حمل میں شمس کو ہو احتشام

سنبلہ کو تا منجم کہوے ہے شاید عقیم
تا کہ ہو دست و بغل جوزا فلک پہ شاد کام

منجم ہو بجا بیس کیوان کا سدا ان مجرمین ہو حجر
تا کہ تیرہ ماہ روم و بلخ پہ رکھیں مقام

تا خراسان مہر کو بہرام کو ہو ملک عرب
ماورا النہر ہو ناہید کو تا ہو قیام

تا کرے معلوم اصطرلاب سے اختر شناس
ارتفاع ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام

تا زحل کے ساتھ شکلِ عقلہ و انکیس کو
زائچہ میں دیتے ہوں صاحب عمل نسبت ادام

ہو وے دائر عرصۂ برزخ میں تا بحثِ حکیم
ہوں مذہب جبر اور تفویض میں اہلِ کلام

رد کریں تا دعوے رویت کو اہلِ اعتزال
اور ملاحدہ وسوسوں سے دینِ حق کو اتہام

محو ہے جب تک کہ جوگی شغلِ استدراج میں
سینہ و سر میں رکھے مرغِ نفس کو اپنے تھام

تا کہ سالک مسلکِ تقویٰ میں کرتا ہو سلوک
تا رہے مجذوب مستِ بادۂ غفلت مدام

تا وجودِ پاک سے ابدال اور اوتاد کے
انتظامِ اہلِ عالم ہو وے عالم میں تمام

تا خراسان و عراق و زابل و نیمروز سے
نغمہ ریز فارس آباد ان کرے اپنے مقام

مدھم و پنچم کھرج گندھار و دھیوت اور نکھاد
نغمۂ ہندی کا ہووے سات سُر سے انتظام

تا کہ فروردی اماد و آب ایلول و اذیل
ماہِ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام

یا رب اس کا رتبۂ عالی ہمیشہ ہو فزون
دولت اس کی ہو کنیز اقبال ہووے اُس کا غلام

کون وہ یعنی محمد شاہ اکبر دین پناہ
نیک صورت نیک سیرت نیک طالع نیکنام

زورِ دینداری سے جس کی ہے دکھاتی خود بخود
بیخ و بنیانِ ضلال و کفر شکلِ انہدام

کیا تعجب ہے اگر اُس کے بہارِ فیض سے
گلشنِ گیتی ہو رشکِ روضۂ دارالسلام

مرغزارِ عالم اُس کے فیض سے ہے بسکہ سبز
پائے ہے رنگِ زمرد پارۂ سنگِ رخام

کہکشاں سے لے عصائے نقرئی پیرِ فلک
کرتا ہے وقتِ سواری شکلِ چاؤش اہتمام

لے شمیمِ خُلق اُس سے گر تو ہو جائے ابھی
طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام

گلشنِ مدح و ثنا سے اس کی اے گلچینِ فکر
لا گلِ مضمونِ تازہ جلد بہرِ استشمام

محترم یوں ذاتِ عالی ہے بہ جمہورِ انام
حلقۂ تسبیح میں جوں ہے سرِ برآوردہ امام

مائدہ اور من و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج
سطحِ عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طعام

بہرہ ور خورشید سے کوہ بدخشاں ہے فقط | تیرے اجلال کی تیرے نظر عالم پہ عام

غنچۂ تصویر کو بھی مثل گلہائے چمن | ہے نسیم لطف سے تیرے ہوائے ابتسام

ق

ہے ملا دستِ سخا کے ساتھ تجھکو زورِ حکم | دستِ قسّام ازل سے بسکہ وقتِ انقسام

فیض تیرا ہے کہ پائے خرقۂ ماہی درم | حکم تو دیوے تو رہوے زیر دریا تشنہ کام

دشمنِ بد بین کو آبِ خضر بھی زہر آب ہے | اور دمِ عیسیٰ گلے میں ترّشِ آبِ حسام

پر ہوا ہوا ہوں کو تیری مرحمت سے حسن وا | فیضِ انفاسِ الٰہی میں نفوسِ انتظام

دستِ صحت سے رگِ ہر سنگ کو وہ دشت میں | نبضِ سالم کی طرح جنبش دکھائیگی دوام

دیں مریضوں کو دمِ عیسیٰ تو یوں نکلیں وہاں | قطرہ ریزش کریں جیسے عطر سے وقتِ زکام

مستفید نور کب ہے شمس سے جرمِ قمر | تیرے اجلال سے تیرے جلا لیتا ہے دام

روبرو دستِ کرم کے ہوتی گرد و باد سے | آبرو دے ابرِ گوہر بار اے ذو الاحترام

تو مجرد کوں میں جو بیٹھے آکے بہرِ عدل و داد | شیر و آہو گھاٹ پر جمنا کے ہوں آپسمیں بکام

تا نہ آئے زخم عاشق کے دلِ ناکام پر | تیغِ ابرو پہ بتاں رکھتے ہیں بہہ سے نیام

ق

اے فریدوں تو جو کر دے راہِ خونریزی کو بند | اور لبوں سے جام کے چھلکے رحیقِ لالہ فام

شانۂ ضحاک کے مانند ایک ایک اسکی موج | مار پیچاں بن کے ہو وے متحد با خطِ جام

معجزِ انصاف سے تیرے سرشتِ وجبل | ہر غزالہ ناقۂ صالح ہے گو بلیے زمام

قصدِ صید اسکا کرے کوئی معاذ اللہ اگر | ہو خدا کا قہر نازل اسپہ بہرِ انتقام

آیا جب تیرے مقابل اسے ہنگ بہرِ رزم | شکلِ خرچنگ آگئے پاؤں ہٹ گیا دشمنان لیام

گنجِ استقلال پہ ہے قفل اگر تیری سپر | وقت پر شمشیر ہے مفتاحِ الابابِ مدام

جوں عصا حضرت موسیٰ سرِ دریا سے نہیں | نیزہ تیرا لشکرِ اعدا میں کر جاتا ہے کام

ہے خدنگِ تیر تیرا یا ہوا ہو ہے عقاب | دمبدم دے ہے جو قضا کا انکے اعدا کو پیام

گر صد بستہ سکندر کو کہے جائے آئینہ | آسکے تیری تیغ کے قابل یہ ہے کافی تمام

تیرے وصف ناوک اندازی پہ تیر اندازِ فکر
مطلعِ برجستہ کو ہے لکھکے دیتا انتظام

برسرِ پرواز ہوں جب میرے شہبازِ سہام
جوشنِ جسمِ عدو میں ہووے دم محبوسِ دام

دستِ دہقاں میں فلاخن شعلۂ جوّالہ ہو
لیں ترے برقِ غضب کا کشتِ اعدا پر جو نام

گر سحابِ قہر تیرا ہو تگرگ افشاں تو ہو
حالِ اہلِ قاف وہ اے خسروِ عالی مقام

وادیٔ بطحا میں جیسے برسرِ اصحابِ فیل
سجز طیراً ابابیل آیا وقتِ انہزام

جنبشِ خامہ سے میرے سرد ہو برقِ جہاں
گر کروں شاہا رقم وصفِ سمندِ تیز گام

ترکتازی میں پڑی تھی اسکی شوخی پر نظر
ابلقِ چشمِ بتاں کی ہو گئی ترکی تمام

صفحۂ غبرا پہ کھائے نقطۂ رمال رشک
دیکھے نقشِ سُمِ جو اُس کا جلوہ گر وقتِ خرام

سرعتِ طی منازل کا لکھوں گر اُسکے وصف
حال مستقبل کا داخل فعلِ ماضی میں ہو نام

عرصۂ چوگان میں جب اسکو بوقتِ معرکہ
لائے جولانی میں دیکر جنبشِ دستِ لگام

گاہ سرپٹ گہ اُڑان اور گاہ بیٹھا پوئیہ
گاہ دلکی ایبیہ اور گاہ جائے شاہ گام

اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اُس قاف پر
اس طرح اڑ جائے جوں مرغِ نظر بالائے بام

فیل کو تیرے شبِ یلدا تو کہتا ہے جہاں
پیر جو ہے نقشِ قدم اسکا وہی ماہِ تمام

یا سیہ خیمہ ہے لیلیٰ کا دیا ہے خم کئے
جانِ قیسِ تفتہ دل بنکر دھواں شکلِ غمام

حلقۂ زلفِ بتاں کب کھاتے ہے یوں پیچ و تاب
جب اُٹھا خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ سلام

منزلِ توصیف کو کیونکر تری طے کر سکے
دم کہاں پیکِ خرد میں یہ خیال اسکا ہے خام

تہنیت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر
ہو مبارک تجکو باعیش و طربِ عیدِ صیام

جبکہ یوں بدخواہ ہوں ناشاد اور غمگیں رہیں
اور ہوا خواہوں کے دل ہو ویں ہمیشہ شاد کام

قصیدہ نمبر ۵

صبحدم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
عرش پر اُڑ گیا اک آن میں مانندِ براق

چمک اس برق جہان کی ہو بیان کیا کہ اگر — افق طبع پہ دکھلائے فروغ اشراق

شعلۂ رنگ حنا کرکے اُڑا دیوے ابھی — قفس دل مین جو ہین بند طیور اشواق

رات مجھکو یہ فلک گردونان سے لیکے گیا — کہ عقول عقلا کی بھی جہان طاقت طاق

فلسفی دہر کے جو جو تھے ہوے مشائین — نور اشراق سے تھے ہو گئے سب اہل رواق

تھے سعادت سے جو سب برج فلک مالامال — بخت و دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر وثاق

تھی تعجب کی نہ جا بار جلالت سے ہو گر — حرکت چرخ گرانبار کی قطبین پہ شاق

انجم ثابت و سیار سعادت سے بہم — یون نظر آئے کہ جون دست و بغل اہل وفاق

نجم ناہید لقب جس کا ہے رقاص فلک — تھا چپ و راست بآہنگ رہاب و عشاق

بدر تھا پل مین قمر پل مین نظر آتا ہلال — بندست دائرہ داری مین تھا ہر رنگ سے طاق

اُسکا طنبور جو دیتا تھا سرون کو ہیہات — جرم خورشید سے ہوتی تھین شعاعین اشراق

تیر گردونکا خوشی سے تھا جو دل لہراتا — دیکھے ترتیب ثریا کو باجام ایاق

جلترنگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد مین تھے — لعبتان فلکی صورت اہل اذواق

نظر آجاتا تھا گر اختر دمدار کوئی — دیتا مریخ دم تیغ سے اُسکو الحاق

ہاتھ پر مار کے جو رنگ کا اک پھرتی سے — دم مین تھا اپنے طپنچہ پہ چڑھاتا چقماق

جو چلا پارۂ تن اُس کا سوئے عالم خاک — یہ اُڑا اُسپہ تڑا قا وہ اُڑا اسپہ تڑاق

سعد اکبر کہ جسے کہتے ہین قاضی فلک — حسن کو عشق سے دیتا تھا بہم ربط و وفاق

ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پئے دامادی — زال دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دیکے طلاق

چرخ ہفتم پہ فلک ہے تو بطی الحرکت — عالم خاک مین پر ہے تگ و دو کا مشتاق

نفخ تفریح سے پھولا دہے گردون کا شکم — لیکن اسوقت مین تنقیہ بہت اسکو شاق

ہے جو ہر کوچہ مین آرائش نوبت خانہ — خالی آواز دمامہ سے نہو کوئی بہ وثاق

یون جو آراستہ افلاک پہ ہو بزم طرب — گلشن عیش و طرب کیون نہ ہو بزم آفاق

آج وہ روزِ ہمایون ہے جسے کہتے ہین عید — بذلہ سنجی مین شگفتہ ہے دلِ اہلِ مذاق
بزمِ خسرو مین چل اے باربدِ بزمِ سخن — سب یہ کہتے ہین کہ تو نکتہ سرائی مین ہے طاق
تیرا قانون ترے پاس خطِ مسطر ہے — چھیڑ دے زابل و نیریز و خراسان و عراق
تیرے نغمے ترے مضمون ہین بے تشنہ قلم — دم کشتی پہ ہے سر دست کمر بستہ و چاق
زمزمے مدح کے لکھ اُسکی جسے کہتے ہین سب — نائبِ ختمِ رسل ظلِّ خدائے خلّاق
کون وہ یعنی شہنشاہ محمد اکبر — دستِ بخشش سے خجل جسکے ہے بحرِ آفاق
طبعِ وقّاد کی گر اُسکی رقم ہو توصیف — مہرہ اختر کا ہو اور ماہ سے آئنے مہراق
نیرِ جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے — کاہشِ رشک سے رکھتا ہوسِ استدقاق
عطر سے شیشۂ افلاک ہو دم مین لبریز — ہووے گر لخلخہ سا اُسکی نسیمِ اخلاق
خسرو ارات کو تھا منزلِ دل مین میرے — کاروانِ شہرِ سمرقند کا رکھتا اتراق
اُنکے خرجینون سے چن چن کے مین لایا ہون متاع — مدحِ حاضر کے لئے تیرے بصد استغراق
تو ہے وہ نسلِ خواقین بہ تتارِ آفاق — جسنے توران سے کیا ہند مین آکر قشلاق
گر ترا مہرِ طبیعت ہو بہ جوزائے غضب — زمہریر اُسپے آرام جہان ہو ییلاق
گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینہ مین کبھی — رحمتِ عام ہو مایۂ ماءِ مہراق
تر زبان وصف مین سب ہین ترے طفلانِ نبات — دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیرِ اشفاق
تیرے شیلانِ کرم پہ ہے زمانہ مہمان — مہ و انجم سے فلک پر ہین مہیا اطباق
گر سبق لین نہ ترے فلسفۂ حکمت سے — اہلِ یونان پہ نہ ہووے حکما کا اطلاق
ہون نظر سے کبھی باہر نہ غوامض کے طیور — تیرے شہبازِ فراست کا ہے یہ استحقاق
درکِ امراض کرین جبکہ انامل تیرے — نبض آسا متحرک ہو رگِ سنگِ سماق
دیکھکر نجمِ سعادت کا ترے حسنِ طلوع — مادرِ شب پسرِ مہ کو کرے شرم سے عاق
تو جو محرابِ عبادت مین رکھے سر بسجود — طاقِ مسجد مین جھکے آکے سرِ ہفتم طاق

پاسِ دین تیرا جو زنار کی جا ہے تبدیل
دوش گردون پہ خطِ منطقہ ہو خطِ نطاق

ہوگیا تیغِ سیہ تاب سے ہے سرمہ گلو
دم نہ مارے گا ترے آگے حسودِ بقباق

رعبِ شمشیر ترا یون ہو سپر سے وہ چند
جیسے نقطہ سے کرین ایک کو دس اہلِ سیاق

ہو ترے فیضِ تکلم سے شفا عام تو ہو
زہر کی جا دہنِ مار مین پیدا تریاق

عدل نے تیرے کیا دفع یہ کی خونریزی
فصد کی منع اطبا نے پئے رفعِ خناق

اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل و حشم
ہم عدد جس سے نہ اذبک ہو نہ ہمسر قلماق

تیرے دربارِ جلالت کے جو ہین میرِ غضب
کہکشان کو ہین سرِ دوش لئے مثلِ چماق

اور ایک مطلع دلکش نے طبیعت سے مری
ہے ترے عدل کی تعریف مین پایا الصاق

اُٹھ گیا مدرسۂ دہر سے یہ شر و شقاق
زید سے عمر کے دلمین نہین باقی ہے نفاق

چرخ کے گنبدِ بے در مین رہین گے محبوس
دم نہ مارینگے مگر گونج کے شور و شلتاق

گر لکھون وصف ترے اسپِ جہانگرد کا مین
دے فلک از پئے پامال قلم ہفت اوراق

تن مین اس طرح سے ہے اُسکے پھڑکتی شوخی
قفسِ تن مین ہو جون طائرِ جانِ عشاق

ماہی زیر زمین لوٹ کے ہوجائے کباب
جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چقماق

وقت کو باندھ کے فتراک مین راکب اُسکا
چرخ پر دائرے کھینچا کرے مانندِ نطاق

اُس فلک سیر کو گلگشت مین گر تو شاہا
جو دتِ طبع کی جنبش کا چھوا دے مطراق

یون اُڑے سوئے فلک جیسے تبفریحِ مشام
بوئے گل جائے تنفس مین دمِ استنشاق

کیا لکھون وصف ترے فیل فلک پیکر کا
کہ گرانباری ہے اسکی تنِ البرز پہ شاق

عمر بھر مطبخِ عالی مین رہا نعمت خان
صفتِ اطعمہ پر خام رہا جون مستحق

ہین ستارون کی بھی آنکھیں انھین ہاتھوں کو لگی
نورِ ہمت کا زمانہ مین جو ہے جامِ اتفاق

بر سرِ دشمنِ بد کیش بہنگامِ وغا
گر قشون ہو وے جلو ریزِ بدشتِ قبچاق

تو عجب کیا ہے کہ اُس کشور برفانی مین
شعلۂ تیغ سحر بار ہو برقِ حرّاق

دل مرا ہوگیا اس وقت ہے وہ عالمِ نور
جس کی مشرق سے کرین نورِ معانی اشراق

کر دعا صدقِ ارادت سے کہ ہے وقتِ دُعا
کیون خموشی پہ کیا ذوق زبان کو مشتاق

دوشِ گردون پہ ہو تا فرغلِ سنجابِ غمام
سبزہ تا خاک پہ ہو پیرہنِ استبراق

دختِ رز کو یہ سرِ محفلِ اہلِ تقوے
جب تلک سینۂ مینا مین رہے درد وفاق

تجھکو آفاق مین ہووے رمضان بھی مہِ عید
ہو ترے رویتِ دیدار پہ عیدِ آفاق

اور ترے نیّرِ اقبال کے آگے دشمن
یون رہے جیسے کہ ہو ماہ بایامِ محاق

صفحۂ دہر سے پھر گردشِ افلاک اُسے
حرفِ باطل کی طرح دیوے جہان سے اُڑاق

قصیدہ نمبر ۶

گردش مین چشمِ مست کی ہو دل مرا اگر
اور کھولے ہائے دانہ کی یون آسیا گرہ

سینہ مین دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لئے
ہر اشک میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ

اپنا دلِ گرفتہ چمن مین نہ وا ہوا
غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور رہا گرہ

چلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل
ہے ایسی چشمِ تر سے بہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاکِ گریبان چمن مین آہ
اسے سرو گل سے ہووے سر بندِ قبا گرہ

ہون وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجومِ اشک
ہوتا ہے شکلِ خوشۂ انگور آ گرہ

مین مجمرِ فنا مین ہون کیا دانۂ سپند
کھولے ہے کار بستہ کی میری صدا گرہ

بتصویرِ غنچہ ہون چمنِ روزگار مین
وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ

سر قد پہ میرے طرۂ شمشاد کی طرح
پھوٹے گی نخلِ شمع مین بھی جا بجا گرہ

آیا ہون مین سرشت مین لیکر گرفتگی
ہو وینگے استخوان پہ گلوے ہما گرہ

رہویگا شکل دست حنا بستہ حشر تک
قاتل کے دست و دل مین مرا خونبہا گرہ

گر مین گرفتہ دل ہون تو جون دانۂ انار
محفل مین ہوگا خندۂ دندان نما گرہ

مین عکس اپنا دون تو ہو جوہر سے آئینہ
جون دام موج و شکل خط بوریا گرہ

عکس دل فسردہ سے مینائے بزم مے
رہ جائے شکل دانۂ انگور کھا گرہ

یہ زہر غم چڑھا ہے کہ سبزہ بزیر زلف
سوجھے ہے یون کہ زہر کی تھی یہ بلا گرہ

مین دل گرفتہ آہ اگر کاروان مین ہون
حیرت سے اینٹھ کر ہو زبان درا گرہ

رویا مین شکل شیشہ کبھی کھول کر نہ دل
میرے گلو مین گریہ ہمیشہ رہا گرہ

دلبستگی کا اپنے قلمبند کرکے حال
بازو پہ مرغ دل کے اگر دون لگا گرہ

کھائین کبوتران گرہ باز کی طرح
سینہ سے انکے سر دوش ہوا گرہ

وہ دل گرفتہ ہون کہ اگر نکلے پاس سے
جون غنچہ ہو رہون بہ جبین صبا گرہ

پھیلاؤن گر نسیم مضامین کو ہند مین
ہووے ختن مین نافۂ مشک خطا گرہ

رجعت سے نجم بد کی مری ماہی سپہر
خرچنگ بن کے بیٹھ رہے ایک جا گرہ

پیدا ہون سو گرہ اگر اک دل سے کھلے
جون کو کنار و لالہ و تخم حنا گرہ

کھانا نہ ماہ رو کا ہے کہتا کہ دیکھیو
قینچی کی طرح کترے ہے چرخ دوتا گرہ

ق

آہین تو کھینچین سینۂ صد چاک سے بہت
کھلنی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ

سوزن کا رشتہ بن کے کھنچا جنتری مین آہ
ہے زیر پائے رشتہ بپا دوسرا گرہ

قطرون سے خون دل کے ہوئین سو گرہ عیان
ایک آبلہ سے دل کے جو کھولون ذرا گرہ

یہ عقدہ مثل ابروے خوبان کینہ جو
ہے ڈالتا بناخن عقدہ کشا گرہ

رمال قرعہ ڈالے جو اس عقدہ پر تو ہو
انگلی سے پوری پوری مین اسکی جدا گرہ

ہر قطرہ سرشک مرے روئے زرد پر
خاطر گرفتگی سے ہے جون کہربا گرہ

یارب وہ شانہ پاؤن کہان ہیچ دل سے آہ
دے کھول شکل عقدۂ زلف دوتا گرہ

وابستہ تار موے میان سے ہون نخل ناف
چشم کشادہ کار رکھے مجھسے کیا گرہ

نقطہ کی طرح مرکز گردش رہا صدا
مین تھا مگر بہ دائرۂ دیرپا گرہ

دل تھا گرہ خیال مین جو آکے عقل نے
یون کھولدی بناخن فکر رسا گرہ

اُس آفتاب پرتو نظر کر کہ جون تگرگ
پل بھر مین ایک زمانہ کی ہے کھولتا گرہ

وہ کون یعنی اکبر ثانی کہ جس نے وا
تیرے بھی کام دل سے ہے کی بارہا گرہ

گل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا
وہ کھولدے دلون کی بہ فضل خدا گرہ

لایا ہون بہر نذر مین وہ دُر آب دار
ہو جسکو دیکھ آپ دُر بے بہا گرہ

جون برق لکھ کے مطلع برجستہ خامہ نے
مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

مہ طلعتون مین حسن سے کی تو نے وا گرہ
کیون میرے دلمین خالی سویدا رہا گرہ

کھلجائے نام پاک سے اک آن مین ابھی
گر ہووے کوہ مروہ و کوہ صفا گرہ

ہیبت سے تیرے نطق کے تبخالہ نکلے ہے
دعوے کے لب پہ آ سخن مدعا گرہ

جا ہے جو اُسکو آب فصاحت کرے رواں
لکنت وہین زبان پہ دیوے لگا گرہ

تیرے سحاب جود سے گلشن مین صبحدم
لے مشت زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ

گر دل خنک کی جان فرو بستہ کھچ کے ہو
مابین کوہ قاف سیان ستا گرہ

تو ناخن نگاہ سے مانند آفتاب
دے کھول دم مین دیکھ کے یہ ماجرا گرہ

کھولے ہین کار بستۂ عالم سے دانہ دار
تیری ہوائے لطف و سحاب عطا گرہ

دست گرہ کشا نے ہے باقی کہان رکھی
جز تکمہ ہاے پیرہن اغنیا گرہ

البتہ دل مین غنچۂ پیکان کے ہے ترے
جانب سے حاسدونکے صبح و مسا گرہ

یا جو تری کمان نگارین مین ہے ہنوز
وہ ابروے نگار پہ ہے خوشنما گرہ

الکدم مین تیرے ناخن شمشیر سے ہون وا
ہین کاسہ سر جو حاسدونکے بروز وغا گرہ

تیرے فروغ نیر حشمت سے کیا عجب | گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکل سہا گرہ
اللہ رے تیری قوت بازو کہ مثل گوے | چوگان کے آگے کوہ کو ہے جا بنا گرہ
تو چاہے گر تو دامن ساحل مین بحر کو | دونو طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ
پنجہ سے تیرے مہر کے گردون پہ ہر سحر | کھلجاتی ہے ستارون کی لا انتہا گرہ
منقار ماکیان کی طرح ناخن ہلال | ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ
لاے جو شعلہ حرف شرارت زبان پر | تاثیر عدل سے ہو تری لب پہ آ گرہ
اللہ رے بیم عدل کہ جون زمانہ مین | دشنہ بھی رکھے کر کے جبین پر ابا گرہ
ق
زلفون کے دام جیسے حسینان نازنین | ہین ڈالدیتے دیکے بسوے قفا گرہ
مار سیہ کے سر مین اسی طرح زہر مار | ہو دیگا مثل مہرۂ مار ایک جا گرہ
انجم سے تیری سالگرہ کے لئے فلک | ہر سال کہکشان مین ہے دیتا لگا گرہ
توسن ترا زمین پہ جو کاوے کا ڈالے نقش | سمجھین کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ
جولان پہ اپنے آئے تو جون جنبش صبا | غنچون کی کھولے باغ مین وہ بادپا گرہ
دامان ابر تر پہ وہ پاتا ہے برق نام | اسکا شرار نعل جو دے ہے اڑا گرہ
گر اسکی گرد سم سے بمیدان کارزار | ہو گرد باد دامن صحرا مین لگا گرہ
لائے اڑا کے توا سے از شرق تا بہ غرب | کھلنے نہ پاے یان بہ جبین ہوا گرہ
رفعت پہ تیرے فیل کی طبع رسائے رات | پھینکا کمند وہم کو جو کرنے کے وا گرہ
آیا نظر کہ صفحۂ چشم زمانہ مین | اک نقطۂ مشک ناب کا ہے ہو رہا گرہ
ہے بسکہ رکھتا عقدہ کشائی کا دلمین شوق | دیکھا جو نیشکر مین کہ ہین جا بجا گرہ
کرتا ہے اشتغال اسے دندان سے وہ فقط | اسواسطے کہ اسکی بھی ہو دل کی وا گرہ
سلک گہر سخن مین دلا صبح تا بشام | جون سبحہ دیگا بیٹھا ہوا تا کجا گرہ
ہو اگر لب سوال بدرگاہ ذوالجلال | تا رہ نجاے سینہ مین دل کی دعا گرہ

غلطان بزیرِ گنبدِ گردون ہوا کرے
بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ

تا چرخِ واژگون پہ سرِ شاخِ کہکشان
ہو خوشہ وار عقدِ ثریا سدا گرہ

سیدان ہو تا سپہر کا اور گوے ماہ و مہر
اور دو رسہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ

تا دل گرفتگی سے زمانہ کی بزم مین
ہر دم گلوے شیشہ مین ہو قہقہا گرہ

حبِ نبات کو پڑے درد مریضِ عشق
تا دین نجال لبِ بتِ شیرین ادا گرہ

جب تک شمیم کاکلِ پیچان کے رشک سے
نافہ مین ہووے مشکِ ختن بے خطا گرہ

ہر سال تجکو جشن مبارک ہو خسروا
اور مشکلاتِ خلق کی ہون اُس سے وا گرہ

پر تیرے مدعی کی نہ وا ہووے جون حباب
ہر گز محیطِ دہر مین غیر از فنا گرہ

قصیدہ نمبر

قلم جو صفحۂ کاغذ پہ ہووے نکتہ نگار
تو اپنے نقش مٹا دین جہان کے جادو نگار

سخنورون نے جو باندھے سخن کے ہین پیرنگ
زبان سے اُسکی ہے وابستہ اُنکے سب اسرار

سوار توسنِ دستِ روان پہ ہوکے یہ جب
کرے قلمروِ معنی کو دم مین باجگزار

جو شاخِ سدرہ پہ بیٹھا ہو طائرِ مضمون
تو اُڑکے صورتِ شاہین کرے یہ اسکو شکار

زبانِ تیغِ نگہ سے لیا فسون شاید
کہ اس پہ اُڑکے مضامین ہین کرتے جی کو نثار

ہین دست بستہ کھڑے چاہون بڑھا لون جسکو
کہ لفظ و معنی و مضمون ہین بے شمار و قطار

ہے کرتی کام جہان جا کے اُسکی نوکِ زبان
قلم و بیرِ فلک کا ہے وان پڑا بیکار

سخن زبان پہ ہے آوے نگاہِ دل دل پہ
کہ سو ہین دل تو ہر اک کی ہے اپنی اپنی بہار

سخن شناس سخن دیکھکر یہ کہتے ہین
کہ جو گہر ہے وہی اسمین ہے دُرِ شہوار

گہرون مین اُسکو نگر کیا کہ مشتری نہ رہے
متاعِ بخت کو بیچون جو مین تو کس بازار

شراب درد سے دل ہوگیا ہے مست ایسا ۔ کہ شامِ روزِ جزا تک نہ جسکا اُترے خمار
بنائے ناوکِ تقدیر خاک تو وہ جسے ۔ بچا سکے اُسے کیا خاک بُلبُلے کا حصار
ہزار درد اسے بیدردی زمانہ دکھائے ۔ زبان پہ لایا نہ لائیگا شکوہ یہ زنہار
ق
مین لایا سینہ مین تھا دل کی جا یہ آئینہ ۔ کہ اہلِ دل اسے سمجھین گے مطلع الانوار
سو اُس کو توڑا ہے لوگون نے سنگِ باران سے ۔ مین کہتا تھا کہ گہر بار ہون گے یا گلبار
صفا کا اُسکے اک ادنے سا وصف یہ دیکھو ۔ غبارِ غیر کی خاطر مین ہو تو اِسپہ ہے بار
مین آبگینہ کے آگے ہون آپ شرمندہ ۔ کہ ایک بات سے پڑتے ہین بال اسمین ہزار
مگر ترددِ ایام کیون کرون اے چرخ ۔ نہین رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار
لے آیا حسنِ مقدر اُس آستان پہ مجھے ۔ کہ سجدہ کرتے ہین جُھک جُھک کے جسپہ لیل و نہار
سحابِ جود سے اُسکے زمانہ ہے گلشن ۔ نہال ابرِ کرم اُسکے ہین صغار و کبار
یہ سن کے مجھ سے کہا طبع نے کہ اے نادان ۔ کچھ اُسکے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار
ہے اُسکے نام کا لینا بھی یون تو بے ادبی ۔ کہ چشمہ پاس نہ دریا نہ ابرِ دریا بار
سو مین زبان کو گیا لے کے دھلکے دریا مین ۔ مذاقِ آبِ گہر مین ہلا لیا کئی بار
اور اُسکے بعد ہون کہتا کہ نامِ پاک ہے وہ ۔ جسے نمازون مین لیتے ہین سب پکار پکار
خدا کا سایہ ہے اور نائبِ رسولِ خدا ۔ محمد اکبر و عالم نواز و عرش وقار
ملک صفات و فرشتہ سیر و لی خصلت ۔ بدین پناہ و بدل دولت و بہیج الانوار
خدا شناس و طریقت نما حقیقت بین ۔ بدست جود ہے دریا بہ تمکنت کہسار
نہ حق وصف ہو اُسکا ادا کبھی لب سے ۔ زبان بہر سر ہو آکے گر کرے گفتار
ہوا ہون لیکے مین حاضر یہ تہنیت کے پھول ۔ کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار
شہا ہے آج اُسی شاہزادہ کی شادی ۔ جہان مین جو ہے جہانگیر شاہ نیک اطوار
وہ شاہزادہ ہے جس پر ہے ابھی سے شاہ نشان ۔ وہ شاہزادہ جوان ہے ولے کہن کردار

پڑھوں حضور میں اک مطلع دعائیہ
قبول جس سے دعائیں ہوں پر سرِ دربار

شہا دعا ہے خدا سے یہی مری ہر بار
کہ شادیاں ہوں شبستان میں تیرے لیل و نہار

شکوہِ شادیِ شہزادہ کس زباں سے کہوں
کہ جوں شگاف قلم بند ہیں لبِ اظہار

جو لکھنے بیٹھا میں ساچق کا وصفِ آرائش
تو نکلا خامہ سے جو حرف تھا خطِ گلزار

یکایک اُتریں پرستان سے آنکر پریاں
ہوئیں جو تختِ ہوائی پہ ناچنے کو سوار

ہجومِ عیش و طرب اسقدر زمیں پہ ہوا
دبیرِ چرخ سے بھی ہو سکا نہ اُسکا شمار

یہ لعبتان فلک پر ہوا خوشی کا جوش
سہاگ گانے لگی زہرہ بن کے موسیقار

شبِ برات کی وہ روشنی کہ صلِ علےٰ
ہو روزِ عید اگر آئے سامنے شبِ تار

جو تیلیوں پہ ہوئی روشنی تو شور اُٹھا
فلک نے کھینچی زمیں پر ستاروں کی دیوار

دیا ہے لایا ارسطو طلسم یونان سے
کھلایا ہے سکندر میں چین کا گلزار

لگے ستاروں کو جب آگ دینے آتشباز
تو بولے اہلِ نظر دیکھنا ہے طرفہ بہار

یہ دینگے آگ کا دانہ جب اپنے موردوں کو
تو آکے ہوویں گے طاؤسِ خلد اُنپہ نثار

جب اک طرف کو لگی جگمگانے چادرِ گنج
زمیں پہ سب کو نظر آئی آسمان کی بہار

ہمارے کانوں کے پردے تو اُڑ گئے اسدم
پٹاخے کرنے لگے چھٹکے جب بہم تکرار

پکارے سب کہ قواعد ہے فوج میں شاید
کہ فیر اُڑ رہے ہر صف میں ہیں قطار قطار

عجب تماشا ہوا تیلیوں کو جب دی آگ
کہ ناچنے لگے ملکر ثوابت و سیار

ہوائی کہتی تھی جا کر شہابِ ثاقب سے
کہ تو زیادہ ہے یا میں فزوں ہوں آتشبار

ہیں ابرِ طور سے برسے زمیں پہ نور کے پھول
زمیں تو تودۂ گل ہے گی آسمان گلبار

اب بس دعا پہ قصیدہ کو ختم کرتا ہے ذوق
کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہوں خوار

پر اس ہوس کی ابھی چھٹ رہی ہے مہتابی
قلم میں سالِ عروسی کا پھول دیوے بہار

اسی خیال مین تھا دیکھتا خدا کی طرف
کہے خموشی فکرت نے وا لبِ گفتار

کمو سرِ لبِ لبستہ سے شادیٔ فرزند
مبارک آپکو ہوا سے شہ سپہر وقار

جو ہو وین اُسکے ہوا خواہ وہ رہین سرسبز
ہون اُسکے دشمنِ بدکیش خالدًا فی النار

قصیدہ نمبر ۹

اُفق دلپہ مرے عیش و طرب دونون ہم
آج یون آئے سحر جیسے دو پیکر توام

ایک کا ایک سے وہ ربط سخن تھا گویا
دو لب یار ہین یا حضرتِ عیسیٰ ہمدم

روش ناز پہ ہمدوش تھے یون جیسے کبھی
لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت رقم

یا تھے دو مصرع مربوط بہم دست و بغل
یا کہ پیوند تھے دو نخلِ گلستانِ ارم

ملکے دو تارِ نظر ایک ہوے تھے دونون
یا وہ اک بینی کے دو پردے تھے باہم ہمدم

دونون پیچیدہ بہم لیسے سیہ مستی مین
کوئی مشاطہ بھی یون گوندھے نہ جعدِ پرخم

ایک معنی کے وہ لفظ مترادف تھے دو
ایک مضمون کے دو فقرے تھے مگر مستحکم

تھے جڑے وہ دو گہر شہوار کہ ہرگز نہ ملین
ابرِ نیسان سے گرین لاکھ اگر قطرۂ یم

ایسے تھے دونون وہ یکدل کہ دو قالب یکجان
یک زبان دونون وہ اسطرح کہ جون چاکِ قلم

آملے لپٹے ہوے یون عالم سرشاری مین
نالۂ زیر کے ہمراہ ہو جون نالۂ بم

مین نے پوچھا جو سبب اُن کے بہم ہونے کا
تو یہ ہاتف نے کہا غیب سے ہو کر ملہم

کیا سمٹون کے دلِ تنگ مین معنی ہون تنگ
جب ہے معلوم تو پھر بات رہے کیون مبہم

آج اُس شاہ کے فرزند کی ہے شادی طبی
کہ شجاعت مین وہ رستم ہے سخا مین حاتم

کون وہ ظلِ خدا شاہ محمد اکبر
جس کی ہمت سے ہون دریوزہ گر ابرِ کرم

شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم — ہو سلامت رہے اُسکی بسلامت منضم
اس لئے عیش و طرب مثل قران السعدین — مستفق ہو کے پئے تہنیت آئے اُسدم
یمن اس عقد نے بخشا ہے جہان کو ایسا — جو گرہ آج لگائین سو ہے لگتی محکم
آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر — دو درختون کو جو پیوند لگائین باہم
دیتا شکلون مین ہے پیوند بدیہ الانتاج — یہ قلم سمجھے نہ تہذیب نہ جانے سلّم
بزم عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ — پڑھتا یہ مطلع رنگین ہے وہ ہو کر خرم

ہے اُٹھا عیش کا طوفان لبِ ساحلِ یم
زمزمہ موج کا بربط ہے ہوا ہے ہمدم

گٹکری کا سا ہے لچکا یہ گلوئے مینا — ہچکیاں قلقل مینا جو ہے لیتی پیہم
لو گے جس ساز خدا ساز کو آغوش مین آج — تار چھیڑو گے کھرج کا تو سنو گے پنچم
اثرِ نغمۂ شیرین سے جہان بھول گیا — کہ سوا راگ کے سم کے ہے کوئی اور بھی سم
جن مزامیر کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام — وجد مین آئین سنین آج گر آ ہوئے حرم
تارِ طنبور ہی آج رگِ سنگِ صفا — بے زبان زمزمہ سنجی کرے موجِ زمزم
ہین کچھ دور کہ تبدیل ہو کعبہ کا لباس — تا کہ دکھلائی نہ دے صورتِ اہلِ ماتم
دھوم اس شادی کی یہ ہے کہ منڈھے کیصورت — چھا گیا گلشنِ آفاق یہ ہے ابرِ کرم
وقعہ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا — کہ جوانانِ چمن آئین جو مل کر باہم
شاخِ گل پہنے کلائی مین کلی کا کنگنا — بند و جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم
عطر دانین گل نرگس وہ بھرے عطر سہاگ — ہارے گل بھرنے لگین بلبل عیا سکو دم
بل ہے تیاری پوشاک کہ چرخ اطلس — لایا اطلس جو لگانے تو نیسان نکلی کم
یہ خیاطہ کی ہے جلدی کہ کھلا جاتا ہے — شکمِ کرمِ بریشم ہی مین تارِ ریشم
یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ چڑھے ہے ہر صبح — ہو گدگی پہ گل داؤدی کے ہیرے شبنم

اللہ اللہ رے نوشہ ترا عالی رتبہ — جس کی انگلی مین پنھائیگا سلیمان خاتم
ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اُسکی ٹکور — گوش افلاک سے بھرتی ہے سوا گوش اصم
نئے قلیان کو بھی گر منہ سے لگاتا ہے کوئی — تو وہ بھرتی ہے ہم آوازی شہنائیکا دم
پہنچا یہ طنطنۂ کوس کا گردون پہ دماغ — کہ نہین رکھتا سرِ روے زمین اپنا قدم
آتی اس طرح سے پیہم ہے جلاجل کی صدا — کہ پریزاد ہے آتی کوئی کرتی چھم چھم
کہتا ہر دم ہے یہ نقارچی پیر فلک — کہ تھا مدت سے دمامہ کا مرے پھولا شکم
سارے ارمان نکالونگا وہ اس شادی مین — اسکے سینہ سے جو نکلین گے با آوازۂ بم
جو گھڑے روپے کے اور سونے کی ٹھلیان ہین — صف بہ صف دیکھ کے اُنکو یہ پکارا عالم
ہے یہ سلک دُرِ شہوار بگوشِ بہجت — یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے پیہم
ہر سبو جے پہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ — اپنے اُبھرے ہوئے پستان پہ چڑھا دے محرم
دیکھ نقلونکو سبوچون مین یہ حیران ہے خلق — کہ بھرے موتیون سے کیونکہ حباب لب یم
ایسے شیرین کہ اگر رکھے زبان پران کو — وصف شیرین سخنی پائے زبانِ ابکم
کرون تحریر جو رنگت کو حنا بندی کی — شاخ گل مہندی ہو پھولون سے ابھی میرا قلم
ہوے روشن جو کنول شکلِ رخِ آتشناک — تو لٹین اُنپہ دھوئین کی ہوئین زلفین برہم
کاغذ زر کے پھولونین یہ گل کرتے تھے — آگیا تھا گل صدبرگ کا پھر کر موسم
نخل آرائش اگر دیکھو تو ایسے دلکش — نوجوانان چمن جیسے بصد ناز و نعم
بیاہ کی شب وہ تجمل تھا کہ اللہ اللہ — کہتا تھا دیدۂ انجم سے یہ گردون ہر دم
سچ کہو کہتے ہو نظارہ جہانکا جب سے — کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تمہین آنکھونکی قسم
دیکھے دولہے کے نہین دست حنابستہ بھی — ورنہ مٹھی کا ابھی غنچہ کے کھل جاتا بھرم
منہ پہ نوشاہ کے یون سہرۂ زرتار کی زیب — روے خورشید پہ جون خط شعاعی کی جھلم
ہوا شبدیز فلک سیر پہ دولہا جو سوار — روز نے صدقہ کیا اشہب و شب نے ادہم

وصف مین اُسکے پڑھون کیونکہ اک مطلع مین ۔۔ توسن طبع نے اب تیز نکالا ہے قلم

یار ہمدم نہین لیکن ہے وہ نسل آدم
ہے وہ اُس نسل مین جس اصل مین رخش رستم

رمز راکب سے یہ آگاہ وہ صرصر رفتار
گذرے گر دل مین توقف تو وہین جائے تھم

ہے تو وہ حور شمائل نہین پر زادۂ حور
خوے آدم ہے ولیکن نہین نسل آدم

چادرین بیچا مہتاب کی ہے بسکہ فلک
چاہئے اسکو زمین پر نہ گلیم و نہ گلم

نور کے قطرے فلک سے ہین زمین پر برسے
چھوٹے گنج ستارون کے کہان ہین پیہم

سر اُٹھایا یہ ہوائی نے ہے آخر کہ ہوا
شعلہ اُسکا علم کاہکشان کا پرچم

ٹہنیان جھوی ہین اس رنگ سے نافرمانکی
جیسے رکھے ہون تراشے ہوئے جام سلیم

ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا یل عشرت نے بزور
سر کو دو کوہ کے ٹکرایا ہے مانند ختم

نخل پھولا ہوا دم بھر مین نخل آتا ہے
ہے اناروں مین اچنبھے کا تماشا عالم

چھوٹے گھن چکر اس انداز سے کھا کر چکر
چرخ مین آیا جسے دیکھ کے گردون دژم

پھولین کیونکر نہ چمک کر گل آتشبازی
شاخ مصنی گل کی قلم بنگئی شورے کی قلم

جھاڑ ابرک کے نہین چادر مہتاب کے ہین
جڑ تلک لپٹے ہوے نخل گلستان ارم

شمع طور کا جون وادی ایمن مین ہو نور
شمع ابرک کے کنول مین ہے دکھاتی عالم

ہین جو سرگرمی شادی کے فتیلے روشن
تاب کیا خانۂ گیتی مین رہے سایۂ غم

باندھے سو شعلۂ فندق بسر انگشت
پنجۂ شاخون کو کھو دین نہ کبھی دست صنم

کھولا مصحف تو زہے مین کہ سر لوح ورق
اسم اعظم تھا عیان خط شعاعی سے رقم

رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
غیرت ارچشم کستم روئے تو دیدن ندہم

ایسے شادی کے تجمل کو لکھے کیا کوئی
وہ ہم ہے جسکی گئی تا سرِ ہفتم طارم

[illegible] ہے توسن خامہ کی عنان پھیرکے مین
مدح اکبر شہ ثانی کرون پھر زیب رقم

جس کے باعث سے منور ہے چراغِ خورشید
جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم

اُسکے دینداری کے نقارہ کی اللہ رے صدا
از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہیگا کہ بلے
انت اعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

مدح مین اُسکی رقم کرتا ہون ایک تازہ غزل
کہ غزل جوان ہے ہر ایک آج بجانِ خرم

تو ہے وہ ابرِ سخا تو ہے وہ دریاے کرم
جس مین ہون فلس کی جا کیسہ ماہی پہ درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب
مشکِ سودہ کرے ہر زخم پہ کارِ مرہم

پہنچی ہے روحِ عدو سہم کے ناوک سے ترے
مثلِ آہوے رمیدہ سرِ صحراے عدم

تیرا خنجر ہے نہنگ ایسا کہ غرقِ زہرآب
تیری شمشیر وہ اژدر ہے کہ ہے آتش دم

حق مین اعدا کے ترا تیر ہے پیغامِ قضا
اور ترا جوہرِ شمشیر قضاے مبرم

توڑے دل شیشہ کا ہرگز نہ ترے عہد مین سنگ
رحم کھاوے کہ لیا اُسنے مرے گھر مین جنم

تیرے انصاف کا پرتو ہے جو عالم پہ محیط
تو نہ پایا ہے نہ پائین گے فروغ اہلِ ستم

روبرو بچۂ آہو کے نہ روشن ہو چراغ
ڈالے روغن کی جگہ اُسمین جو پیہ ضیغم

ق

گلشنِ مدح مین دے تیرے ترا ذوق لگا
خرمنِ گل کی جگہ تازہ مضامین کا اُٹم

پر یہ سمجھا کہ ہے جز کرتا دلالت کل پہ
کہکے اک شمہ تری وصف کا آئیگی شمیم

یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو تجھے
شادی وصلت فرزند بصد جاہ و حشم

ہون شبستان مین ترے دست و بغل عیش و طرب
گھر مین حاسد کے دل آشوب رہین محنت و غم

قصیدہ نمبر ۹

دل بکہ اہلِ دہر مین ہے گرسنۂ نازِ بتان
کم ہیچ اسکو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ نان

ہون وہ لب تشنہ کہ مین دامنِ دریا مجھون
برقِ پُر سوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ دامان

وہ خنک دل ہون کہ جسکے نفسِ سرد سے آہ
دم مین یخ بستہ ہو سرچشمۂ مہرِ رخشان

مین ہون وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردون
کہ اگر دل کو قرار آئے تو جگر مین جان

مین وہ مجنونِ جگر تفتہ ہون جسکے دمِ فصد
ہر بُنِ مو سے عوض خون کے نکلتا ہے دھوان

چشمِ سوزن سے نہ لو سلسلۂ زنجیر کا تم
دلِ وحشت زدہ ہے لاغرِ بے تاب و توان

ہون وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو
دستگیر آکے عصائے مژہ مورچگان

ہون وہ تصویرِ سرِ صفحۂ عالم جس پر
مو قلم ہو تو کرے کارِ سنان و پیکان

دل گرفتہ ہون وہ مین دہر مین مانندِ انار
اک گرہ وا ہو تو صد گرہ ہو اندرِ دامان

ہون وہ فرسودۂ غم جسکے بچشمِ بینش
کرتا سروِ چمنِ دہر ہے کارِ سوہان

قطرۂ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظرون مین
سنگِ حسرت ہو کر رکھتا ہون بزیرِ دندان

مین وہ ہون کشت کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے
اور اگر ہے تو ہے آغشتۂ زہرِ آبِ سنان

فلکِ سیر کے نیچے ہون مین تلوار کا کھیت
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جان

ہون وہ خود رفتہ کہ جون عمرِ تلف کردہ مجھے
حشر تک ڈھونڈین تو ممکن ہی نہین ہاتھ آئے نشان

ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیان ہون سرِ کوہ
اور ابھی پل مین جو دیکھو تو عیان ہون نہان

ہون وہ سرگشتہ کہ گر ساقی و ساغر چاہون
حلقۂ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقان

اس گلستان کی روش پر گل بادی ہون مین
نہ ادھر ہون نہ اُدھر ہون نہ وہان ہون نہ یہان

دل سلے لیمو سے کیا رنگِ طلا کا روشن
ترش روئی سے رخِ زرد ہے میرا تابان

مین وہ گردش زدۂ دہر ہون جسکا پسِ مرگ
سنگِ تعویذ بھی جگر مین ہو مانندِ فسان

مین وہ ہون بسملِ دلِ خون شدہ جسکے خون مین
تیغِ قاتل روشِ کشتیِ دریا ہو روان

اشکِ خونین ہے مرا آتشِ یاقوت مین
گرچہ ہون آب مین لیکن ہون ہمیشہ سوزان

جل اُڑا جاتا ہے جل جل کے جو مین آگ مرا
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہون پران

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات / کہ یہی لب مرا خندان ہے یہی ہے گریان

وہ سیہ بخت ہون مین خاک نے جس کی لکیر / ہے سیہ کر دیا آئینۂ چرخِ گردان

مین وہ بیمار ہون مایوسِ شفا جسکے لیئے / دمِ عیسٰی نے کیا کارِ نفوسِ ثعبان

اُٹھ سکا سر نہ مرا مزرعۂ گیتی مین ذرا / دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گران

شرحِ جانسوز سے میری نئے قلیان کیطرح / کیا عجب نائے قلم سے جو نکل آئے دھوان

دلِ مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خرد / یون لگی کہنے کہ بے فائدہ کیون آہ و فغان

پھر تو کر غور کہ مداح ہے کس شاہ کا تو / دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احسان

وہ شہنشاہ کہ جشن اُسکا ہے افلاک کی سیر / سنتے ہی ہوش ہین تو کرتے ہین ستارے افشان

ماہ گردون پہ ہے اور آکے زمین پر مہتاب / کثرتِ عیش سے دریا مین ہے شب کے رقصان

سنکے یہ مژدۂ جان بخش ہر ایک کو یا تنک / شوقِ نظارہ ہوا عام بہ گلزارِ جہان

دیکھتا ہون کہ سرِ شاخِ مژہ کاسۂ چشم / رنجِ نظارگیان پر ہے بنا نرگس دان

آج عالم کا ہے دلشاد کہ جون عالمِ نور / جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شان

ماہ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر / تاجِ شاہانِ زمان فخرِ سلاطینِ جہان

دیکھا ہے دولت و صولت کا جو اُسکے اقبال / دہرِ سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثلِ کمان

مدحِ حاضر کے لئے حاضرِ دربار ہو ذوق / تو ہے خاقانیِ ہند اور وہ ہے خاقانِ زمان

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہان
گر ہے کچھ وزن تو آجائے بسوے میزان

تیرے جلوہ کی تجلی نے جو روشن کیا دل / ہو گیا شمع مرے سینہ مین تارِ رگِ جان

آستین اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم / ہر شکن سے ہو عیان لُجّۂ بحرِ عمّان

کیون نہ اربابِ ہمم ہون تری ہمت کے غلام / حق یہی ہے کہ اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَان

آگے دریا ترے خود کھولے ہے لبِ سائل / کہوے کس منہ سے کہ تجھ بھی ہے رکھتا مرجان

سرخ روئی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
تیر کے بال سے ہے تیز تر اسکو رگ پان

کانپتے ہیں ترے ہیبت سے پلنگ و نہنگ
بحر و بر پر ہے تری تیغ کی پرسش یکسان

ہے زرہ پوش اسی واسطے ماہی تہ آب
پہنے جوشن ہے نیستان میں ہر اک شیر ژیان

تیغ ہندی تو کمر میں ہے پر ایک اک جوہر
رکھتا ورزیر نگین ہے صفحات صفہان

کوہ پر بیٹھ کے یوں بیٹھے بہ پشت ماہی
جیسے ابروے بتان ہو تہ آئینہ عیان

ترے خنجر کو ملا شہپر قدرت سے ہے زور
مرغ دل سینوں سے جوں زاغ و زغن ہیں پران

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہی
طائر قبلہ نما خاک کرے گا طیران

آتش قہر کی ہیبت سے تری نار سعیر
رکھتی شعلہ سے ہے انگشت بزیر دندان

گنبد چرخ ہوا کلبۂ پر دود اُسے
روح کو سینۂ حاسد میں بجا ہے خفقان

تیرا فرمان تھا کہ فرمان بر دولت کے سوا
ہووے اک برگ نہ پیدا یہ گلستان جہان

ہوے یہ سنکر اقبال ترے ناپیدا
کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گل نافرمان

ترے مہتاب کرم سے جو سر قلزم قہر
پردۂ نور میں اُبلا ہے تنور طوفان

عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب
آب آئینہ میں روشن ہے رخ برق ستان

دل افگار کا ہے سو وہ الماس علاج
سنگ ہے سنگ جراحت پہ سر زخم جہان

تیری تاثیر محبت نے دیا ہے تریاک
ورنہ تھا زہر دلوں کو خط سبز خوبان

اُفق صبح سے کافور کا لیکر مرہم
رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاک کتان

سرزنش عہد نے کی تیری یہانتک معدوم
کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشان

بے علف ناقۂ لیلے ہے مگر قیس غریب
نہیں دیتا بہ ضیافت سر خار مژگان

خسروا تیری توانائی اقبال سے آج
ناتوانوں کو ہوئی دہر میں یہ تاب و توان

مور کا سلسلۂ نقش قدم گر سے کہین
اپنے حلقہ میں جکڑ لیتا ہے صد پیل دمان

آگے جلوہ کے ترے پرتو خورشید ہے گرد
آگے رتبہ کے ترے خاک ہے جرم کیوان

سمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دوش ہوا / تجھ پہ آج چلے جام نہ اُٹھے رمیان
اس کی مشک پہ سپر ابر وہ نگار رخ طوم / کرین آنکھوں پہ رقم قوس قزح کا عنوان
اور اگر یہ نہیں مضمون تو کسی جھوش کی / زلف پر گل ہے دیا کاکل عنبر افشان
اُس کے وہ دان پہ ہیں غور سے دیکھا ہیں تجھے / کشورِ زنگ میں آئے ہیں فرنگی بچگان
کیا لکھوں آگے ترا وصف کہ منہ میں میرے / پاس آداب سے جوں شعلہ زبان ہے لرزان
ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق / کہ زبان کو بس اب آگے نہیں یارا بیان
تجھ کو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال / نقل ہو پیر تری بخت رہیں تیرے جوان
جو دعاگو ہیں ترے ان کی دعائیں ہوں قبول / صبح جشن طرب افزا میں ہو دائم خندان

اور ہر رنگ شب دیجور ترے سب بدخواہ
روسیہ کل عالم میں ہوں جوں ماتمیان

خسروا جلوہ ترا دو طرب افزائے جہان / کہیے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان
حکم دے تو جو شہا واسطے قربانی کے / سعد ذابح بھی کرے اپنا چھری کو بُرّان
گاو گردون نہ فقط خوف سے اسد کے کانپے / بلکہ ہو زیر زمین گاو زمین بھی لرزان
تو جو ہو حامی اسلام تو بُت خانہ میں / بت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان
تیرِ جاہ شب و روز ترا جلوہ فروز / مہر تابان کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہان
قطرہ افشان ہو اگر تیرا سحاب ہمت / لیکے پنجہ میں گہر بحر سے نکلے مرجان
اور گہر بھی ہوں وہ جوشش آب جبین دیکھ کے دو / طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقان
نطق شیرین ترا وہ ہے کہ ثنا میں اُس کے / تر زبان موجۂ دریا ہو اگر ایک زبان
آب دریا میں ہو یہ جوش حلاوت پیدا / لب دریا بھی ہم ہو کے ہوں دونو چسپان
اس قدر تابع فرمان ہے زمانہ تیرا / ہو جو گلشن میں دریدہ گل نافرمان
ہو کے سرسبز ہزاران کرم سے تیرے / شاخ پر گل چمن دہر میں ہو شاخ کمان

بلکہ حیرت کی نہیں جا کہ سرِ شاخِ خدنگ
روشِ غنچۂ گل ہو وے شگفتہ پیکان

وہ ترا زورِ حمایت ہے کہ جسکے باعث
ناتوانوں کو بھی ہو دہر میں یہ تاب و توان

ہل سکیں پھر نہ جگہ سے کبھی گرباد مکین
ایک تارِ نگہِ مور سے سو پیلِ دمان

دیگِ مطبخ پہ ترے یہ فلکِ پُر انجم
کیا عجب صورتِ سرپوش ہو گر قطرہ فشان

پیل تیرا گلِ سوسن کا بڑا ہے انبار
گلِ مہتاب کے گلدستہ ہیں اُسکے دندان

اُسکی خرطوم کسی دلبرِ لیلیٰ وش کی
جعدِ شکیں ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشان

لکھوں شوخی جو ترے توسنِ چالاک کی میں
جنبشِ خامہ بھی ہو موجِ رمِ برقِ جہان

وقت کاوے کے دمِ معرکہ راکب اُسکا
سرِ حاسد کو رکھے صورتِ گوئے چوگان

دلمیں ہیں جوشِ مضامیں تو نہایت لیکن
دل حوادث سے زمانہ کے ہے بیتاب و توان

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری
کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر ہے زبان

عیدِ اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے
تجھ پہ ہو سایۂ حق اور ترے سایہ میں جہان

قصیدہ نمبر ۱۰

ہے ابروِ درخشان وہ چمن میں کمال کے
عاشق ہلال کیوں نہ ہوں عاشق ہلال کے

ہیں دیدہ ور ستاروں میں خورشید و ماہ اگر
روشن ہیں دونوں نور سے اسکے جمال کے

اُسکی نگہ سے گر جگرِ سنگ پائے رنگ
بھر جائیں پل میں لعل سے دامن جبال کے

ہے جو اُسکے سامنے کشتی بکف گدا
پھرتا صدف ہے کھولے ہوئے لب سوال کے

ہیں اُسکے در کے خاک نشیں ہونکے دل غنی
خواہان وہ ملک کے ہیں نہ جویان ہیں مال کے

دنیا سے خاکساری اُسے دی ہے نذر میں
مٹی خمیر یہ ہی ہے گھر میں کلال کے

ہو اُسکا حکم عام جو بر منعِ انقطاع
رہ جائے ارہ چوب پہ دندان نکال کے

دل جس کا اُس کے زورِ حمایت سے ہے قوی — وہ پیرِ زال سمجھے ہیں رستم کے زال کے

ہیبت جو اُسکی وادیِ حق میں کرے ظہور — جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال کے

اُسکی شمیم خلق معطر کرے جو گل — لے لیکے سونگھیں اہلِ چمن پھول ڈھال کے

خوشبو سے اُسکی فیض کے ہوتا ہے مشکبو — ہے وہ جو خون جام میں نافِ غزال کے

کیا تاب رات دن میں تغیر ہو بال بھر — وہ لاے گر زمانہ میں دن اعتدال کے

ہو شکر ثنا سے اگر اُس کی کامیاب — لب بند ہو ویں طوطیِ شیرین مقال کے

طائر بھی اُسکے ذکر سے ہیں سرخ رو ہوئے — نکلے ہے پیر پیر صدا منھ سے لال کے

آب گہر میں ہووے روان کشتیِ گدا — دستِ کرم سے اُس شہِ دریا نوال کے

جی چاہتا ہے ہوکے مخاطب بیان کروں — اوصاف ایسے شاہِ کرامت خصال کے

اے سیدِ جلال کے خورشیدِ پرجلال — قربان جائیے ترے جاہ و جلال کے

تو شمعِ بزمِ خاص کہ پیدا کیا تجھے — صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے

گردوں بھی پست ہوگئے ہوا خوب منفعل — رتبہ کو دیکھا جب ترے اوجِ کمال کے

انجم جنھیں ہیں کہتے منجم یہاں کے — قطرے جبیں پہ ہیں عرقِ انفعال کے

اے شاطرِ زمانہ تصدق ہو پیلِ چرخ — شطرنجِ عشق میں ترے گھوڑے کی چال کے

دیکھا جو تیرے فیض کو جاری تو رہ گیا — دریا بھی منھ بھنور کے گریبان میں ڈال کے

جس دل پہ تو نگاہ کرے اُسکے سامنے — جامِ جہان نما ہے برابر سفال کے

ق

ہے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا جمال — روشن ہوا کمال سے قطبِ شمال کے

سنتے ہیں جان نثار ترے جب ترا ذکرِ خیر — گویا اذان کو سنتے ہیں منھ سے بلال کے

سر تا قدم ہیں شوق ترے طالبِ جمال — مشتاق روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے

ساعت بقدر روز ہے اور روز ہفتہ وار — ہر ہفتہ ماہ و ماہ برابر ہے سال کے

بیتاب اس طرح ہیں ترے اشتیاق مند — جیسے طیورِ تازہ گرفتار جال کے

مرغِ نظر کے ساتھ اُڑا جاتا ہے دل
مژگان سے دونوں بازوؤں پر پر نکال کے

جاتا ہے دوڑ دوڑ کے ہردم تری طرف
دھو دھو کے پاؤں پیچھے پیکِ خیال کے

شاہا یہ تیرا ذوق ہے امیدوارِ لطف
ہو حال پر نگاہ اس آشفتہ حال کے

تا جلد اسکا کوکبِ طالع سپہرِ عروج
آجائے سمت اوج پہ گھر سے وبال کے

کردے بہار نام سے اپنے اسے نہاں
جھونکوں میں آگیا ہے سموم ملال کے

دنیا میں زندگی کرے آرام سے بسر
ایمان اُسکے ساتھ ہو وقت انتقال کے

نکلے یہ صبح حشر تو رنگ اسکا جون شفق
ہو سرخ روئی سے محمد کی آل کے

قصیدہ نمبر ۶

در مدح ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم

پیری میں پر ضرور ہے جامِ شرابِ ناب
پائے فروغِ صبح نہ بے نورِ آفتاب

تائب نہ ہو تو اس سے کہ داڑھی ہوئی سفید
کر خوب سیر کہ یہ ہے سیرِ ماہتاب

ہے پیر دل خنک کی ہوا پر بقائے عمر
یہ برف وہ نہیں جسے رکھیں نمد سے داب

ہستی کا اپنے کر نہ بھروسا حباب وار
تعمیر بے بنا ہے یہ اور خیمہ بے طناب

آئی ہے جب سے قالبِ خاکی میں تیری جان
غافل پئے سفر ہے اُسی دن سے پا تراب

جو دم مزے سے گذرے غنیمت سمجھ کہ روز
گردش ہے آسمان کو زمانہ کو انقلاب

ہر بازی فلک پہ تو نوروز روز کر
رکھ آفتاب گنجفہ پہ سال کا حساب

حاصل ہے کیا ہنر سے دلا آئینہ کو دیکھ
جوہر سے دل میں کھتا ہے کس رنج و تاب

گر ہو سکے تو خاکِ درِ میکدہ ہو تو
اس خاکدان میں تا نہ ہو مٹی تری خراب

آسودگانِ کنج خرابات کے لئے
جانا بہشت تک بھی ہے دوزخ کا اک عذاب

یاں تک ہین بے دماغ نہ بولین گے منہ سے وہ — دیگا جواب نامۂ نکیرین کو جواب

رکھتا ہے چرخ اہلِ سعادت کو بدمذاق — گذران سے ہما کی سر روزیٔ کلاب

دیکھے جہان کو دیدۂ عبرت سے تو اگر — جامِ جہان نما ہے ہر اک کاسۂ حباب

ساقی جو تجکو عین عنایت سے جام دے — لے اور لگائے آنکھون سے پی جا اُسے شتاب

گر بے حساب جام پہ جام آئین تیرے ہاتھ — روزِ حساب تک تو پئے جا علی الحساب

مستی مین ایسا مطلعِ تازہ کوئی سنا — جامی بھی لکھے دل پہ جسے کرکے انتخاب

گلشن کو دے جو گریۂ مستانہ میرا آب
بیضون سے بلبلون کے ہو پیدا بطِ شراب

گلگونِ نشۂ مے گلگون پہ ہو مرا — پا بوسِ آسمان، دوشِ حلقۂ رکاب

مستی مری سکھائے اگر جھومنے کی طرز — ٹپکے ہمیشہ ابر سے مستی بجائے آب

بیہوشیون مین ہین مری وہ گرم جوشیان — ہوتے ہین جس سے طائرِ ہوش و خرد خراب

جاگ اُٹھین وہ جو خوابِ عدم مین ہین متنبہ — غفلت مین گر بلند ہو میری نفیرِ خواب

نہ پردۂ فلک کو اُٹھاؤن اک آن مین — ہو جاؤن مین جو عالمِ مستی مین بے حجاب

ہو وہ صعود یہ فلاطون مین خم نشین — کہہ بیٹھون گر نشہ مین کوئی حرفِ ناصواب

یہ ذہن کو ہے عالمِ مستی مین روشنی — ہر خشتِ خم ہے حکمتِ اشراق کی کتاب

ہر روز جامِ بادۂ روشن کا مجکو شغل — ہے مثلِ شغلِ آئینہ و شغلِ آفتاب

پرہیز میرا یہ ہے کہ تقویٰ سے ہے گریز — تقویٰ ہے میرا یہ کہ ہے توبہ سے اجتناب

لیکن ہے ابرِ رحمتِ باری سے دُرفشان — دامانِ تر مرا روشِ دامنِ سحاب

مداح ہون مین اُسکا کہ ہے جسکے دور مین — شیبِ زمانہ کے لئے کیفیتِ شباب

پیرِ فلک بنے ہے جوانِ سیاہ مست — ریشِ شعاعِ مہر پہ ہے ابر سے خضاب

مانندِ نافِ آہو اگر جام مین ہو خون — اُسکی شمیمِ فیض سے ہو جائے مشکناب

اُس شاہ کے نمِ کرم و بوئے خلق سے
ہر جا ہیں ہمسرِ فوارۂ گلاب

وہ بادشاہ جس کا بہادر شہ اسم پاک
ہے درجِ زمانہ کا یکتا دُرِ خوش آب

ظلِ الٰہ خسرو دیندار دین پناہ
شاہ وطن تباہ و خدیو فلک جناب

تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر کہ ہے
گنجِ ہزار فتح کی مفتاحِ فتح باب

روشن دلی سے اُسکی عدو تیرہ بخت ہے
وزدِ سیاہ کار کو آفت ہے ماہتاب

ہو مغزِ جانِ کافر نعمت کے واسطے
مطبخ میں اُس کے پستۂ مغز وہ ہر ذباب

ہے ابر میں بھی برق کا شعلہ مگر نہیں
اُسمیں دمِ وفورِ عطا گرمی عتاب

کج خلقی اُسکی طبعِ رواں میں نہیں ذرا
دریائے موج زن کو ہزار دن ہیں پیچ و تاب

پڑھتا ہوں میں وہ مطلعِ روشن حضور میں
جسکا نہ ہووے مطلعِ خورشید بھی جواب

شاہا تو وہ ہے نیرِ اعظم کہ آفتاب
کرتا ہے نور کو ترے سایہ سے اکتساب

تلوار تیری ہے وہ غضب برقِ کفر سوز
ہے جسکی آنچ آتشِ دوزخ کا التہاب

جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا
سرکش کو لکھ کے حرف بحرف آیتِ عذاب

ق

اللہ رے پاسداری اسلام و پاسِ شرع
اللہ رے تیری مصلحت اللہ رے احتساب

انگور زخم دل پہ نہ بدخواہ کے بندھے
اس خوف سے کہ ہوتی ہے انگور کی شراب

کیسا ہی مے پرست ہو مانندِ چشمِ یار
مقدور کیا کرے قدحِ مے کا ارتکاب

ملکہ نہ لے دعاء قدح کا بھی تجھ سے نام
بالفرض گر وہی ہو دعاؤں میں مستجاب

شاہا تری حمایت و دولت کے سایہ میں
کنجشک رشکِ باز ہے رشکِ ہما غراب

کرتا ہے روز و شب کو برابر شہنشہا
تعدیلِ عدل سے تری میزان میں آفتاب

خورشید شیر پنجہ جو کھینچتا ہے تیغ
چاہے ہے شیر جنگ یہ تجھ سے ہی خطاب

لکھے تو تیرے نام سے شیریں کو شہد کیا
یہ شربتِ مفرحِ شاہ و مئے ذباب

ق

چالاکی ہے وہ توسنِ چالاک مین ترے | شوخی ہے چشم یار مین عاشق مین اضطراب

کاوے مین یون وہ جیسے کہ طاؤس وقتِ رقص | اڑنے مین یون وہ جیسے کہ پرواز مین عقاب

چمکائے ایک ذرا سرِ میدان جو تو اُسے | بے پر ہوا پہ جائے وہ جون ناوکِ شہاب

کرتا ہے یون ثنا کو دعا پر اب اختصار | یارب دعائے ذوق ہو مقبول و مستجاب

تا عید و عیدگاہ ہو اور خطبہ و منار | تا خطبہ و منار سے منظور ہو ثواب

ہر سال تجکو عید ہو فرخ بعز و جاہ
ناکام ہون عدو ترے اور دوست کامیاب

قصیدہ نمبر ۱۲

در مدح ابوظفر بہادر شاہ مرحوم

ساون مین دیا پھر مہ شوال دکھائی | برسات مین عید آئی قدح کش کی بن آئی

کرتا ہے ہلال ابروے پرخم سے اشارہ | ساقی کو کہ بھر بادہ سے کشتیِ طلائی

ہے عکس فگن جامِ بلورین سے مے سرخ | کس رنگ سے ہون ہاتھ نہ میکش کے حنائی

کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشین | ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اُڑائی

یہ جوش ہے باران کا کہ افلاک کے نیچے | ہوئے نہ ممیز کرۂ ناری و مائی

پہنچا فلک لشکرِ باران سے ہے یہ زور | ہر نالہ کی ہے دشت مین دریا پہ چڑھائی

ہو قلزم عمان پہ لب جو تبسم | تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی

ہے کثرتِ باران سے ہوئی عام یہ سردی | کافور کی تاثیر گئی جو زمین پائی

سردی حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک | معشوق کا گر ہاتھ مین ہے دستِ حنائی

عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیرِ ہوا سے | گردون پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی

کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم | ہے مدرسہ مین بھی سبق صرف ہوائی

خالی نہین مے سے رد تس دانۂ انگور
زاہد کا بھی ہر دانہ تسبیح ریائی

جو آئینہ دل ہے وہ عاشق کی بغل مین
گویا کہ ہے مینائے مئے کاہ ربائی

کرتی ہے صبا آکے کبھی مشک فشانی
کرتی ہے نسیم آکے کبھی لخلخہ سائی

تھا سوزنئے خار کا صحرا مین جہان فرش
سبزہ نے وہان مخمل خوش رنگ بچھائی

آرائش گلشن کے لئے جامۂ رنگین
زیبائش غنچہ کے لئے تنگ قبائی

ہے نرگس شہلا نے دیا آنکھ مین کاجل
برگ گل سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی

ابرو پہ کرے قوس و قزح وسمہ تو خورشید
سرخی شفق سے کرے ریش اپنی حنائی

رخسارۂ گلچین کا ہے سرخی سے یہ عالم
جون وقت غضب چہرۂ ترکان خطائی

کیا ساغر رنگین کو کیا جلد مہیا
نرگس نے تو سرسون ہی ہتھیلی پہ جمائی

ہوتی متحمل نہین اک ساغر گل کی
شاخ گل احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجاز نوا سنجی مطرب سے چمن مین
ہر خار کی ہے نوک زبان شعر نوائی

حیرت کی نہین جائے کہ دیوار چمن پر
ہر طائر تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا ترے جلوہ سے ہے یہ عید کی رونق
عالم نے تجھے دیکھ کے ہے عید منائی

کہتے ہین مہ نو جسے ابرو نے وہ تیری
کی آئینۂ چرخ مین ہے عکس نمائی

پرتو سے ترے جام مئے عیش سر بزم
لے ساغر جمشید کرے کار روائی

ٹپکے لب ساغر سے وہ قطرہ کروی شکل
ہو مثل فلک جس مین تماشائی خدائی

کیا علم سمائے ترا سینہ مین فلک کے
دریا کی کہان ہو سکے کاسہ مین سمائی

پڑھتا ہون ترے سامنے وہ مطلع موزون
احسنت کہین سن کے بہائی و سنائی

یون کرسئ زر پر ہے تری جلوہ نمائی
جسطرح کہ مصحف ہو سر رحل طلائی

رکھتا ہے تو وہ دست سخا سامنے جسکے
ہے بحر بھی کشتی بکف از بہر گدائی

گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لاوے	رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہنمائی
تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر	دشمن کی ترے ہو نہ کبھی عقدہ کشائی
خورشید سے افزون ہو نشانِ سجدہ کا روشن	گر چرخ کرے در کی ترے ناصیہ سائی
عکسِ رخِ روشن سے ترے جون یدِ بیضا	کرتا ہے کفِ آئینہ اعجاز نمائی
کرتا ہے تری مدرسد النقدِ سعادت	ہے مشتری چرخ کی کیا نیک کمائی
اک مرغِ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ نہ چھوڑے	گر سر بہوا ہووے ترا تیرِ ہوائی
ہر کوہ اگر کوہِ صفا ہو تو عجب کیا	ہو فیض رسان جب ترے باطن کی صفائی
ہو بلکہ صفا ایسی دلِ سنگِ صنم مین	ہر بت مین کرے صورتِ حق جلوہ نمائی
ہر شعرِ غزل مین ترے معنی شفا مین	قربان غزل کے تری دیوانِ شفائی
مانع جو ہوا دست درازی کو ترا عدل	پروانہ کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی
زنجیر مین جوہر کے رہی تیغ ہمیشہ	خونریز کو ہو عہد مین تیرے نہ رہائی
دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمونِ ثنا مین	ہے ذہنِ رسا کو یہ کہان اس کی رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسندِ شاہی پہ کرے جلوہ نمائی

قصیدہ نمبر (۱۳) اکبر شاہ ثانی کی مدح مین ہے مگر مطلع ثانی نہین پائی

شاہا جمال حسن کا تیرے لکھوں مین وصف کیا	ظاہر مین تو ظلِ خدا باطن مین تو نورِ خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اسقدر بہجت فزا	روے مقدس کو ترے جسنے کہ دیکھا یہ کہا

صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ

انوارِ عرفان سے ترا سینہ ہوا ایسا ہے صاف	جسکی پہنچتی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف

خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہان مقدورِ لاف — کرتے ہین دونو روز و شب آکر ترے در کا طواف

اے قبلۂ روشن دلان اے کعبۂ اہلِ صفا

ہے تیری فرّ و فر ہی فرِّ فریدون کا نشان — نصفت کو تیری دیکھکر کسریٰ کی بھی ہو کسرِ شان

تو وہ سکندر قدر ہے اے فخرِ شاہانِ جہان — تیرے ضمیرِ پاک کو پہنچے ہے جامِ جم کہان

وہ جام ہے گیتی نما یہ آئینہ ہے حق نما

تیری بہارِ لطف سے ہر دشت ہے رشکِ چمن — پیدا ہون خارِ خشک مین گلہائے نسرین و سمن

تیرے سحابِ فیض سے اے ظلِّ ربِّ ذو المنن — جس جا کہ موجِ ریگ ہو بحرِ روان ہو موجِ زن

اور دامنِ ہر موج مین لاکھون ہون دُرِّ بے بہا

اللہ رے دریا دلی تیری دم جود و کرم — ہے دل ہی دل شاہنشہا تو سر سے لیکر تا قدم

آگے تری بخشش کے ہے دریا کہین رشحے سے کم — تو بخشدے اک آن مین سو گنجِ دینار و درم

پیسہ بھی دے سکتا نہین وہ فلسِ ماہی کے سوا

جس پر عنایت ہو تری اسکو نہین پروائے زر — جسکا کہ حامی تو ہو کیون اسکی شکستہ ہو کمر

اللہ نے تجھکو کیا بیچارہ گان کا چارہ گر — اے خسروِ والا گہر تیرے تلطف کی نظر

ہے مفلسون کو کیمیا ٹوٹے دلون کو مومیا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسروِ والا نگاہ — اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ

جب تک زمین پر ہے فلک اور ہین فلک مہر و ماہ — فرّخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا با عز و جاہ

بدخواہ تیرا ہو سدا رنج و الم مین مبتلا

قصیدہ نمبر ا

واہ واہ کیا معتدل ہے باغِ عالم مین ہوا — مثلِ نبضِ صاحبِ صحت ہے ہر موجِ صبا

پھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم بادِ بہار — بن گیا گلزارِ عالم رشکِ صد دار الشفا

ہے گلون کے حق مین شبنم مرہم رحم جگر
ہوگیا سو قوف یہ سودا کا بالکل احتراق
ہوگیا زائل مزاجِ دہر سے یانتک جیون
ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا مین کہین
ہر مزاجِ بلغمی مین ہوتی ہے تولیدِ خون
نام کو اشیاء مین نہ تلخی رہی نہ سمیت
کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے نہ قوم
نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین
راحت و آرام کا اس دور مین ہے دور دور
موتیا بند آنکھ مین اپنی جو رکھتی ہے صدف
آگیا اصلاح پر ایسا زمانہ کا مزاج
نسخہ پر لکھنے نہین پاتا ہو الشافی طبیب
فرق جاتا یانتک اعضائے بدن سے درد کے
لاغرون کو ہو کمال تاب و طاقت یہ شباب
صبح صادق کے ہے گو سر مین سفیدی آگئی
بھوک کی شدت سے اسکو یک نفس فرصت نہو
رات بھر لوٹ گیا انجم کے دانہ چرخ پیر
پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانہ مین
کوس پھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے
ہضم کامل اس قدر معدہ نے پہنچایا بہم

شاخِ بشکستہ کو ہے باران قطرہ مومیا
لالہ بے داغ سے پانے لگا نشو و نما
بیدِ مجنون کا بھی صحرا مین نہین باقی پتا
برگ مین ہر نخل کی سرخی ہے جون برگِ حنا
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہین ہے کہربا
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا
بنگئی تریاک افیون زہر میٹھا ہوگیا
کیا عجب گر آب حنظل دیوے شربت کا مزا
کام مین افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا
چاہتے واقف نہو دورانِ سر سے آسیا
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہین حرف دوا
کہتا ہے بیمار بس کر مجکو بالکل ہے شفا
درد کے جو حرف ہین وہ آپ ہی ہین سب جدا
کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب مین ہو بدر الدجا
لیکن اس پیری مین بھی صادق ہے ایسی اشتہا
قرص سے خورشید کی جب تک نہ کر لے ناشتا
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم مین کچھ نہ تھا
لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکارین کرنا
جون حباب اسکے نہین مطلق شکم مین امتلا
جیدِ الکیموس ہے جو حلق سے اتری غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریبِ اعتدال
ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بخطِ استوا

رکھے گا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس
بانعِ عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا

دیگا طاؤس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو
پھینک دیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن میں نہیں ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو
جبکہ ہو اُسکی نوید غسلِ صحت جانفزا

وہ ولیعہد زمان مرزا محمد[۲] بوظفر
اُسکی قوت گر ضعیفوں کو بناوے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہیں برگِ زرد
ہوں مقویٔ دل و جاں مثلِ اوراقِ طلا

شادیِ صحت سے اُسکے آج ہو کر شاد و شاد
تہنیت خوانی میں ہیں سرگرم سب مدحت سرا

میں بھی اُس رشکِ چمن محفل میں وہ مطلع پڑھوں
بلبلِ تصویر سنکر بول اُٹھے مرحبا

مطلع

آج ہے عالم میں وہ روزِ سعادت انتما
دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جان بخش صحت ہے ترا امار السحیات
جس سے جوں سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری حبابیں چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کے ترے
ہوں دُرِ خوشاب پیدا اسقدر قوت فزا

ہو جنہیں استعمال یاقوتی میں وہ موتی اگر
بخشتے پیرانِ کہن کو نوجوانوں کے قوا

جسم کو مل مل کے دھویا تونے جسدم وقتِ غسل
گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدو کے سنگدل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگِ پا

خوردۂ گل کو صبا لائی تصدق کے لئے
دے گیا ابرِ بہاری نذرِ دُرِ بے بہا

شادیِ صحت کا تیری کیا کہوں عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑے ہے تارِ شعاع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم میں پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جوں موجِ تبسم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

بزمِ تصویرات فانوس خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگان ہے زیر گردوں جابجا

کر رہا صحنِ چمن ہی مین ہے کیا طاؤس رقص
آشیانہ مین ہے رقصان طائرِ قبلہ نما

خانہ ہاے چشم مین بھی پتلیون کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

چھوٹی آتشبازی ایسی جسکی گلکاری کو دیکھ
رات کو کہتے تھے آپس مین ثریا و سُہا

صنع آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگِ پارس سے کہین بارود کو پیسا تھا کیا

ہوگئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گلریز سے
ریزۂ فولاد نکلے بنکے گلہاے طلا

گنج چھٹتے تھے ستارون کے عجب انداز سے
ماہ پارون کا تھا گویا خندۂ دندان نما

منہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے مہتاب ہو
عازہ سے ہرچند چمکے رنگِ روے مہ لقا

برج جو اُڑکر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے روبرو
جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہین رتبہ رہا

ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف مین
ذوق کہتا ہے اُٹھاکر ذوق مین دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیٔ مطلق تجھے
جو ترے بدخواہ ہون وہ رنج مین ہون مبتلا

قصیدہ نمبر ۳

شب کو مین اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت
نشۂ علم مین سرمستِ غرور و نخوت

مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے
تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت

ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو
تھا مرا ذہن نہ محتاج حصولِ صورت

جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
عقل کو تجربہ کی اتنی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجکو نتیجہ سے نہ تھا شکل سے کام
تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت

ذہن مین سب مرے حاضر صورِ علمیہ
پر جتانی مجھے منظور نہ تھی علمیت

چار و ناچار جو ترغیب سے یاروں کی کبھی
درس تدریس پہ آجاتی تھی مجبور رغبت

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف میں صرف
کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے محویت

کبھی منطق کو تفوق یہ مرے ناطقہ سے
تحتِ حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحتِ حکمت

کبھی میں کرتا تھا تصریح معانی و بیان
کبھی میں کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت

کبھی تقسیم فرائض کبھی تفہیم اصول
کبھی تعلیم عقائد بہ کتاب و سنت

کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا
کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم
کبھی مثل متکلم مجھے پاسِ ملت

کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سماء انشقت

کبھی انکارِ قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل
کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سو حجت

حشرِ اجساد میں تھا گاہ تردد مجھ کو
کبھی تھی عالم برزخ میں مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویرِ فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطحِ زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت

کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم
کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول
کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت

کبھی میں حافظ قرآن بعلم تفسیر
کبھی میں قاری قرآن بعلم قرأت

کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت

کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریح علاج
کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیح لغت

کبھی میں لون سے بینندۂ بیمار و صحیح
کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوت

گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے
گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت

کبھی مشائیوں سے کرتا تھا میں ہمسری
کبھی لیجاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت

کبھی میں نفی حقائق میں تھا سوفسطائی
کبھی میں معتزلی باعث رد رویت

کبھی مین جبری و مجبور بعقل و تدبیر
کبھی مین قدری و مختار بقدر و طاقت

گہ ملاحد کی تھی تردید کلام الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت

جون مہندس کبھی مالوف بشکل و مقدار
جون محاسب کبھی مصروف بضرب و قسمت

کبھی حرفون سے تھا مطلوب مثال جفار
کبھی کچھ نقطہ سے مقصود تھا رمال صفت

خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکل داخل
شکل خارج تھی کبھی داخل بیت غربت

کبھی کرتا تھا قران سہ و زہرہ پہ نظر
کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت

کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ طلسم
کبھی تجویز زکوٰۃ اور کبھی قصد دعوت

کبھی تھا علم قیافہ مین یہ ادراک مجھے
ایک صورت سے بیان کرتا تھا مین سیرت

کبھی مین رہتا سرودی مین تھا ایسا مشغول
کہ نہ تھی ایک نفس ضبط نفس سے فرصت

سیمیا سے کبھی تصویر کش موہومات
کیمیا سے کبھی مین زرکش گنج دولت

کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس
کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

کبھی مین قرب فرائض سے تھا عالی درجہ
کبھی مین قرب نوافل سے تھا والا رتبت

ماہر موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چارون سمت

کبھی مین شاعر غرا و ادب دان بلیغ
نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروضی کا بھی مین قافیہ تنگ
طبع موزون کی دکھاتا تھا جو موزونیت

کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف مین نظر میری سر ہر آیت

کبھی زرتشتیون مین ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند مین کرتے تھے مری تبعیت

کبھی یہ آگہی شاستر و بید پران
کرون اک بات سے پنڈت کی کتھا مین کھنڈت

کبھی مین حل معما و لغز مین ذی ہوش
کبھی اخبار و تواریخ مین صاحب خبرت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر
عاقبت پایا تو یان جہل کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

فائدہ کیا کہ جو دیکھے کتب ہر مذہب　　فائدہ کیا جو ہوئی آگہی ہر ملت
عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا　　کہ ہر شکل ہو ایک تازہ محل صورت
یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو　　ہیکل روم سے بتخانۂ چین تک حیرت
بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر　　دور آئینۂ دل سے ہو نہ زنگِ کلفت

پڑھوں اک مطلع برجستہ میں اس موقع پر
جس کو سنکر کہیں احسنت سب اہلِ فطنت

گر نہ دے صاحب جوہر کو مقدر عزت　　جوہر فرد ہے بالغرض تو کیا بے قسمت
کیا ہوا علم معقولہ سے اگر کیف کی ہے　　لیک بے یاوری بخت نہیں کیفیت
قاضی چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے　　مثل دہقانِ فلک رکھتے ہیں طالع نکبت
دورِ گردون نہ موافق ہو تو ہو اور خفیف　　جزء اثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت
آگے برگشتگی بخت کے چلنے کی ہیں　　نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت
گو فصاحت میں تو سحبان ہے دے بے تقدیر　　حرفِ مطلب پہ زبان کو ہو تری سو لکنت
گو ریاضی میں ہے صناع اگر بخت ہیں بد　　نقش باطل ہے تری شکل وہ جس میں صنعت
کیا ہوا جانا اگر مسئلہ بیز و منار　　پستی بخت سے تجھکو جو نہیں ہے رفعت
کام تقویم سے آئے نہ تری اصطرلاب　　طالع بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت
علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزار نصیب　　پور سینا ہے تو کیا سینہ میں خون ہے حسرت
سو دوائیں ترے نسخہ میں ہوں پر بے تقدیر　　نہ ہو بالخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت
علم نیرنج سے گو بووے تو نخل نارنج　　بے مقدر نہ ہو حاصل ثمرِ خوش لذت
علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ بھی　　بخت بد سے ہوا مستوجب رجم و لعنت
ہوا مسجود ملائک یہ ظلوم و جہول　　یعنی انسان قوی بخت و ضعیف الخلقت
گو تصوف سے ہو تو صوفی سجادہ نشین　　بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرقِ عادت

علم ہے لاکھ ہو شیخی پہ تری بے تقدیر — نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت
یہ مقالات مثالِ قصص مصنوعہ — ہوئے یکبار جو افسانۂ خوابِ غفلت
لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب میں ہون — کہ مجسّم نظر آئی ہے نویدِ بہجت
اللہ اللہ رے حُسن اُسکا کہ سرتا بہ قدم — تھا وہ خالق کا تماشاے ظہورِ قدرت
یاد کرتا قدِ رعنا کو ہے اُسکے زاہد — دمِ تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت
چشمِ وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو — چشمِ آہو سے ہرن نشۂ جامِ وحشت
دلِ شامت زدہ کے درپے تدبیرِ ہلاک — زلفِ واژون تھی وہ رخسار پہ واژون قسمت
آتشِ حُسن سے اک شعلۂ سرکش بھی — موجۂ دودِ لطیف اُسکی بھوونکی حالت
فوجِ مژگان وہ بلا ہو کہ صف آرا ہو کرے — دستِ بیداد سے یکدست جو عالم غارت
چاہِ بابل وہ ذقن اور دھوان زلف کا عکس — دل گرفتارِ عذاب اسمین ہو ہاروت صفت
لعلِ شیرین کی حلاوت پہ جو دے جان عاشق — تو دمِ نزع بھی عناب کا چاہے شربت
نہ دمِ شرم تبسم سے لب اُسکے خوگر — نہ تغافل سے اُن آنکھونکو نگہ کی عادت
کھولدے معنیِ معدوم کمر کی جنبش — وا کرے عقدۂ موہوم لبون کی حرکت

شوخی و ناز کی تعریف مین اُسکی مطلع
وہ پڑھون مین کہ جسے سُنکے ہو دل کو فرحت

شوخی اُس چہرہ مین یون گلمین ہو جیسے حمرت — ناز یون چشم مین نرگس مین ہو جیسے نکہت
لبِ پان خوردہ کی شوخی کے ہے آگے کیا بات — گر لگا دے وہ مسیحا پہ بھی خون کی تہمت
نازک اندام وہ اور سنگدل اُن سے بھی ہو — آیا جن سنگدلون کے لئے ہے ثُمّ قَسَتْ
سیمی سینہ پہ نہ تھی چادرِ پس پشت کا عکس — نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت
چینئی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم — ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین چنپت
اللہ اللہ رے تری تمکنت اُف رے تمیز — واہ رے تیرا تجنّتر تری ایل بے نخوت

قہر انداز بلا ناز قیامت طناز
جابجا عالمِ مستی مین قدم کو لغزش
آکے اُس رشکِ مسیحا نے کہا بالین پر
شورِ تلخی سے نہ اتنا نمک افشان ہو کہ ہو
کیا سبب ہوتا کدورت سے نہین کیون خالی
بزمِ ہستی مین تو ہنس بول رہیگا کب تک
آتشِ دل سے ترے گوشۂ تنہائی مین
وقت ضائع نہ کر اُٹھ بسترِ اندوہ سے تو
فکرِ باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے
دیکھ تو کیا افقِ مشرقِ انوار سے ہے
ادہمِ لیل سرِ عرصہ ہے برگشتہ عنان
جانبِ شرق ہے نوری فلقِ بال کشا
صحنِ مینائی پر اک سبز پری کا عالم
نکہتِ گل جو ہوا مین تو ہوا عطر فشان
کھلے ہی جاتے ہین سب غنچہ نہ ہے جوشِ نشاط
آج یہ جوش پہ ہے رحمتِ باری کہ کہین
طفلِ نو مشق کی مشقی کی طرح سو سو بار
کہے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک
قل ہو اللہ کا قلیا ہوئی زاہد کی تمام
اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند
نغمہ برلب کہین مطرب پسرِ زہرہ جبین

سحر چشمک ستم ایجاد کرشمہ آفت
دمبدم نشۂ صہبا سے زبان کو لکنت
لاتنم قم کہ یہ غافل نہین وقتِ غفلت
بادۂ میکدۂ عیش کی گم کیفیت
دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح یک ساعت
صورتِ شمعِ سحر سوختہ ردی صورت
بیکلی شعلۂ جوالہ کمند وحدت
چل درِ میکدہ تک ہے حرکت سے برکت
ہے تجھے مثلِ سحر یک دو نفس کی مہلت
جلوہ افروز رخِ بانوے صبحِ عشرت
اشہبِ یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت
جانبِ غرب ہے پروازِ غرابِ ظلمت
شفقِ صبح پر اک لال پری کی حالت
تازگی گل کو چمن مین تو چمن کو نزہت
لوٹے ہی جاتے ہین گل بل بے ہنسی کی شدت
نہ رہی کلفتِ عصیان سے جہان مین ظلمت
دھوئے مستون کے سیہ نامہ کو ابرِ رحمت
ملنگے گر بادہ تو زہدِ کہن کی قیمت
سنتے ہی قلقلِ مینائے شرابِ عشرت
چھیڑین گر تار کمر ریح کا تو ہو پیدا وحدت
جام در دست کہین مغبچۂ مہ طلعت

لیکے انگڑائی کہیں ہنسنے لگی رام کلی
اُٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی للت

چشم سرمست سے نازین کا جیل پھیلا
لب بیگون پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت

بے نمک آیا نظر حسن مہ و انجم چرخ
ہو گیا زرد رخ شمع و چراغ خلوت

چونکے مرغ سحری عرش سے آوازِ خروس
ہو گئی خواب کو آوازۂ کوس رحلت

باغِ عالم میں ہیں مرغانِ اُولی اجنحہ تک
مثلِ مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت

وہی ہے مسجد میں موذن کے اذان بہر نماز
باوضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بتخانہ سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

اُٹھے میخوار صبوحی کے لئے لیکے سبو
کہ عداوت ہے اگر کیجیے ترک عادت

اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند
ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحرِ عید ہے کر عید کا سامان نشاط
روز شادی کی ہے آمد شبِ غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش میں لیکر تجھکو
کہے طوبیٰ لک ہر شاہد طوبیٰ قامت

اب ہیں بیدار ترے بخت مددگار نصیب
اب قوی ہیں ترے طالع تری یاور قسمت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کے تو
دور میں جسکے ہے ہر صبح صباحِ دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف
خسرو جم خدم و داور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرعِ نبی ماحی شرک و بدعت

حکم شرعی سے کرے سلب وہ حلیۂ شوق
مرد مجذوب سے گر ترک ہو ستر عورت

کون اُسکا نہیں وصافِ صفاتِ نیکو
کون اُسکا نہیں سرگرم ثنا و مدحت

سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
مطلع صبح کو ہو سامنے جسکے خجلت

مصحفِ رخ ترا اے سایۂ رب العزت
کھول دے معنی اتممت علیکم نعمت

ترا دروازۂ دولت ہے مقامِ امید
تیرا دیوانِ عدالت ہے محلِ عبرت

تیرا احسان بہار چمن صد رد نق
تیری نیت چمن آرائے ہزار امنیت

تیرے عشرتکدہ میں بار کسے غیر نشاط
تیری خلوتکدہ میں دخل کسے جز طاعت

صفوۂ علم پہ جز جبیں سے تو ہم رانو
محملۂ عیش میں ناہید ہے تو ہم صحبت

ماہ تو ایک فلک بر ترے نو بر دوں میں
تو فلک نوکر دیں میں ترے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام
طاقۂ اطلس گردوں ترا وقف خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل
عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

ذہن عالی ہے ترا طائر شاخ سدرہ
طبع رنگین تری گلچین ریاض جنت

تیرا افضال جہان کے لیے برہان کرم
تیرا اکرام زمانہ کو دلیل رحمت

علم ظاہر سے ہے یکسان تجھے وہ نزدیک
نور باطن سے برابر ہے حضور و غیبت

ذہن صافی ہے ترا پردہ در معنی غیب
مو شگافی ہے تری کوہ شگاف دقت

عقل میں شمس ہے تو علم میں کان گوہر
فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہ رحمت

تیری تدبیر پراز دفتر ہوش فرہنگ
تیری شمشیر پراز جوہر فتح و نصرت

دعوت صدق پہ لائے تری ایمان تصدیق
دست ہمت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کے محبوب
تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت

عزم کو ہے ترے ہر عزم میں عزم بالجزم
قصد کو ترے ہے ہر قصد میں قصد سبقت

قوت روح ملائک چمن قدس میں ہو
ذات قدسی کا تری عطر قبائے عفت

کیا اللہ نے جب تجھا ولی نعمت خلق
کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت

نطق شیریں سے تری عام حلاوت ہو اگر
ثمر تلخ ہو حنظل کا سیوے شربت

شوکت عقرب جرارہ کے مانند ہے
دل حاسد میں خلش گر ترا رشک شوکت

رطل شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ
ہٹے البرز ہو گر گرز کی تیرے ضربت

سر کشف دار چھپاتا ہے فلک زیر سپر
کیا غضب ہے تری شمشیر غضب کی ہیبت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر — کشتیٔ نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت
وہ تری تیغ کی بُرّش ہے کہ سایہ جسکا — کردے اکرم میں ہیولے سے مفارق صورت
تیرا بدخواہ رہے حرز سے یا تنگ محروم — دین نہ تعویذ اُسے تا بہ نشانِ تُربت
آسیا وار پھرے کیوں نہ فلک گرد زمین — تیرے توسن کی جو کاوے کی اُسے آجائے پھرت
کیا ترے فیل کی اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے — ابر رفتار جبل پیکر و گردوں رفعت
اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلیٰ کی مثال — تو ہیں دندان صفا ساعدِ سلمیٰ کی صفت
کیا عجب گر ہو تپ لرزہ ہیبت سے تری — نبض کیطرح رگِ سنگ میں پیدا حرکت
آب باران کرم تیرا ہے وہ شربتِ خضر — برسے لالہ پہ تو افیون میں نہو سمیت
عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی — عدل سے تیرے جو موقوف ہے رسم رشوت
عہد میں تیرے عجب کیا سرِ داغِ دلِ شمع — شعلہ میں مرہم کافور کی ہو خاصیت
بچۂ گربہ سرِ بچۂ موش و کنجشک — ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت
دورِ انصاف میں گر تیرے ہو کشتہ سیاب — تو بلاشبہ پڑے دینی حہتوس کو دیت
دیا اللہ نے وہ قلبِ بصفا تجھ کو — اے شہنشاہ صفا ذہن و سراپا صفوت
فردِ تفصیل حوائج ہے رخِ حاجت مند — عرضِ حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت
عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم — کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہے ظاہر وحدت
لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیم اخلاق — تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشکِ تبت
منتہی ہوں نہ کبھو تیرے صفات نیکو — گر بیاں کیجے تا حشر صفت بعدِ صفت
ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن — کہ زباں کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت
عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں — باشکوہ و حشم و جاہ و نعم و صحت
خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہوں رنگِ نشاط — اور بدخواہوں کے رخسار پہ اشکِ حسرت

قطعہ در تہنیت جشن نوروز

خسروا اُس کے ترا فرّخ دہ جشن نوروز
آج ہے بلبل تصویر تلک زمزمہ سنج

جرعۂ عیش تری دی ہے چمن کو جا کر
زرِ گل پیک صبا پائے نہ کیونکر پا رنج

بادۂ جوش جوانی کی ہے گویا اک موج
تن پیران کہن سال پہ ہر چین شکنج

چند قطرہ سے ہیں شبنم کے وہ بلکہ کمتر
آگے ہمت کے ترے گوہر شہوار کے گنج

حسن نیت سے ہے تو یوسف مصر بخشش
دست حاتم میں بجا ہے کہ جو دیں تیغ و ترنج

شش جہت پر ہے جو غالب ترا سرپنجۂ امن
فتنہ کو اُٹھنے میں جوں نرد ہے کیا کیا شش و پنج

نہ بجھے آب سے آتش نہ حسن آتش سے جلے
ایک سے ایک موافق کہ مرجان و مرنج

تیرے منصوبہ کے تابع ہیں سب احکام نجوم
صفحۂ تقویم کا گویا ہے بساط شطرنج

لایا ہے معنی رنگیں سے یہ لعل خوش رنگ
ذوق جو مدح و ثنا میں ہے ترے گوہر سنج

خسروا ہوتا ہے اس رنگ سے معلوم یہ رنگ
رنگ نوروز جو ہے اب کے برنگ نارنج

بزم رنگیں میں تری رنگ طرب تا ہے ہر روز
اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

قصیدہ نمبر ۵

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامہ سے تحریر نغمہ جائے صریر

زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آوازِ خوشتر از بم و زیر

ہوا یہ باغ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلید قفل دل تنگ و خاطر دلگیر

کرے ہے وا لبِ غنچہ دو ہزار سخن
چمن میں موجِ تبسم کی کھول کر زنجیر

کچھ انبساط ہوائے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر

قفس میں بیضہ کے بھی شوق نغمہ سنجی سے
عجب نہیں کہ ہو مرغ چمن بنالہ صفیر

اثر سے باد بہاری کے لہلہاتے ہین
زمین پہ ہمسر سنبل ہے موج نقش حصیر

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم فشان
تو سبز فیض ہوا سے ہو وہ برنگ شجیر

زمین پہ گرتے ہی سے آگئے دانہ برگ و ثمر
جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

نہ خار دشت ہے نرمی مین خواب مخمل ہے
ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہے تار حریر

ہوا مین ہے یہ طراوت کہ دود گلخن بھی
برستا اٹھتا ہے آتش سے مثل ابر مطیر

یہ آیا جوش مین باران رحمت باری
کہ سنگ سنگ مین سنگ یدہ کی ہے تاثیر

ہر ایک خار ہے گل ہر گل ایک ساغر عیش
ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب
ہر ایک گھر گہر شب چراغ پر تنویر

کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ
کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکر و شیر

سنوارتی ہے جو شام اپنی زلف مشکین کو
سواد مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

نہال شمع سے ہر شب چنے گل شبو
بہار عیش مین گلچین کی طرح سے گلگیر

ہنسے چراغ تو ایسی ہنسی مین پھول جھڑین
حیا سے رنگ گل آفتاب ہو تغییر

رہے ہے چرخ پہ ہر صبح جون صبوحی کش
باین درازی ریش آفتاب ساغر گیر

عجب نہین ہے کہ آرائش زمانہ سے
حنائی پنجہ ہوں تاک و چنار و بید و انجیر

چمن مین ہے یہ درختان سبز پر جوبن
کہ زہر کھاتے ہین سبزان خطۂ کشمیر

نہ کیونکہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھون مطلع
کہ آتی ہے نظر اک قدرت خدائے قدیر

ظہور نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر
نسیم نکہت گل اطہر و لطیف و خبیر

شمیم حبش سے ہے یہ زمانہ عطر آگین
کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

حمل سے حوت تلک جابجا ہین تصویرین
بنا ہے عالم بالا بھی عالم تصویر

جہات ستہ سے بزم جہان ہے وسعت خواہ | کہ ہے ہجوم نشاط و سرور جمِ غفیر
زمانہ دشمنِ عشرت کا اس قدر قاتل | مہِ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر
ہوا ہے مدرسہ یہ بزمگاہِ عیش و نشاط | کہ شمسِ بازغہ کی جا پڑھیں ہیں بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ | نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر
زمین میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز | کہ لائے مے سے ہو دیوار قہقہا تعمیر
دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسلِ صحت نے | ضمیرِ خلق سے اے بادشاہِ پاک ضمیر
عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثلِ نبضِ صحیح | کرے اگر حرکت موجِ چشمۂ تصویر
شہنشہا ترے یمنِ شفائے کامل سے | جو لاعلاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر
کہ چوبِ گل کو اگر مارین بیدِ مجنون پر | تو صورتِ بشر ہوشمند خوش تقریر
اشارہ فہم ہوا ایسا کہ وہ بیان کرے | زبانِ برگ سے گونگے کے خواب کی تعبیر
یہ میل کحلِ بصارت ہو کلکِ خطِ غبار | تو چشمِ دائرہ عین بھی ہو چشمِ بصیر
نہ موجِ مے کو ہو پیچش نہ شیشے کو ہچکی | گئی جہان سے یہ بیماری فواق و زحیر
نہ برق کو تپِ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام | نہ آب میں ہو رطوبت نہ خاک میں تبخیر
بدل گئی ہے حلاوت سے تلخیِ دارو | شرابِ تلخ بھی ہو مسکتون کو شکر و شیر
قوی ہے قوتِ تاثیر سے دوا کے طبیب | غنی قبول کی دولت سے ہے دعا کے فقیر
ق
شکستِ دلکو ترے یمن تندرستی سے | کرے درست اگر مومیائیے تدبیر
تو موئے کاسۂ چینی کو چارہ سازِ قضا | نکالے کاسۂ چینی سے مثلِ موئے خمیر
کھجائے سر جو کبھی مفسدانِ سرکش کا | علاجِ خارشِ سر ہو بناخنِ شمشیر
بنا ہے نقش شفاخانۂ ہزار شفا | ہر ایک خانۂ تعویذ صاحبِ تکسیر
ہر ایک اسم عزیمت میں اسمِ اعظم ہے | ہر ایک نسخۂ شفا میں ہے نسخۂ اکسیر
رہا نہ کوئی گرفتارِ رنج عالم میں | چھٹے جو تیرے تصدق میں مجرمانِ اسیر

شہا ہے دم سے ترے زندگانی عالم
یہ تیرا دم ہے وہ اعجاز عیسوی تاثیر

مثال خضر تو اے رہنماے ملت و دین
جہان مین پیر ہو پر ہو کہ امتون سے پیر

تو وہ ہے حامئ دنیا و دین زمانہ مین
کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دین کو توقیر

کیا شہان سلف نے مسخر ایک جہان
کیے ہین تو نے شہنشاہ دو جہان تسخیر

سحر سے شام تلک زر فشان ہے پنجۂ مہر
نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنج خطیر

فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر
نشان سجدہ ہے زیب جبین ماہ منیر

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہان کہن
کہے نہ کوئی دو شنبہ کو بھی جہا نین پیر

حیات بخش جہان تیرا مژدۂ صحت
جو بخشے خلق کو عمر طویل و عیش کثیر

ہزارون سال سر سر صدی نکالے دانت
ہنسین اجل پہ جوانون کی طرح مردم پیر

جہان کو یون تری صحت کے ساتھ صحت ہے
صحیح جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر

یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہون جس سے روز بروز
ہلال بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر

پڑھون ثنا مین تری اب وہ مطلع روشن
کہ جسکا مطلع خورشید بھی نہ ہووے نظیر

شہنشہا وہ تری روشنی راے منیر
عقول عشرہ کے انوار جس کے عشر عشیر

جو ہو نہ تابع امر تشاورہم فی الامر
تو عقل کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہین نکات و معانی بشر کے فہم سے دور
وہ تیرے ذہن مین موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظہ مین تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

حیا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ
تو ہے ضمیر کی جانب تری صفا کی ضمیر

ترا تو سیئہ بھی یون ہے داخل حسنات
کہ جیسے صحبت اصحاب کہف مین قطمیر

کرے ہے سلب تغیر کو ذات حادث سے
زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر

مجال کیا کہ ترے عہد مین شرر کی طرح
اٹھائین سر کو شرارت سے سرکشان شریر

ہوا میں آکے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ — تو جھکیاں دلِ آتش میں لے لے آتش گیر
ترے نسق سے ہے جو بالکل رہی نہ خونریزی — لڑائیوں میں کہیں پھوٹتی نہیں نکسیر
جو پہنچے بتکدہ میں تیرا شور دینداری — بلند نالۂ ناقوس سے بھی ہو تکبیر
کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم — کہ کوئی زلفِ بتاں پر نہ کر سکے تکفیر
جہان میں چشمِ سیہ مست یار کا ہو یہ رنگ — جو میکشوں کو ترا احتساب دے تعذیر
پڑے گلے میں رسن خطِ سرمہ سے اُسکی — رہے مدام وہ گردش میں از پئے تشہیر
وہ برق قہرِ خدا تیری تیغ آتش دم — کہ جسکی آنچ ترے دشمنوں کو نارِ سعیر
جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشمِ حسود — تو ہے تفنگ کا تیرے دلِ عدو نخچیر
ترے نہیب سے ہوں شکلِ فلسِ ماہی الگ — کریں نہ حلقۂ جوہر رفاقتِ شمشیر
جو تیر نکلے کمان سے تری وہ ہو جاوے — طلب میں جانِ عدو کی روان قضا کا سفیر
ق ترے ہے خامۂ طغرا نگار میں یہ زور — جو کھینچے ایک روش خطِ منحنی وہ لکیر
تو اُس سے ایسی ہوں اشکال ہندسی پیدا — مٹا دے دیکھ کے اقلیدس اپنی سب تحریر
ق وہ روشنی ترے خط میں کہ ابنِ مقلہ اگر — لگائے آنکھوں سے سرمہ کی جا تری تحریر
تو ہو یہ نورِ بصارت کہ پڑھ سکے حرف بحرف — جو ہووے لوحِ جبیں پر نوشتۂ تقدیر
رقم میں گر ترے اوصاف کے تصور کرے — زبانِ خامۂ عطارد کی ناک میں دے تیر
ق ترا سمند ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام — نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اُسکا نظیر
کہ سیرگاہ ہے اُسکی تو راہِ یک روزہ — اور اُسکا شرق سے تا غرب عرصہ گاہِ سیر
ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھوں — کروں حکایتِ شیریں و کوہکن تحریر
کہ فیل کوہ کنِ تیشہ فیلبان فرہاد — وہ دونوں دانت صفا ایک ایک جوئے شیر
چلے نہ اشرفیِ آفتاب عالم میں — خطِ شعاع سے اُسپر جو یہ ہو تحریر
ابوظفر شہِ والا گہر بہادر شاہ — سراجِ دینِ نبی سایۂ خدائے قدیر

شہ بلند نگہ شہریار والا جاہ / خدیو مہر کلہ خسرو سپہر سریر

جہان مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع / فلک مؤید احسنہ معین و بخت نصیر

زمین ہو سبز جو تیرے سحاب بخشش سے / تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر

ق

بچشم مہر اگر تیرا نیر اقبال / کرے نگاہ سراب جو و آب غدیر

تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کے وقت شکار / نگین دست سلیمان بدست ماہی گیر

نہ ہے ثنا کے لئے تیرے اختتام و تمام / نہ ہے دعا کے لئے تیری انتہا و اخیر

مگر یہ ذوق ثنا سنج مدح خوان تیرا / غلام پیر کہن سال اک فقیر حقیر

کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ / سنا ہے جب سے کہ رحم خدا دعائے فقیر

الٰہی آب پہ ہو تا زمین زمین کو ثبات / زمین پہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر

فلک پہ چھوڑے نہ تا دامن مسیح حیات / زمین پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر

عطا کرے تجھے عالم میں قادر قیوم / بجاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر

تن قوی و مزاج صحیح و عمر طویل / سپاہ وافر و ملک وسیع و گنج خطیر

قصیدہ نمبر ۶

ہیں میری آنکھ میں اشکوں کے تماشا گوہر / اک گہر دیکھو تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر

نظر خلق سے چھپ سکتے نہیں اہل صفا / تہ دریا سے چمک کر نکل آیا گوہر

رزق تو در خور خواہش ہے پہنچتا سب کو / مرغ کو دانہ ملا ہنس نے پایا گوہر

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت / غرق ہے آب میں پر تر نہیں اصلا گوہر

ہے دل صاف کو غربت میں بھی گرد و غبار / گرد آلودہ یتیمی ہوا تنہا گوہر

کور باطن کو ہو کیا جوہر دانش کی شناخت / کہ پرکھتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر

غیر پرمایہ نہ کم مایہ سے ہو ضبط ہوس / بہ گیا ژالہ ہوا لگ کے نہ پگلا گوہر

جوہر جوب کو درکار ہے آرائش خوب | جوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

سرکشی کرتے ہین بے مغز نہ پر مغز وقار | جز حباب آب ست سر کھینچے نہ بالا گوہر

ربط ناچیز سے کرتے ہین کوئی پاک نہاد | ہو نہ ہم صحبت تار رگ خارا گوہر

دلخراش او سے ہے طاقت وہ دل ہے کچھ اور | کہ نہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر

فیض کو عالم بالا کی ہے شرط استعداد | قطرہ یکجا ہے طباشیر ہے یکجا گوہر

صدق اور کذب یہ ہر نکتہ کی ہے شرط نظر | کور کیا جانے یہ سچا ہے کہ جھوٹا گوہر

صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست | مول بھی لوٹ گیا صاف جو ٹوٹا گوہر

ہوتی غربت مین اگر قدر نہ خوش جوہر کی | تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

خلش خار جنون سے ہے پرونا کیا کیا | ہر قدم پر قدم آبلہ فرسا گوہر

دل عاشق مین کرے کیون کہ نہ آنسو سوراخ | اسی الماس سے جاتا ہے یہ بندھا گوہر

ذوق موقوف کر انداز غزلخوانی کو | ڈھونڈھ اس بحر مین اب تو کوئی اچھا گوہر

غوطہ دریائے سخن مین ہے لگانا بہتر | آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر

اثر مدح سے اس خسرو دریا دل کے | کر سخن قابل گوش دل دانا گوہر

وہ بہادر شہ غازی کہ برنگ نیسان | روز برسائے ہے ابر کرم اسکا گوہر

جشن سے اسکے ہے اک فیض کا دریا جاری | بہتے پھرتے ہین برنگ کف دریا گوہر

زیور آرا ہون اگر آج چمن مین گل سرو | بیضۂ قمری و بلبل ہون عجب کیا گوہر

پہنچے گر گوش صدف تک یہ نوید عشرت | اتنا بالیدہ بخود ہو کہ ہو مینا گوہر

کہتا ہے قطرۂ نیسان بھی کہ اس دور مین کاش | ہوتا مین دانۂ انگور نہ ہوتا گوہر

جدول آب مین کثرت سے حبابون کے بھرے | مانگ مین مثل بت خوشتن آرا گوہر

ٹوٹا ہے کشمکش عیش سے جو صبح کا ہار | بکھرے شبنم سے ہین گلزار مین کیا کیا گوہر

گل شگفتہ مین یہ قطرۂ باران سے ہوا | بھر دئے درج یاقوت مین گویا گوہر

سوج گوہر مین بھی ہے طرز تبسم پیدا
کوئی دم مین روشِ غنچہ ہنسیگا گوہر

رخِ گلرنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بنجائے ہے مونگا گوہر

قطرۂ آبِ لطافت سا ہے ٹپکا پڑتا
گوشِ خوبانِ سمنبر مین مصفا گوہر

مدح حاضر مین کرون مین کوئی مطلع تحریر
آج ہے خامہ مرا منہ سے اُگلتا گوہر

آج وہ دن ہے کہ اے خسرو والا گوہر
کوہ دے نذر تجھے لعل تو دریا گوہر

بحر و بر مین ہے شہا تیری مہیائے نثار
سیم سے زر تلک اور لعل سے لے تا گوہر

ہو ترے فیض قدم سے جو زمین گوہر خیز
ہو نصیبِ صدفِ نقشِ کفِ پا گوہر

مشتری کہتے ہین جسکو وہ اُٹھا لایا چرخ
لوٹ کر جو تری سُمرن کا گرا تھا گوہر

صبحِ اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترا طرۂ دستار کا چمکا گوہر

تیرا آویزۂ سرپیچ کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیلِ درِ مسجدِ اقصا گوہر

حلبِ خلق مین ہے سینہ ترا آئینہ
عدنِ علم مین ہے قلبِ مصفا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابرِ کرم
موتیا مین عوضِ غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ کہنے کے لئے ہے نہ کہ گننے کے لئے
تیرے کنٹھے کا کہون کیا اُسے زیبا گوہر

دُرفشانی سے تری اتنے گہر ہین ارزان
لکھتے ہین نسخۂ مفلس مین اطبا گوہر

ق

عکس سے تیرِ اقبال کے دریا مین ترے
اے محیطِ کرم و جود کے یکتا گوہر

آبِ گوہر ہو تو ہو آب یہ اعجاز نما
کفِ دریا کو بنائے یدِ بیضا گوہر

کوہ کا زہر کرے آب تری ہیبتِ عدل
گر ہو سن پائے کہین سنگ نے توڑا گوہر

طبعِ نازک پہ تری بارِ گہر ہو جو گران
پوست بیضۂ ماہی سے ہو ہلکا گوہر

آبِ دریائے کرم سے جو ہو تیرے سیراب
ابرِ مردہ سے برسنے لگین کیا کیا گوہر

آج محفل مین تری وہ گہرافشانی ہے
لگنِ شمع مین ہین آنسوؤن کی جا گوہر

دست فراش مین جاروب ہے ریش فرعون
فرش پر تیلیون مین اُلجھے جو صد ہا گوہر

تیرے دوران حفاظت مین کہان رنج و گزند
حق مین بیمار کے تبخالہ ہے لب کا گوہر

افعی زلف کے کاٹے کو ہے جون مہرۂ مار
زرگوش خوبان مین تہ زلف سمن سا گوہر

سینۂ صافی کا تری ایک ہے نقشہ دریا
دل روشن کا ترے ایک نمونا گوہر

نقرۂ خنگ ترا ایسا برنگ شفاف
رو برو جس کی صفائی کے ہو میلا گوہر

غرق دریائے جواہر مین ہے وہ کوہ گران
گل ہین متصدی کے جھڑن لعل لپیٹا گوہر

پیل تیرا ہے بلندی مین فلک سے افزون
جھول مین جسکے ہین انجم سے زیادہ گوہر

لیکے خرطوم مین جو آب ہو وہ قطرہ فشان
دیوے جون ابر بہاران ابھی برسا گوہر

ہے ترے قطرۂ پیکان سے دم بارش تیر
جگر چاک عدو مین صدف آسا گوہر

تیر انیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانہ کے
مہرۂ پشت سے دشمن کے ہے چنتا گوہر

شعلۂ برق غضب سے ترے شاہا تہ آب
مثل مریخ ہر اک سرخ ستارا گوہر

مہر دارون مین ہے دربار کے گر نام عقیق
آبدارون مین ہے سرکار کے ادنیٰ گوہر

گر ہے گردون کی طرح سے وہ یا وانہ ہیب
جوہری جسکو کہ تبلائے ہے گرجا گوہر

ہو تری کلک کرم جبکہ شہا گوہر بار
جیب محتاج کے دامن مین ہو نقطا گوہر

نقطۂ قاف قلم سے جو ہو تیرے ہمسر
قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

سینۂ صافی سے تری ہووے صفا ایسی عام
دل کافر مین بھی ہو خال سویدا گوہر

ہو جو روشنگر عالم ترا نور دانش
موے چینی مین پرویا کرے اعمیٰ گوہر

خسروا مین جو کہون سب ترے اوصاف انکو
تو سدا منھ سے مرے پھول جھڑین یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن
تا کہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

تا دے پنجۂ خورشید پہ ہر روز طلا
تا گرہ مین رکھے شب عقد ثریا گوہر

دانۂ انجم گردون سے بہ وشہ جب تک
رشتہ کاہکشان مین شب یلدا گوہر

جب تلک جوشِ بہاراں سے ہواے دمِ صبح
تا کے شبنم سے سرِ دامنِ صحرا گوہر

ہر برس جشن ترا تجکو مبارک ہووے
برسین نیسانِ کرم سے ترے شاہا گوہر

دوستون کو ہو ترے گنجِ گہر روز نصیب
ہو بجز اشک سرِ دامنِ اعدا گوہر

قصیدہ نمبر ۷

مے ہے وہ جاندار و نافعِ اعضاؤ حواس
کہ دلِ مردہ ہو زندہ تنِ بے حس حساس

قطرۂ مے سے ترقی حواسِ خمسہ
یون ہو جسطرح کہ اک نقطہ سے ہون پانچ پچاس

ہووے اس وزن کبریت سے مثلِ زرِ سرخ
رنگِ رخسار جو کلفت سے ہو ہم رنگِ نحاس

خشک مغزونکو جو ہو بوئے گلاب اُسکی بو
تر دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرطِ عطاس

قلبِ ماہیت اگر اس سے نہ بالکل ہو تو کیون
قلبِ انسان مین تھوڑے سے مبدل ہو ہراس

اُسکی دولت سے عجب کیا دلِ مفلس ہو غنی
کہ یہ ہے شربتِ دینار علاجِ افلاس

دیوے ساقی جسے ایک جام وہ دعوی کیجے
آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی دبالا دستی
شب کہے مست کہ کر لولی گردون سے مساس

سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آبِ سبیل
کہے مینوش کہ بجھتی ہے کہین اُس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شرابِ ساقی
اور باقی تو ہے سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاسِ انفاس

بیٹھ گوشہ مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسہ کو
دیکھ رندانِ خرابات نشین کا اجلاس

مے نہین ہے قدحِ مینا مین مگر جلوہ فروز
کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرمِ نشاط
غم کو جا دل مین نہ دے جسکو نہ کھاے اُداس

دل ہو گھر غم کا ہو کیا اُسمین ہو سرمایۂ عیش
وہ مثل ہے کہ کہان گھونسلہ مین چیل کے ماس

دلِ پُر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفلِ وسواس

میں یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھ سے کہا
توبہ کر توبہ نہ کر اتنی زیادہ بکواس

ایسے مردار بد افعال کا تو نام نہ لے
حامی شرع ہے وہ بادشہ پاک انفاس

شاہ دیندار بہادر شہ غازی جس نے
خانۂ توبہ و تقویٰ کو کیا محکم اساس

دور میں اسکے ہو گر مرتکب مے کوئی
کرے ہر قطرہ کلیجے میں خراش الماس

مے اگر آب بقا بھی ہو تو ہو وہ زہر آب
جسکے پینے سے ہو جینے ہی سے میخوار کو یاس

وضو وے اس عہد میں گر زخم کو مے سے جراح
تو رہے حشر تلک سوزش و درد و آماس

سکھیتے اس آب شرانگیز کو میں آج بشر
کہ یہ روغن ہے سر آتش شرّ خناس

تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے میں مستی
توڑتا سنگ نہاں سے ہے وہ شیشہ کا گلاس

احتساب نے سکا جو وے سنگ تہ شیشہ کو ٹیک
تو صدا ہو نہ بلند اس سے بجز حمد و سپاس

مدح خاصر میں پڑھوں اسکے کوئی مطلع میں
کہ سخن فہم و سخنور کا ہے وہ قدر شناس

نطق شیریں میں وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس
شان میں جس کی شفا فیہ شفاء للناس

ہندوسے زلف کے ہے پاس سند مصحف رخ
عہد میں تیرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس

مو سپائی ہو حمایت ترے حق میں اس کے
سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر آس

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آئے
بل بے ہمت ترے نزدیک یہ ٹھہرے وہ گھاس

چمن دہر میں نرگس بھی تری بخشش سے
رکھتی ایک کاسۂ زر میں ہے اور اک سیمیں طاس

کیا عجب فیض سے گر ابر کرم کے تیرے
بید مجنوں میں ہو پیدا ثمر سیب و گلاس

تیری شمشیر کے آگے نہیں رکھتی ہرگز
مغز بی تیغ مہ نو کی شہاب ثاقبہ ہو اس

عاشق تعلیم سے تیرے ہو جو منکر انسان
احمق الناس اسے جانئے بلکہ نسناس

لوح تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بحرف
تربیت سے تری امّی بھی ہو یوں حرف شناس

دیوانہ تیرا تھا سر پر عیب ہے علم میں حقیر
اسپ بقال کوئی جیسے میاں نخاس

دیکھے آہو کو جو ضیغم تو وہیں عدل ترا
ڈھانک دے آنکھوں کو اسکی بروش گاو خراس

زہے خورشید کے طالع کہ شعاع خورشید
دم تزئین ترے گھوڑے پہ لگے جائے قیطاس

ایسا چالاک کہ اس طرح سے اڑ جاتا ہے
جسطرح عاشق دل باختہ کے ہوش و حواس

پہنچے اس رخش فلک سیر زمین پیما کو
نہ منجم کا خیال اور نہ مہندس کا قیاس

تیرا ہاتھی ہے فلک کا کہکشاں ہے خرطوم
کان دو نو مہ و خور دم ہے ذنب سر راس

ذنب و راس وہ جن سے ہوں سیہ بخت عدو
ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

رنگ ہاتھی کا سیہ اور وہ دانت اسکے سفید
کہتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس

طرفہ صنعت سے لپیٹا ہے شب یلدا نے
صفحہ صبح منور کو مثال قرطاس

ختم کرتا ہے سخن ذوق دعا پر اس طرح
ق تا ہوں دریا میں گہر کان میں پیدا الماس

توشہ بحر و برائے شاہ سکندر فر ہو
دے خدا عمر خضر تجکو حیات الیاس

عید ہر سال ہو فرخ تجھے با عیش و نشاط
تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بد خواہ اداس

قصیدہ نمبر ۸

ایک خورشید لقا طرفہ جوان ارشق
ملتہب رخسار فلق سرخی رخسار شفق

وہ جبیں ماہ مبین اسپہ خطا چین جبیں
تھی وہ انگشت بنی جسنے کیا ماہ کو شق

کب ہے وہ تنگ شدہ جگر کھینچ کے ابرو تلوار
باندھ کر کھینچ لے دل زلف مسلسل کی [illegible]

تیر انداز جو مژگان تو ادا دستہ گزار
چشم ابلق تو نگہ ترک سوار ابلق

غمزہ و ناز کرشمہ و بلا غارت گر
کر نہ چھوڑیں تن عشاق میں جان ایک رمق

سرو قامت سمن اندام گلستان رخسار
ہونٹ گلبرگ دہن غنچہ و سیبی زنخ [illegible]

سرو قامت سے اگر اسکے ہو طوبی سرکش
بات ہاں راست ہے یہ کل طویل احمق

شکر آمیختہ بادام [illegible] دندان
سیب فردوس زنخدان لب خندان فستق

کھلتا اسکے دہن تنگ کا ایسا مشکل
جیسے دشوار ہو مفہوم کلام مغلق

مصحف روے کتابی کو جو دیکھو اسکے
تو کہین صورت اخلاص نہ پاؤ مطلق

لوح رنگین سے نہ رہیا ہو بیاض گردن
تا کہ ہو سرخی شنجرف نہ خون ناحق

دست و بازو و بر و دوش عجب صبح بہار
پنجہ و پنجۂ خورشید و حنا رنگ شفق

سینہ تا ناف صفا آب گہر کا دریا
ناف اک عکس و تن اسمین بجائے زورق

نازک ایسی کمر اسکی کہ سمجھنا مشکل
جسطرح شعر خیالی مین ہون معنی ادق

ہے گران اسپہ نزاکت سے نہ باندھے ہرگز
گر ہو تار نظر دیدۂ عنقا منطق

اسکا زانو وہ مصفا کہ اگر دیکھے اسے
آئینہ آب خجالت مین رہے مستغرق

کیا کہون ساق بلورین کی صفائی اسکی
شمع گر دیکھے اسے شرم سے آجائے عرق

قد جو گلبن تو وہ پانوٴن کے حنائی ناخن
نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہون گل کے ورق

آکے بالین پہ وہ طناز سراپا انداز
مجھ سے یہ کہنے لگا کیون ہے تو غمگین ناحق

مژدۂ عید سے ہے گلشن عالم مین بہار
نغمۂ عیش سے ہے بزم جہان مین رونق

دوش پر سرو لب جو کی ہے اک سبز قبا
برین لالہ کے بھی گلشن مین ہے گلگون یلمق

جوش سبزہ سے ہے وہ فرش سر صحن چمن
کوئی مخمل اسے کہتا ہے کوئی استبرق

باغ عالم مین ہے یہ جوش بہار عشرت
ٹپکے ہے نخل سے مستی مین ہمیشہ رقراق

تو بھی کر تہنیت عید کا اسکے سامان
کہ ہے وہ خسرو دین حامی دین بر حق

وہ بہادر شہ غازی کہ دم معرکہ ہون
اسکے تیر دنکے ہدف اسکے حسودونکی حدق

مدح اسکی ہے مناسب تجھے بلکہ انسب
یعنے توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق

سن کے یہ مین نے کہا مدح مین اسکے مطلع
جسپہ احسنت کہین مجھکو لبید و عمعق

تو ہے وہ نائب ختم رسل سے سایۂ حق
کہ ترے سایہ مین ہے گلشن دین کو رونق

ابر رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق
کیونکہ سایہ مین ترے ہو نہ جہان کو رونق

کس کا مقدور کہ سرتاب ترے حکم سے ہو
جو ترا امر ہے الحق جو کہے تو صدق

ذکر حق سے کوئی خالی نہین تیرا ہے وہ دور
کرتا میخانہ مین ہے شیشہ کہے بھی حق حق

گر کرے نشو و نما نامیۂ فیض ترا
گل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب و زنبق

حرف ہیبت کا تری کوئی زبان پر آیا
ہو گئی وقت کتابت جو زبان خامہ کی شق

نطق شیرین سے ترے ہووے حلاوت گر عام
کام مین خلق کے بورا ہو بجائے بورق

ناتوانون کو جو دے زور حمایت تیری
ملدے لات اٹھکے سر پیل دمان بچۂ بق

کہتے ہین برق جہان جسکو وہ ہے اک دنبے
توپخانہ مین تری توپ پہ زرین بیرق

کوہتی جسپہ کرے کاہکشان کی بھی کمند
وہ تری ہمت عالی کا ہے عالی جوسق

قطرہ افشان ہو اگر تیرا سحاب ہمت
بوٹی اکسیر کی پیدا ہو بجائے سرمق

کرنا ادنے کو جو اعلے نہ ترا منصوبہ
پاتا شطرنج مین فرزین کا نہ رتبہ بیذق

کرتا اک جست مین ہے ماہی گردون کا شکار
طائر تیر ہوائی ترا مثل لقلق

ق

اے شہ دادگر اے خسرو انصاف پرست
اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق

اتنا عالم مین حذر خون سے ہے خونخوارونکو
خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق

پرتو افگن ہو اگر روشنی طبع تری
ابرق آئینہ ہو اور سنگ سیہ ہو ابرق

مشتری بھی ترے شطرنج کا اک مہرہ ہے
آفتاب ایک ترے گنجفہ کا گر ہے ورق

ق

ابر ہے گرچہ مثال پدر نمدیدہ
گر تری برق غضب جھاڑ دے اسپر چقمق

تو سنتا ہے سے بھی چل اٹھے زیادہ وہ شتاب
آگ لگ جانے مین دیر اسکے نہووے مطلق

تیرے توسن مین وہ جلدی ہے کہ اگر چھیڑ دے تو
یون وہ اڑ جائے کہ جلیے سر آتش زیبق

ق

شمس کو پہنچے تری راسے یون شرق مین نور
تو ہو مغرب مین گرانے پرتو نور مطلق

جسطرح روشنی قلب سے اہل اشراق
عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہین سبق

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح
تا کہ ہوں ارض و سما و دونوں طبق زیر طبق

ہووے ہر سال مبارک تجھے عید رمضان
اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق

قصیدہ نمبر ۹

ہے آج جو یوں خوشنما نورِ سحر رنگِ شفق
پرتو ہے کس خورشید کا نورِ سحر رنگِ شفق

ہے جوش نسریں و سمن یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن میں گویا چھا گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن زیبِ چمن شانِ چمن
ہر سیمبر گلگوں قبا نورِ سحر رنگِ شفق

افشاں جبیں پر سر بسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور گورے ہاتھوں میں حنا نورِ سحر رنگِ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے جوشِ بہار و موجِ گل
دندان پان خوردہ ہیں یا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر مجمعِ پیر و جوان ایک طرفہ مشرق ہے کہ واں
روشن دل و رنگیں ادا نورِ سحر رنگِ شفق

جامِ بلوریں میں ہے یوں عکسِ شرابِ لالہ گوں
ہو جیسے کیفیت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

حسنِ گلِ مہتاب نے جوشِ گلِ سیراب نے
کیا باغ میں چمکا دیا نورِ سحر رنگِ شفق

دیکھے چمن میں برگِ گل آلودۂ شبنم جو گل
خجلت سے پانی ہو گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی
کس رنگ ہوں مل کر جدا نورِ سحر رنگِ شفق

ساقی مئے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے اس رنگ پہ
آب و ہوا جاے فزا نورِ سحر رنگِ شفق

جشن بہادر شاہ ہے روزِ علو جاہ ہے
ہے اس لئے بہجت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ چہرہ روشن گہر جس کو خجل ہوں دیکھ کر
ماہ و ثریا و سہا نورِ سحر رنگِ شفق

اک صاف مطلع میں لکھوں اور وہ ثنا رنگ دگر
ہوں دیکھ کر غرق حیا نورِ سحر رنگِ شفق

روکش ہو تیرے رخ سے کیا نورِ سحر رنگِ شفق
ذرہ ہے تیرے فیض کا نورِ سحر رنگِ شفق

اے آفتابِ عز و شاں تیری جبیں سے ہے عیاں
نورِ یقیں رنگِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق

روشن بیانی سے تری رنگین کلامی سے تری
شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ سیمگون ایوان ترا وہ سائبان رنگین کھچا
لین وام اجس سے صفا نورِ سحر رنگِ شفق

فانوس شیشہ لعل گون روشن تری محفل مین یون
گویا کہ شیشہ مے بھرا نورِ سحر رنگِ شفق

انصاف نے تیرے شہا سیماب و آتش کو کیا
یون جمع جیسے ایک جا نورِ سحر رنگِ شفق

تیری امان و حفظ سے ہوجائے حق مین سمع کے
نارِ خلیل آبِ بقا نورِ سحر رنگِ شفق

خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو مشرق مین نہو
جز درِ تر و لعلِ بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق

جسپر کہ تو ہووے غضب ہو اُسکے حق مین کیا عجب
سیلِ فنا برقِ بلا نورِ سحر رنگِ شفق

شمشیر کی تیری چمک جون عدو سے یک بیک
دکھلائے ہے روزِ دغا نورِ سحر رنگِ شفق

پیکان ترا الماس گون منھ سرخ سوفار و نکلے یون
گویا لگا کر پر اُڑا نورِ سحر رنگِ شفق

جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا
ہے جسکو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق

اسپ حنا بستہ ترا وہ نقرہ خنگِ بادپا
غیرت سے جسکے اُڑگیا نورِ سحر رنگِ شفق

ق

اے ذوق کی ہے یہ دعا جب تک رہے شاہنشہا
خورشید و مہ ارض و سما نورِ سحر رنگِ شفق

جبتک لباسِ مہر کو صابون اور شنجرف ہو
زینت دہِ صبح و مسا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر جشنِ فرخ ہو تجھے اس طرح آب و تاب سے
ہون تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق

شاہانہ مین ہوتا یا آبرو اور سرخ رو
ہو جلوہ گر مشرق سے تا نورِ سحر رنگِ شفق

دشمن کا تیرے منھ ہو فق اور خون بہے دل کے ہوش
دیکھے نہ وہ اسکے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

قصیدہ نمبر ۱۰

طرب افزا ہے وہ نوروز کا نارنجی رنگ
دیکھکر بھاگے جیسے رنج ہزارون فرسنگ

مل بے بالیدگی عیش کہ برگ گل پر
قطرہ شبنم کا ہے مینائے شرابِ گلرنگ

پر اُڑا کیا گلشن آفاق مین سب جوشِ بہار
چہچہے کرنے لگی بلبلِ تصویرِ فرنگ

کلک نقاشی قدرت سے گلستان مین ہے آج
تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقش ارژنگ

خسروا آج کیا تو نے وہ جشن نوروز
دیکھکر جسکے تجمل کو ہو جمشید بھی دنگ

ہے تری بزم طرب مین پئے رسم نوروز
صورت بیضۂ رنگین فلک مینا رنگ

مشک افشان ہو جہان مین جو تری نکہت خلق
ناف آہوئے ختن سے نہ ہو کم داغ پلنگ

بلکہ ہو جوش بہاران کرم سے تیرے
کیا عجب شاخ مین آہو کے گل رنگارنگ

تیرے انصاف سے ہے بزم جہان مین یا
شمع گلگیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

ہو اگر شعلہ فشان تیری ذرا آتش قہر
تو سمندر رہے پانی مین بجائے خرچنگ

ق
زیر ران تیرے ہے وہ توسن چالاک کہ تو
چھیڑ دے ایک ذرا اسکو جو وقت صف جنگ

یون کرے جست کہ جیسے سر میدان نبرد
منھ سے اڑ جائے حریفون کے ترے خوف سے رنگ

رکھتی سرعت ہے تپ لرزۂ ہیبت سے ترے
نبض محموم کی مانند جبل مین رگ سنگ

مرغ دل کو ترے دشمن کے قفس ہے سینہ
اور جگہ چوب قفس کے ہے ترا تیر خدنگ

ہو وے حاسد کو نہ آزار حسد سے صحت
تا کہ دارو نہ پیالہ مین بھرے تیری تفنگ

مفسد و حاسد و غماز و عدوے سرکش
زیر شمشیر غضب تیرے ہون چارون یک رنگ

آ نہین سکتے بیان مین ترے اوصاف تمام
ہوتا ہے قافیہ سنجون کا یہان قافیہ تنگ

ق
کرتا اس رنگ سے ہے ختم سخن دیکے دعا
ذوق جو ہے ترا مداح محب یکرنگ

گلشن دہر مین ہر سال مبارک تجھ کو
جشن نوروز بہر رنگ بتاج و اورنگ

اور ترے حاسد بدبین کو دکھائین لاکھون
خسروا روز نئے رنگ فلک کے نیرنگ

قصیدہ نمبر ۱۱

حبذا ساقی فرخ رخ و خورشید جمال
مرحبا مطرب نادرہ دستان و زہرہ خصال

بارک اللہ کہ درفشان ہے تو اے ابرِ بہار — خیر مقدم کہ خرامان ہے تو اے بادِ شمال

للہ الحمد لبالب ہے مئے عیش سے جام — شکر للہ زرِ گل سے ہے چمن مالا مال

جوشِ روئیدگی سبزہ سے ہو جائیگا سبز — گل زمینِ چمنِ حسن مین تا دانہ خال

اللہ اللہ ری سرسبزی گلزارِ جہان — کیا عجب ہو روشِ خضر اگر رنگ بلال

شررِ تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوے گل — بل بے جوشِ گلِ خود رو سرِ دامانِ خیال

جوشِ فوّارہ ہے وہان کثرتِ تارِ بارش — سرِ مجنون کے تھے آلودہ جہان گرد سے بال

کیا عجب رحمتِ باری سے کہ وقتِ باران — ابرِ مردہ سے بھی ہو قطرہ فشان آبِ زلال

معجز باد سے مانندِ عصاے موسےٰ — شجرِ خشک بھی ہو جاے تر و تازہ نہال

ذوقِ مستی سے ہے طاؤس چمن مین رقّاص — شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوّال

شورِ بلبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آج کہ گل — بن گیا کثرتِ شبنم سے نمکدان کی مثال

دیتی ہے طاقتِ پرواز یہ کیفیت مے — اس ہوا مین ہے بطِ مے کہ اُڑون بے پر و بال

ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفی صافی مشرب — رقصِ مستان مین ہے ہر وجد کنان شاملِ حال

بیدمون کو جو نئے چارہ گرِ عیسیٰ دم — شمعِ مردہ کی رگِ تار سے کھولین قیفال

پتلیان ناچتی ہین چشم کے گھر مین بے ساز — جنبشِ دستِ مژہ دے ہے اس انداز سے تال

ہون قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خطِ غبار — صفحۂ دہر پہ کیا دخل جو ہو گردِ ملال

روزِ جشن آج ہے اُسکا کہ جسے کہتی ہے خلق — نائبِ ختمِ رسل ظلِّ خداے متعال

وہ بہادر شہ غازی کہ اگر تیغ اُس کی — اپنی دکھلاے چمک چرخ پہ کٹ جاے ہلال

وہ نکو خو نکو رو وہ خجستہ منظر — وہ بلند اختر و فرخ رخ روش و فرخ فال

وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان — وہ سلیمان وش و موسیٰ کف و صالح اعمال

چمنِ خلق و نسیمِ کرم و ابرِ سخا — چشمۂ فضل و ہنر کانِ عطا بحرِ نوال

آسمانِ جاہ و عطارد قلم و مہر علم — مشتری دانش و مہ بینش و مریخ جلال

خسرو جم حشم و دادِ کسریٰ انصاف
شاہ دارا دل و سلطان سکندر اقبال

مدح حاضر مین پڑھون اُسکے وہ مطلع جس سے
ہمسری کی نہ رکھے مطلع خورشید مجال

ہو تری یک نظر فیض سے ناقص کو کمال
مہر سے گر مہ کامل ہو دو ہفتہ مین ہلال

نیّر جاہ ترا وہ ہے جسے تا دورِ فلک
نہ کسوف و نہ غروب و نہ ہبوط و نہ وبال

آگے بخشش کے ترے خرمن دُرِ یکدانہ
آگے ہمت کے ترے کوہِ طلا یک مثقال

ہو وے جون چادرِ مہتاب گلیم شب تار
رخ پہ نور جو تو پونچھ کے جھاڑے رومال

جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلق ہی رہا
دستگیری نے لیا تیری جو گرتون کو سنبھال

گر ترے قہر کی گرمی تب محرق بن جائے
لب دریا پہ حبابون کی جگہ ہون تبخال

قوت ماسکہ ممسک کے قوی سے گم ہو
فیض جاری سے ترے بخل کو یا تنگ ہو زوال

حکمت آموز ترا علم جہان ہو تو وہان
نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطون کو مجال

ہو تری عقل سے عاجز دم بحثِ معقول
اک مقولہ مین فقط فعل کے عقل فعّال

ق
دم ہے کیا بادِ صبا مین کہ دم سیر جہان
تیرے گلگونِ سبک سیر کے جا دے دنبال

یونہی دو چار قدم خاک اُڑا کر رہ جائے
اور پہنچ جائے کہین سے وہ کہین مثل خیال

ہے وہ ہیکل مین اگر دیو تو صورت مین پری
ہے اُڑان اُسمین ملک کی تو بشر کے سے خیال

جلد اتنا کہ جہان عرصۂ جولان اُس کا
عہد مستقبل و ماضی کا وہان ہے یک حال

زیب تن اُسکے جو مہندی کا ہو ہر گل تصویر
پھرتا کاوے مین ہے، وہ صورت فانوس خیال

اُس فلک سیر کو جولان جو کرے تو تو یہ ڈر
مزرعۂ سبز فلک ہو نہ مبادا پامال

ق
تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کی جو نگاہ
سر پہ اندیشہ نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال

کہکشان کو وہ فلک پر سے زمین پر پھینکے
نیشکر راہ مین مانگین اگر اُس سے اطفال

چھینے ہاتھی پہ بزرگون کے ہو سجدہ کا نشان
اُسکی مستک پہ شہا جلوہ نما یون ہے ڈھال

ہے جو اُس فیل کی خرطوم سرِ افیل کا صور
آئے اعدا پہ قیامت سرِ میدانِ قتال

اُسکے دانت اُنکے لئے ہین روشِ تیرِ شہاب
ہے جن اعدا کو سرِ اوجِ شیاطین کی مثال

ق
آبداری مین تری تیغ کہ ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتش سیّال

تیری شمشیر کو ہے خونِ عدو روز مباح
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال

طائر روح عدو کے لئے صیاد اجل
سبزۂ تیغ مین جوہر سے لگا رکھتا ہے جال

طاقت دم زدن اس دور مین ہے کسکو رہی
دیکھکر تیرا نسق اے شہ فرخندہ خصال

پر ترا ذکر جو آتا ہے زبان پر تو نفس
لب پہ آجائے ہے سینہ سے پئے استقبال

ہو قوی دست اگر زورِ حمایت سے ترے
شیر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال

تقویت دیوے اگر پاسِ حفاظت تیرا
شعلۂ شمع کو صرصر سے نہ ہو اضمحلال

ہے ترے عہد مین فتنہ سے زمانہ خالی
فیلسوفی ہے حکیمون کی خلا کہنا محال

ق
آتش و آب مین یہ ربط ترے عدل سے ہے
دیوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی مین جو ڈال

کاکل موجِ دُخان کے لئے اُسکے دریا
لے تہ آب سے شانہ پرِ ماہی کا نکال

خبر جملۂ عشرت ہے ترا جشنِ سعید
مبتدا جسکا شہا غرّۂ ماہِ شوّال

ہوتی ہے حیرت توصیف سے تیری شاہا
روشِ غنچۂ تصویر زبان منھ مین لال

ق
بس دعا ہی پہ فقط ختم سخن کرتا ہے
یہ جو ہے ذوق ثنا خوان ترا اور مدح سگال

جشنِ ہر سال ترا ہووے مبارک تجکو
رہے جب تک کہ زمانہ مین حساب مہ و سال

قصیدہ نمبر ۱۲

لاتا نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخِ محیل
واہ بگڑا ہے کچھ اس خم مین عجب رنگ سے نیل

طور زمانہ سے وہ ہشیار ہے یہ ہوش ربا
لاکھ بیہوشیون سے جسکی بھری ہے زنبیل

ہے توکل کا احاطہ وہ عزیمت کا حصار
کہ بجز حفظ خدا جس کی نہ خندق نہ فصیل

گم ہوں ظاہر کی خرابی سے صفات اصلی
زنگ دیتا ہے چھپا جوہر شمشیر اصیل

پیش دشمن نہ گذر حق سے نہیں سانچ کو آنچ
بلکہ ہے آتش نمرود گلستان خلیل

ہوتے سیرت سے ہیں مردان دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہبانہ سے چیل

نہیں بے قید علائق کسی عالم میں بزرگ
رسم تحریر میں بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

ہے تہ خاک بھی قارون کو سفر حشر تلک
نہیں تا تحت ثریٰ منزل آرام بخیل

عید یکروز جہاں میں رمضان ہے یک ماہ
بعد ہے کثرت تکلیف کے یاں عیش قلیل

کشت سبز فلک دون سے نہ رکھ چشم ثمر
خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعہ نیل

قابل انسان کی صحبت کے ہے انسان نہ ملک
بنگیا پیش نبیؐ صورت دحیہ جبریلؑ

جتنا خورشید تپے اتنی ہی بارش ہو سوا
ہووے کیونکر تپش عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھنچوائے ہے اک ذرۂ جفاکش سے بزور
بار صد کوہ الم بے عمل جر ثقیل

لگے نہ چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم میں اجزائے دخانی کیطرح ہوں تحلیل

شمع کشتہ کے لئے ہے دم عیسیٰ آتش
سوزش عشق سے زندہ ہوں محبت کے قتیل

معتبر ہے جو کرے نالۂ دل درد اظہار
نالہ ہے دلکی زبان دل ہے موکل یہ وکیل

دل کے ہے ایک ورق میں وہ حقیقت ساری
جسکا اجمال قضا اور قدر ہے تفصیل

جی میں ہے اور پڑھوں میں کوئی مطلع ایسا
گوہر مخزن معنی سے ہو جیب کو تا ذیل

کنج حیرت میں کروں علم خموشی تحصیل
یہ عجب مرتبہ ہے جسمیں کہے قال نہ قیل

درس توحید سے لوں ایک شفا کا نسخہ
بحث میں علت معلول کے ہے عقل علیل

جلوہ ایزدی کا ایک پردہ دوئی ہے اسکو
شمع فانوس سمجھ خواہ چراغ قندیل

ق

فکر بیہودہ میں کس واسطے ہے تو پابند
کچھ نکال اپنے لئے ذوق نکلنے کی سبیل

خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری
نہیں مہتاب ہے یہ روشنی صبح رحیل

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور ٹوٹا
کچھ اگر وقت معین کی طرف سے ہو نہ تطویل

وہی منزل ہے جہاں ٹھہرے حیاتِ گذران
کہ پئے راہِ فنا کوئی نہ فرسخ ہے نہ میل

مشقِ اندوہ سے اک روز نہیں تو بیکار
تیرے ہفتہ میں نہیں کوئی بھی روزِ تعطیل

غمِ عصیاں ہے تو ہے رحمتِ غفار وسیع
فکرِ روزی ہے تو ہے رزق کا رزّاق کفیل

ہے تمنائے زر و مال تو سب جائیگا چھوڑ
چھوڑ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکرِ جمیل

پھر بہارِ چمنِ عمر میں دلگیر ہے کیوں
سیر کر سیر کہ ہے فرصتِ گلگشت قلیل

مژدۂ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگِ چمن
گل کی رنگین ہے قبا غنچہ کی رنگین مندیل

ہوئے آراستہ ہیں آج بدل کر پوشاک
فصل سے راغ تلک باغ سے لے تا بہ نخیل

نظر آتا ہے برنگِ لبِ ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہے لبِ مست سے شوقِ تقبیل

گاہ سے خم میں ہے گہ شیشہ میں کیا کیا پئے سیر
روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل

تہنیت خواں ہو تو آج اُس شہِ دریا دل کا
جسکے نزدیک ہے اک قطرہ سے کم قلزم و نیل

وہ بہادر شہ والا نسب و پاک گہر
خسروِ چرخ سریر و شہِ خورشید اکلیل

ماہِ نو چشم زدن میں مہِ کامل ہو جائے
نظرِ مہر میں ہے اُسکے وہ نورِ تکمیل

نورِ معنی ہے بہر شکل نتیجہ اُس کا
اللہ اللہ رے زہے شکلِ شہنشاہِ شکیل

مدح حاضر میں پڑھوں مطلعِ روشن ایسا
مطلعِ شمس کو بھی جسکے ہو واجب تبجیل

بادشاہانِ سلف سے تجھے یوں ہے تفضیل
جیسے قرآں کو پسِ توریت و زبور و انجیل

تو ہے اس طرح سے عزت دہ اولاد تری
جیسے موسیٰ سے شرف افزاے بنی اسرائیل

نور افزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئیں آنکھوں سے نظر معنیِ اللہ جمیل

روے نیکو پہ ہے مائل ترے خوے نیکو
کہوں کیونکر نہ کہ اَلْحُسْنُ اِلَی الْحُسْنِ یَمِیْل

ہے جو انسان کے قالب میں ترا نورِ ظہور
برجِ خاکی میں ہے خورشیدِ فلک کی تحویل

دانش آموز ہو گر تربیت عام تری
بید مجنون کو بنا دے ابھی انسانِ عقیل

جوہرِ تیغ اجل ایک ترے حکم کی نقل
تیرِ حکمِ قضا حکم کی تیرے تعمیل

عہد مین تیرے جو ہو راہِ تعدّی مسدود
کھلے فعل متعدّی سے نہ بابِ تفعیل

تشنۂ ذوقِ حلاوت ہون نہ کیونکر سرِ لب
تیری شیرین سخنی ہے اُنھین شربت کی سبیل

نکتہ چینون کے لئے نکتۂ برجستہ ترا
قابض طبع روان ہے روشِ دانۂ سہل

جب ہون مرغانِ ہوا تیرے نشانِ بندق
نسرِ طائر کو بھی تو سمجھے ایک اُڑتی ہوئی چیل

مہرۂ پشتِ عدو مین ترا تیرِ صف دوز
رشتہ مہرۂ تسبیح کے مانند دخیل

طائرِ روحِ عدو کے لئے پھر پرواز
تیر کی تیرے صدا جیسے کبوتر کو زفیل

ق
وہ قیامت ہے تری فوج کہ شورِ محشر
دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑون کی صہیل

نالۂ بوق کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پانْون
کوچۂ صور سے گذرے جو دمِ اسرافیل

ق
دون ترے گھوڑے کو کیونکر مین پری سے نسبت
نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیل

گرمِ جولان وہ کہان ہو کہ رکھے ہے وسعت
نہ تو میدانِ تصور نہ فضائے تخییل

عرصۂ معرکہ مین گر تجھے اے شاہ سوار
اس سبکسیر سے منظور ہو کارِ تعجیل

جائے یون جیسے ہوا سُم بھی نہ پانی سے ہو تر
نہ ہو پروا اُسے ہے راہ مین تالاب کہ جھیل

ق
کوہ البرز کو سائے مین دبا لے اپنے
ہے وہ اے شاہِ فلک رتبہ تری زینت فیل

حملہ آور ہو وہ جسدم تو سپئے جانِ عدو
اُسکی خرطوم ہو دستِ کششِ عزرائیل

تو جو محرابِ عماری مین ہو اجلوہ نما
اُسکے دانتون پہ یہ خرطوم سے سوجھی تمثیل

خانۂ قوس مین خورشیدِ جہانتاب آیا
دن ہین کوتاہ ہے ہوا ور ہوئی رات طویل

نہین یہ جوشِ گل و لالہ بجلّ آیا ہے
دادخواہی کے لئے خاک سے خونِ ہابیل

عدل نے تیرے کیا رد دے زمین کو گلزار
آج تک عدل مین کوئی نہ رہا تیرا عدیل

واسطے دیدۂ بدبین کے ہے یہ عینِ صلاح
ہو تری نوکِ سنان سرمۂ کوری کی جو سیل

تیر برسائے عدو پر جو کمانِ قضا — کم نہ فوارہ سے ہو تیرہ دن کی اُسکی قندیل

رہزنِ لطف بدخواہ ہوا دل سے قضا — اُسکی پشتِ پدری سے نہ کبھی تا تسلیل

محکمہ مین ترے انصاف کے ہون ہاتھ قلم — دے اگر بھول کے بھی کوئی سر حرف کو جھیل

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ — ہو گران خاطرِ نازک پہ مبادا تطویل

عید ہر سال ہو فرخ تجھے باجاہ وجلال — ہون قوی پایہ ترے دوست بصد قدر جلیل

جو ضلالت سے ہون گمراہ وہ اپنے ظل سے جدا — ذلِ اقدام سے ہون خاکِ مذلت پہ ذلیل

قصیدہ نمبر ۱۳

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسمان — کھائے اگر ہزار برس چکر آسمان

ہے بادۂ نشاطِ طرب سے لبالب آج — اک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسمان

دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہان مین — گر ہو تمام چشمِ تماشا گر آسمان

اترا رہا ہے عطر سے عیش ونشاط کے — سچ ہے زمین پہ پاؤن رکھے کیونکر آسمان

افراطِ انبساط سے کیا ہے عجب اگر — مثلِ حباب جامہ سے ہو باہر آسمان

شادی کی اُسکی دھوم ہے آج آسمان تلک — تابع زمانہ جسکا ہے فرمان بر آسمان

فرزند شاہ یعنے جوان بختِ ذی وقار — تسلیم کو ہے جسکی جھکاتا سر آسمان

ہے اُسکی بارگاہ مین مانندِ چوبدار — حاضر عصائے کاہکشان لیکر آسمان

اس بیاہ کی نوید سے ہے اس قدر سرور — ہے پیر پر جوانون سے ہے بہتر آسمان

پھرتا ہے اہتمام مین شادی کے رات دن — مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دم بھر آسمان

فردِ حسابِ صرف سے اس بیاہ کے ہو کم — گو لاکھ جمع وخرچ کا ہو دفتر آسمان

تو دون کی پخت مطبخِ عالی مین اس قدر — ہے جسکا ایک تودۂ خاکستر آسمان

اُس روشنی کی چند دکھا دیجے پنچیان — نازان ہے آفتاب کے پنجہ پر آسمان

ابر بہار دود چراغان سے تو بہ تو — ہون سات آسمان کی جگہ ستر آسمان
چشم قمر مین اور بھی ہو روشنی دوچند — کاجل لگائے اُسکے دھوئین سے گر آسمان
کرڈالے پارہ پارہ فتیلون کے واسطے — مہتاب کو سمجھ کے کُہن چادر آسمان
یہ کہنہ و سیاہ وہ خوشرنگ و تو بہ تو — فائق ہو کیا سبو حیہ سا چق پر آسمان
تھلیون مین ہین وہ نقل ٹپے انکا عکس اگر — لے کہکشان کی مانگ مین موتی بھر آسمان
آرائش ایسی اور وہ گلہاے رنگ رنگ — اونٹے سا جنین غنچۂ نیلوفر آسمان
بنواے اُسین پھول طلائی و نقرئی — لے لیکے ماہ و مہر سے سیم و زر آسمان
نقارخانہ کی ہے چراغان سے وہ شکوہ — گویا ہے ایک زمین پہ برازاختر آسمان
کرتا ہے رقص تخت پہ نقارخانہ کی — ق — شہنائی کی صدا کو جو سُن سُن کر آسمان
آوازۂ دمامۂ نوبت سے گونج اُٹھا — وہ جو سب آسمانون کے ہے اوپر آسمان
دولہا دلہن کی ہے یہ علامت سہاگ کی — آیا ہے ایک سہاگ پڑا بنکر آسمان
جائے عجب نہین ہے کہ عطر سہاگ کے — شیشے کے شیشہ بھر کے لنڈھا دے گر آسمان
یارب ہمیشہ دولہا دلہن مین ہے پرسہاگ — جبتک کہ ہووے نیچے زمین اوپر آسمان
مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہین ہے کہ — نیلا سا ایک کاغذ بے مسطر آسمان
جو سُرج اُڑے ہے اُڑکے یہ ہوتا ہے وہ بلند — رکھ لے ہے سر پہ مثل گل احمر آسمان
کرتا رہا برات کی شب شام سے نثار — شبنم کی جاے صبح تلک گوہر آسمان
پہنچے براتیون کے نہ ہرگز ہجوم کو — انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسمان
عیش و طرب کو مژدہ کہ کرتا جہان مین ہے — زہرہ سے اب قران مہ انور آسمان
ہنگام بزم عقد ستارون کے واسطے — کیا کیا سجے ہے اوج دختر کے گھر آسمان
بدبین کسے ہے نظر کے جلانے کے واسطے — انجم سپند آگ شفق مجمر آسمان
جس وقت سہرا باندھ کے دولہا ہوا سکو — کیا کیا بلائین لیتا تھا جھک جھک کے آسمان

کرتا تھا اُن نگاہ کو دم پڑھ کے دمبدم
دولھا کے صبحدم رخِ روشن پر آسمان

ایسا نہیں جہان میں کوئی نخلِ آرزو
لایا ہو آج جس میں نہ برگ و بر آسمان

کرتا ہے شاخ خشک تمنا کو نخل سبز
در پردہ مثلِ پردہ بازی گر آسمان

شادی کا اُسکے نور بصر کے ہے اہتمام
کرتا ہے جسکا روز طواف در آسمان

وہ شاہِ نامور کہ بہادر شہ اُسکا نام
ہو حکم سے نہ اُسکے کبھی باہر آسمان

وہ آفتابی اُسکی مجل جس سے آفتاب
وہ چتر اُسکا جس سے نہ ہو ہمسر آسمان

مطلع پڑھوں حضور میں وہ میں جیسے کہے
مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسمان

تجھ سا زمین پہ دیکھے جو فرخ فر آسمان
قربان نہ کیون زمین کے ہو پھیر پھر کر آسمان

طالع سدا مساعد و عالم سدا مطیع
کوکب ہمیشہ یار ترا یاور آسمان

نہ آسمان سے رتبہ ترا یون بلند تر
جس طرح کوہسار سے بالاتر آسمان

خطبہ کے واسطے ترے نامِ بلند کے
گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسمان

وہ بحرِ بیکران ہے تری ہمتِ وسیع
ہے بلبلا سا ایک کنارے پر آسمان

دریائے قہر تیرا جو طوفان بپا کرے
بہ جائے مثلِ کشتی بے لنگر آسمان

قد پر ترے وہ راست قبائے علو و جاہ
زیبندہ جسکے واسطے بالا بر آسمان

تیری گہر فشانی دستِ کرم سے ہے
گویا کہ ایک دامن پر گوہر آسمان

چمکائے تیغ تیز کو اقبال گر ترا
ہو مصقلہ ہلال تو صیقل گر آسمان

یون دل میں ترے جلوہ ذاتِ محیط حق
آجائے جیسے آئینہ کے اندر آسمان

سرعت میں تیرا رخش فلک سیر کیا شہاب
رفعت میں بھی ہے پیل جبل پیکر آسمان

شاہا عجب نہیں ترے شبدیز کے لیے
بنوائے ماہِ نو سے رکاب زر آسمان

پہنچا نہ اُسکے کاوے کے انداز کو کبھی
کھاتا رہا زمین پہ سدا چکر آسمان

انجم ہین کیا شرر ترے نعل سمند کے
ہے بلکہ تیرا گردِ رہِ لشکر آسمان

ق

مانا اگر بلندی شان و شکوہ مین
ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسمان

پر اُسکے نقش پا کے مقابل بنا سکے
چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسمان

یہ ذوق کی دعا ہے کہ جبتک زمانہ مین
منسوب ہر ستارے سے ہووے ہر آسمان

بزم نشاط و عیش رہے تیرے گھر مین رونق
لائے ہمیشہ تیری مرادین بر آسمان

مارے جگر مین حاسدِ بدخواہ کے ترے
تارِ خطوطِ مہر سے سو نشتر آسمان

اشعار در تاریخ دیوان نواب الٰہی بخش خان معروف

سبز رنگان کہ بباغ حسن اند
تازہ چون شاخ گل و لالہ و ورد

از کمر تا دہن شان موہوم
چون خط جوہری و جوہر فرد

چشم دارند بہ قتل عشاق
چون حریفے کہ کند قصد نبرد

بجمال رخ آنہا معروف
مدتے شد کہ دلش خوش میکرد

رفت صیتِ سخنش از دہلی
تا صفاہان و عراق و ما ورد

و اندران حال سخنہا میگفت
ہمہ چون نالۂ موزون پر درد

صد و یک مطلع رنگین آخر
گفت با نالۂ گرم و دم سرد

شد چو تسبیح زمرد نامش
رونق و آبِ گہر رفت بگرد

مہر و فیروزہ خون شد و لِ لعل
کہربا چون یرقانی شدہ زرد

پیش آن گنجِ گہر نیست چو خاک
گنجِ خسرو کہ بود باد آورد

ذوق چون خواست دو تاریخش را
اندرین دفترِ معنی بدو فرد

اول از دانۂ خوش رنگ شمار
کرد و آن عقدۂ مطلب وا کرد

بازہ با خامۂ رنگین بنوشت
طرفہ تسبیح زسر و آورد

قطعۂ تاریخ تعمیر چاہ معمرۂ محمد شاہ سہارنپوری

سید با صفا محمد شاہ
کرد تعمیر طرفہ مسجد و چاہ
ذوق تاریخ سال او دہیم
زورقم ساخت کعبہ و زمزم

اشعار قصیدہ ناتمام

خسروا نیر اقبال کی تیرے خورشید
کھائے ہے وقت شرف عز و شرف کی سوگند
تاب کیا انجم سعادت سے ترے ہو ہمسر
منزل اوج پہ چمکے مہ تاباں ہرچند
دم تحویل یہ کہتے ہیں عناصر چار دن
چار چند آپ کا ہو رتبہ بلکہ صد چند
پرورش امن کے سایہ میں کیا کرتا ہے
شیر نرنچۂ آہو کو بجائے فرزند
قصر دولت سے ترے مرغ نظر ریختہ پر
بام حشمت پہ ترے کاہکشاں نصف کمند

قصیدۂ مسدس دعائیہ

سر پیرائے گردوں جب تلک سلطان خاور ہو
قمر دستور اعظم صدر اعلیٰ سعد اکبر ہو
عطارد میر منشی زہرہ ناظر آسماں پر ہو
زحل میر عمارت ترک گردوں میر لشکر ہو
سر ہفت آسماں جبتک کہ وہ ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ ہفت کشور ہو

رہے نام سلیماں تا نگین حکمرانی ہے
رہے نام فریدوں تا درفش کاویانی ہے
رہے دارا کو تا نام آوری تاج کیانی ہے
سکندر تا ہو نامی سکۂ کشورستانی ہے
طرازے عنبر ودالا سخن عالم مسخر ہو
سر سر سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

بخار ارض سے تا ابر ہو اور ابر میں پانی
زمین میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی
روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
پڑے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی
تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضہ میں بحر و بر گہر ہو کان پر زر ہو

رکھیں تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر میں
رہے نافہ میں مشک اذفر اور بو مشک اذفر میں
گل تر تا ہو گلدان میں تری ہو تا گل تر میں
صدف میں تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر میں
ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو
نسیم خلق سے تیرے جہان یکسر معطر ہو

طریق رہبری میں خضر ہو جبتک ہدایت فن
رہے ادریس تا قطع تعلق سے جہان مسکن
سہارا ہووے تا بحر غریق الیاس کا دامن
مسیحا کا ہو بالاخانہ تا خورشید سے روشن
چراغ عمر سے تیری جہان سارا منور ہو
فروغ اسلام کو ہو رونق دین پیمبر ہو

شفق گلگونہ ہو جبتک سحر کے روئے نیکو کو
ثریا نورتن تا کہکشان کے ہووے بازو کو
کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
کرے وسمہ سے تا قوس قزح سبز اپنے ابرو کو
لب پا بخوردہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
سر بدخواہ فندق تیری انگشت سنان پر ہو

گلستان میں ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا
نہان تا تاک میں انگور ہو انگور میں صہبا
نیستان میں ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نشہ صہبا میں ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا
شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

رہے تا کام دینداروں کو احکام شریعت سے
خوشی تا حاجیوں کو ہووے کعبہ کی زیارت سے

رہے تا عابدون کو شوق محرابِ عبادت سے
نمازِ اہلِ سنت تا ہو مسجد مین جماعت سے

ترا خطبہ مین ہو نام اور خطبہ زیبِ ممبر ہو
ترا حامی ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہو

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین
قلمزن تا ہو مشک افشان کاغذ خط سے مشک آگین
زبان پر تا سخن ہو اور سخن مین معنی رنگین
سخن تا داد چاہے اور تا اہلِ سخن تحسین

ترا مداح دائم خسروا ذوقِ سخنور ہو
ہمیشہ تہنیت خوان ہو دعا گو ہو ثنا گر ہو

اشعارِ متفرقات قصائد و قطعات و مخمّسات وغیرہ

قطعہ در مدح میرزا شاہرخ بہادر

میرزا شاہرخ بہادر نے
قصد صید افگنی کیا جو دم
خون نخچیر سے ہوا سارا
دامنِ دشت لالہ زارِ ارم
نہ بچا اُس شکار افگن سے
صید کوئی سوائے صیدِ حرم
مرغ دسیمرغ اور غزال و پلنگ
ہوئے مسکن پذیر دشتِ عدم
ہے جگر گوشۂ بہادر شاہ
ہو بہادر نہ کیون وہ نیک شیم
سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم
اُسکے پر سامنے ہے مثلِ غنم
شیر گردون بھی اُسکے لشکر مین
پائے ہرگز نہ قدرِ شیرِ علم
ہے مانندِ شیرِ قالین کے
اوجِ ہمت سے اُسکے زیرِ قدم
ہاتھ مین جب تفنگ لی اُس نے
ہمسرِ اژدہائے آتش دم
کئے شیرِ ژیان شکار کئی
اُس غضنفر شکار نے بہم
ہے بجا گر دلاورانِ جہان
کھائین اُسکی دلاوری کی قسم

جبکہ اس جسارت و شجاعت کو تا رہے یادگار عالم مین	چاہا اس طرح دل نے کیجے رقم وصفِ عالی صاحبِ عالم
لکھی اے ذوق مین نے یہ توصیف مع تاریخ ثانی رستم ۱۲۶۲ھ	
لکھتے ہین کس کی تہنیت عید مدح خوان	آراستہ ہوا جو قلمدان آسمان
عہد مین تیرے نکالے دانت گر سینِ ستم گر پڑے پانؤن پہ تیرے مہر اگر سایہ وار	کام لے زنبور کا خامہ سے دستِ معدلت آفتابی سے جو تو کہدے کہ اسکو روک مت
فصل گل آج ہے وہ سلطنت آئے طرب	کہ ملا باغ مین بلبل کو ہزاری منصب
ہے اگر لیلی سیاہی تو ورق عذرا عذار ہو گیا خورشید مالا مال وہ ہین نور سے ہاتھ مین بندوق لے جسوقت تو مہر نشکا	خط ترا شیرین ہے شاہا اور قلم شاخ نبات دی ہو تو نے دولتِ انوارِ دانش کی زکوات شیر گردون کو ہو مشکل ہاتھ سے تیرے نجات
پر ہین پر ترا توسن وہ پری سان پران ہو قوی دست ترے زور سے اسلام اگر پاتا گرداب سے ہے گردۂ نانِ آبی	سیر گہ جسکی ہے اک قاف سے لیکر تا قاف کھینچے شمشیر سر کفر پہ پھر مرکز کاف تیری بخشش سے جو دریا کا معین ہے کفاف
دستِ ہمت نے ترے کھوئی روپے کی یہ قدر	چٹکیون مین ہین اُڑاتے اُسے کیا کیا صراف

دیتا ہے تیری فوج مین نقارہ سب فلک | آتا ہے صاف چوب کی صورت نظر ہلال

تا نسر طائر اک پرندہ نہ بچ سکے | منظور تجھ کو جب کہ شکار پرند ہو

قصیدہ ناتمام

آج کچھ ایسی ہوائے عیش کی تاثیر ہے | ہر ورق کاغذ کا رشکِ گلشنِ کشمیر ہے

گر بہ نالِ وحشت کہ شوقِ حنا بندی نہین | ہاتھ کیون مہندی سے رنگتا برگ بید انجیر ہے

مدح حاضرین سناوے مطلعِ روشن کہ ذوق | منتظر مشرق مین بیٹھا مہر پر تنویر ہے

نام کو اللہ اکبر کیا ترے تاثیر ہے | ہر اذان مین شامل اور داخل ہر تکبیر ہے

کرون رقم اگر تہنیت کا مین آہنگ | تو ہووے خامہ سے پیدا صدائے بربط و چنگ

ہے تیرا زور حمایت کہ پانوئن کو اپنے | کرے ہے شیر کی چربی سے مالش آہو لنگ

شہا ترے رخِ روشن کو کس سے دون تشبیہ | کہ مہر و مہ کو کہن لازم آئینہ کو زنگ

کرون مین کیا ترے گلگون کا وصفِ چالاکی | اڑا ہی جاتا ہے وہ تو برنگِ طائرِ رنگ

نہ پہنچے گرد کو اسکے وہ پیکِ فکر رسا | کہ ہووے عرصۂ نہ چرخ جسکی ایک شلنگ

چلے ہے یون کج و واکج ادا و ناز کے ساتھ | کہ جیسے مست مئے ناز کوئی دلبر شنگ

وہ چلنے مین ہے تدرو اڑنے مین شاہین | اچکنے مین ہے وہ آہو لپکنے مین ہے پلنگ

نہین پری وہ پری سے بھی ہے سوا پران | نہین وہ آدمی لیکن سب آدمی کے ڈھنگ

روان ہو گر وہ سبک سیر آبِ دریا پر | تو سم بھی تر نہ ہو اسکا چہ جائے زانو و تنگ

جو چھیڑے اسکو تو میدا مین اور کہین اڑ کے | بزیر نعل سم اگر شرر فشان ہو سنگ

شرارِ سنگ نظر سے نہان نہ ہونے پائے | ڈپٹ کے اور وہ پھر آئے سیکڑون فرسنگ

اگر ہو تجکو شہا اُسکے خانۂ زین مین　　تمام عرصۂ گیتی کی سیر کا آہنگ
تو اس ارادہ کے آنے مین دل تلک ہو دیر　　اور اسکے جا کے پھر آنے مین کچھ نہ ہووے درنگ

ہین وہ نعلین جنروا ترے سر اور نگ گل　　جن پہ کھاتا ہے چمن مین تختۂ اورنگ گ[illegible]

کرے ہے مہر علیؑ دل کو صاف پر انوار　　طلوع شمس پہ موقوف ہے وجود [illegible]
علیؑ سے کیونکہ ہنوز یرلشکر کفار　　علیؑ ہے شکل علےٰ اور علےٰ ہے حرف [illegible]

مخمس در مدح

خسروا چڑھ کے سر گنبد دوار ہلال　　خو ولب عجز سے کرتا ہے یہ اقرار ہلا[ل]
حاضر خدمت عالی ہے بہر کار ہلال　　گرز بردار ہے خورشید کماندار ہلا[ل]
آسمان لیکے سپر چلتا ہے تلوار ہلال

دست ہمت ترا خورشید سے ہے بالاتر　　تری بخشش سے ہے نیسان عرق شرم [illegible]
آئین تیرے در دولت پہ گدایانہ اگر　　اپنے کاسہ مین بھرے چرخ وہین لعل [illegible]
اور کشتی مین بھرے درہم و دینار ہلال

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ　　عید ہر سال ہو فرخ تجھے باحشمت [illegible]
تیری دولت سے ہون خورسند ترے دولتخواہ　　اور جو حاسد ہین ترے واسطے اُنکے ہر [illegible]
چرخ پر تیز کرے خنجر خونخوار ہلال

قصیدۂ ناتمام در منقبت

لکھون جو مین کوئی مضمون ظلم چرخ بریں　　تو کربلا کی زمین ہو مری غزل کی زمی[ن]

یہ حال ہے مرا ضعف دماغ سے کہ مجھے
صدائے صور قیامت ہے ہر مگس کی طنین

زمانہ عربدہ پرداز و بخت بد ناساز
ستارہ بر سرِ پرخاش و چرخ بر سرِ کین

عجب نہیں ہے کہ اب خطِ چلیپا سے
بنادے تیرے طویلہ کے واسطے حرز زین

رباعیات مدح

شاہا تجھے بادولت و بختِ فیروز
فرخ ہو سدا جہان میں جشنِ نوروز
ہووے شرف اندوز ترے طالع سے
ہر سال حمل میں مہر عالم افروز

خورشید سے کیونکر جہان میں نوروز
اور تجھ سے جہان نذر حسرت اندوز
ہے جسکو زمانہ میں بشرف وانہ وہ ماہ
اور ہے مہر جمال آفتاب کو کیا گیر دوز

کہتا ہے یہ فیروزی رنگِ نوروز
تو ہو صفِ اعدا پہ مظفر فیروز
ہو دشمن سرکش کے لئے سہم الموت
اے شاہ عدو کش ترا تیرِ دل دوز

دعا ہے ذوق کی ہو طلعتِ ولیعہدی
مبارک آپ کو تا آفتابی و کرسی
یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ
بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی

اشعار قصیدہ

آگے تیری طبعِ موزون کے ہے اک فعلِ عبث
یہ جو کرتے ہین عروضی فاعلاتن فاعلات

فیض سے تیرے نہ کیونکر اک جہان سرسبز ہو
ذات ہے تیری شہا سرچشمۂ آبحیات

اشعار قصیدہ ہفت زبان

جبکہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن
آب و املولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن

جوش روئیدگی سبزہ پہ یاد آئی ہے
آیت اَنبَتَہُ اللّٰہُ نَبَاتاً حَسَناً

جسطرح شعلہ کا عالم ہو بفانوس خیال
خوف سے یون ترے لرزان ہے عدو زیر کفن

شاہا بہ عمر و دولت و اقبال و عز و جاہ
فرخ یہ تجھکو سالگرہ ہو ہزار سال

بلکہ خدا کرے تری عمر اس قدر دراز
ہون جسمین بے شمار گرہ بے شمار سال

کوہ اور آندھی مین ہین گر آتش و آب و خاک و باد
چل نہ سکین گے آج پر آتش و آب و خاک و باد

تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست یون باز
چھوڑ دین شرک پوجنا آتش و آب و خاک و باد